قوم یہود اور ہم

قرآن کی روشنی میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

تالیف
مولانا عبدالکریم پاریکھ

مجلس نشریات اسلام
۱۔کے۔۳۔ناظم آباد مینشن۔ناظم آباد ۱،کراچی ۱۸

یہودیت

قرآن کی روشنی میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

عبدالکریم پاریکھ

اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور

(جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں)

طابع: اشفاق مرزا، منیجنگ ڈائریکٹر

ناشر: اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۱۳۔ ای شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

مطبع: اللہ والا پرنٹرز۔ لاہور

اشاعت

پہلی نومبر ۱۹۸۷ء ۱۱۰۰

قیمت: [redacted] روپے

19-8-93
Acc No = 10947
297.8
200/- روپے

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	انتساب	۷
۲	پیش لفظ	۸
۳	مقدمہ	۹
۴	تاریخِ انسانی کی تقسیم نبوت کی بنیاد پر	۱۵
۵	دَورِ آدم علیہ السلام	۱۸
۶	دَورِ نوح علیہ السلام	۲۰
۷	دَورِ ابراہیم علیہ السلام	۲۴
۸	مسجدِ اقصیٰ اور معراج النبیؐ	۲۷
۹	حضرت یوسف علیہ السلام اور یہودی قوم	۳۰
۱۰	بائبل میں یہودی کفریات	۳۵
۱۱	بنی اسرائیل کون تھے؟	۴۰
۱۲	مدینہ میں نزولِ قرآن کے وقت بنی اسرائیل کو دعوتِ ایمان	۴۲
۱۳	دعوتِ اقامت صلوٰۃ	۴۴
۱۴	بے عمل علمائے یہود	۴۵
۱۵	صحیح راہِ عمل	۴۷
۱۶	عقیدۂ آخرت کا بگاڑ اور اس کے بانی	۴۹
۱۷	دورِ موسیٰؑ اور یہود	۵۱
۱۸	دشمن غرقِ دریا ہوئے	۵۴
۱۹	جہالت کی انتہا	۵۷
۲۰	عطا کردہ الفرقان	۶۰
۲۱	عاشقانِ عجل (بچھڑا) کو توبہ کا عبرت ناک حکم	۶۲
۲۲	ستر سرداروں کو موسیٰؑ کی جانچ کے لئے بھیجا گیا	۶۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۳	مفت خوری اور ناشکری	۶۹
۲۴	بدکار فاتح	۷۲
۲۵	پنگھٹ کے لڑاکو	۷۶
۲۶	قتلِ انبیاء کے اقبالی مجرم	۷۸
۲۷	نجات کے ٹھیکیدار	۸۲
۲۸	یہود کی باغیانہ روش	۸۳
۲۹	بندر ـــــ ذلیل	۸۶
۳۰	سنگدل یہود	۹۱
۳۱	تحریف کے ماہر	۹۶
۳۲	دورنگی مذہبیت	۱۰۰
۳۳	جہلاء یہود کا خیالی دین	۱۰۴
۳۴	کتب مقدس کو اپنی تصانیف کے ساتھ ملا ڈالا	۱۰۷
۳۵	جنت کے جبری وارث	۱۱۱
۳۶	خدا سے پھری ہوئی قوم	۱۱۶
۳۷	دورِ عیسیٰؑ اور یہود	۱۲۰
۳۸	لعنت کا نشان	۱۲۵
۳۹	دجال کے معتقد	۱۲۷
۴۰	حق کے منکر	۱۳۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۱	دعوتِ ایمان پر یہود کا ردِعمل	۱۳۴
۴۲	سن لیا ـــــ مانیں گے نہیں	۱۳۸
۴۳	موت اور یہود	۱۴۰
۴۴	جبرئیل کے دشمن اور سامری کے مرید	۱۴۴
۴۵	بدعہد	۱۴۹
۴۶	فنِ جادوگری اور یہود	۱۵۲
۴۷	مجلس نبویؐ میں یہود کی لفظی خیانت اور پہلی جنگِ عظیم	۱۵۹
۴۸	غیر ضروری سوالات	۱۶۲
۴۹	یہود و نصاریٰ کا غلط پندارِ نجات اور وہم	۱۶۵
۵۰	یہود و نصاریٰ کے اختلاف میں ہمارا مقام	۱۶۸
۵۱	یہود کی حمایت میں قرآن کا ایک بیان	۱۷۳
۵۲	ملتِ یہود کے عزائم	۱۷۸
۵۳	وعدۂ امامت	۱۸۱
۵۴	معمارِ کعبہ اور امتِ مسلمہ	۱۸۳
۵۵	دعائے خلیل کا ظہور اور بعثتِ محمدیؐ	۱۸۵
۵۶	وصیتِ ابراہیمی اور اسلام	۱۸۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۷	وصیتِ یعقوبیؑ اور اسلام	۱۹۱
۵۸	ردِ شرک اور ملتِ ابراہیمی	۱۹۵
۵۹	صرف اسلام کے حق ہونے کی بنیادی وجہ	۱۹۷
۶۰	لاجواب دلیل	۲۰۲
۶۱	اگلا گرا پچھلا ہوشیار	۲۰۵
۶۲	یہود کا ایک تاریخی واقعہ	۲۰۷
۶۳	تابوتِ سکینہ	۲۱۱
۶۴	اطاعت و ایمان باللہ کی طاقت	۲۱۵
۶۵	اسلامی آدابِ جنگ	۲۱۹
۶۶	بنی اسرائیل کا اپنا پیغمبر	۲۲۲
۶۷	یہود کے لئے سببِ ایمان	۲۲۴
۶۸	اسلام کا دورِ عیسوی اور یہود کی کافرانہ روش	۲۲۶
۶۹	اسلام کی حقیقت	۲۲۹
۷۰	کیا ابراہیمؑ یہودی یا نصرانی تھے؟	۲۳۲
۷۱	خلیل کا خلیل کون؟	۲۳۵
۷۲	یہودی سازش کا ایک مخصوص باب	۲۳۸
۷۳	کاروباری معاملات اور یہود	۲۴۱
۷۴	خفیف سا نقصان اور اس کا علاج	۲۴۵
۷۵	یہود کی حکومت	۲۴۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۶	یہود کے نیک لوگ	۲۵۴
۷۷	مسلمانوں کی محبت کا جواب	۲۵۷
۷۸	یہودی مسخرہ پن	۲۶۰
۷۹	کتاب کا حصہ گنوا بیٹھے	۲۶۳
۸	یہودی بن گئے	۲۶۶
۸۱	طاغوت کے مومن	۲۶۸
۸۲	پھوٹی کوڑی بھی نہیں دیں گے	۲۷۰
۸۳	برائی کی سزا ہر ایک کو ملنی ہے	۲۷۲
۸۴	ایمان والو ایمان لاؤ	۲۷۴
۸۵	کفر و ایمان کے بیچ کی راہ	۲۷۶
۸۶	خدائی تحریر کا مطالبہ	۲۷۸
۸۷	بہتانِ عظیم اور قتلِ مسیحؑ	۲۸۰
۸۸	لہو چاٹنے والے	۲۸۳
۸۹	شاندار ماضی کی یاد	۲۸۵
۹۰	بزدل قوم	۲۸۷
۹۱	قومِ یہود کے دو تاریخی جانباز	۲۸۹
۹۲	نبیوں کا حوصلہ	۲۹۱
۹۳	تخلیقی تطہیر سے محرومی	۲۹۳
۹۴	یہودی پرسنل لا، اور نبویؐ سیاست	۲۹۶
۹۵	حکم اللہ رجوع کی اصل ہے	۲۹۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۹۶	توریت کا نور	۳۰۲	۱۱۶	کتاب موسیٰؑ کی تعلیم اور غیر اللہ کی کارسازی	۳۴۷
۹۷	دوستی	۳۰۵			
۹۸	بدتر انجام	۳۰۸	۱۱۷	پہلا فساد	۳۴۸
۹۹	چودھریوں کا بگاڑ	۳۱۰	۱۱۸	پہلے فساد کے بعد	۳۵۱
۱۰۰	جنگ کی آگ بھڑکانے والے	۳۱۲	۱۱۹	دوسرا فساد	۳۵۲
۱۰۱	تنزل اور معاشی پریشانیاں	۳۱۶	۱۲۰	لپیٹ دیں گے	۳۵۶
۱۰۲	وحدت کتب سماویہ	۳۱۸	۱۲۱	یحییٰؑ کے قاتل	۳۵۹
۱۰۳	یہود کے حق میں دو نبیوں کی بددعا	۳۲۰	۱۲۲	خوشحالی میں ناشکری	۳۶۲
۱۰۴	شدید ترین دشمنانِ اسلام	۳۲۲	۱۲۳	اللہ کی راہ بتانے والے	۳۶۴
۱۰۵	عیسیٰ پر ہاتھ ڈالنے والے	۳۲۵	۱۲۴	معراج میں حضرت موسیٰؑ سے ملاقات	۳۶۶
۱۰۶	کتاب اللہ کی اتباع	۳۲۷	۱۲۵	جنگِ احزاب	۳۶۹
۱۰۷	دیکھیں تم کیا کرتے ہو؟	۳۲۸	۱۲۶	بنو قریظہ	۳۷۳
۱۰۸	مثالی صبر	۳۳۱	۱۲۷	موسیٰؑ کو ستانے والے	۳۷۷
۱۰۹	بگڑی قوموں کی راہ	۳۳۲	۱۲۸	شریعت اور منہاج	۳۷۹
۱۱۰	بدترین ذلت	۳۳۴	۱۲۹	فضیلت کی وجہ	۳۸۱
۱۱۱	منتشر اجزاء	۳۳۶	۱۳۰	واضح شریعت اور اختلاف	۳۸۳
۱۱۲	کتاب کے وارث	۳۳۸	۱۳۱	بنی نضیر کی جلاوطنی	۳۸۵
۱۱۳	کفریہ بکواس	۳۴۰	۱۳۲	آج کے مسلمانوں کے لئے ابراہیم کا نمونہ	۳۸۹
۱۱۴	کم سن مومن	۳۴۳	۱۳۳	تائیدِ غیبی کی راہ	۳۹۲
۱۱۵	نماز باجماعت	۳۴۵	۱۳۴	آخری بات اور آخری علاج	۳۹۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب سے سلم مجلس مشاورت کی تقریب سے ابتدائی تعارف ہوا تھا۔ اور روحوں کی مناسبت کے تقاضے سے بہت جلد ہم ایک دوسرے کے قریب ہو گئے۔ مولانا کا ذریعۂ معاش کاروبار ہے اور خوش حالی کی زندگی بسر کرتے ہیں لیکن کاروبار کی مشغولیتوں کے ساتھ خدمتِ دین کا بھی زبردست جذبہ رکھتے ہیں۔ موصوف نہایت اہتمام سے سالہا سال سے قرآنِ کریم کا درس ایک خاص انداز سے دیتے ہیں اور ایک وسیع حلقہ، اثر رکھتے ہیں، عوام کے علاوہ کاروباری حلقہ بھی خاص طور پر آپ کی دعوت سے متاثر ہے۔ اور آپ کے پند و نصائح کو ذوق شوق سے سنتا ہے، اسی جذبۂ تبلیغ و اشاعتِ دین کے تحت آپ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا ہے۔ جو اپنی خصوصیات کے لحاظ سے منفرد ہے جیسا کہ فاضل مؤلف نے فرمایا ہے: "اس کتاب میں یہود سے متعلق تمام آیاتِ قرآنی سلسلہ وار درج کی گئی ہیں اور ان کے آسان ترجمے کے ساتھ بنی اسرائیل اور یہود کی تاریخ کی مزید وضاحت کے لئے ذخیرۂ احادیث، اقوالِ صحابہ اور قدیم و جدید مفسرین کے بیانات کو سامنے رکھ کر اس قوم کی موجودہ روش کو بے نقاب کیا گیا ہے۔"

موصوف کا یہ تاثر بھی اپنی جگہ درست ہے کہ اگرچہ قرآن کریم کا کم و بیش ایک چوتھائی حصہ بنی اسرائیل اور یہود کے واقعات، ان کے عادات و خصائل، ان کے اجتماعی ارتداد اور مفسدانہ ذہنیت سے بھرا ہوا ہے لیکن قرآن مجید کے ماننے والے ہی سب سے زیادہ ان کے حالات سے بے خبر ہیں۔ اور جب کہ "بیت المقدس" ان کے قبضہ سے نکل گیا اور پوری ارضِ فلسطین پر یہود کا تسلط ہو گیا تو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے" ــــ میری رائے میں یہ خدمت انجام دے کر پاریکھ صاحب نے وقت کی ایک اہم اور شدید ضرورت کو پورا کیا ہے، انشاء اللہ یہ کتاب عوام و خواص سب کے لئے سبق آموز ثابت ہو گی۔ میں مؤلف کتاب کو ان کے بروقت احساسِ فرض پر مبارکباد دیتا ہوں۔

عتیق الرحمٰن عثمانی

ندوۃ المصنفین، جامع مسجد، دہلی

۲۹ر شعبان المعظم ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۱ر نومبر ۱۹۶۹ء

toobaa-elibrary.blogspot.com

انتساب

ان تمام مسلمانوں کے نام جو اس آیت سے اب تک ناواقف رہے

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً لِّلَّذِیْنَ

اٰمَنُوا الْیَھُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا

مسلمانوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی رکھنے والے

یہود اور مشرکین ہی کو پاؤ گے

۵۔ المائدہ۔ ۸۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

پچھلی نصف صدی سے بنی اسرائیل، صیہونیت، یہودیت وغیرہ کے چرچے آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔ اور اب شاید قیامت تک ہوتے رہیں، کیونکہ یورپ کے سرمایہ دار یہود اور استعماری ایجنٹوں کے سہارے علاقہ فلسطین میں اسرائیل کی حکومت وجود میں آچکی ہے۔ اسی یہودی سلطنت کے خطرہ سے عرب ایک عرصہ سے دوچار ہیں۔ کوئی اگر ان کی تائید میں ایک لفظ بھی کہدے تو تمام نظریاتی و مذہبی اختلافات اور خدائی احکامات تک کو پس پشت ڈال کر عربوں کے بعض لیڈران طاقتوں کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ روسی امداد بھی کچھ اسی طرح کی تھی۔ انہیں کے بھروسہ پر یہود کے خلاف گلا پھاڑ کر عربوں کے ایک طبقے نے خوب چیخا چلایا۔ ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں امریکہ اور روس کی مکارانہ سیاست کام کر گئی اور بات یہاں تک پہنچی کہ بیت المقدس قبلۂ اول بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل کر ملحدین کی قید میں چلا گیا۔

عبادت گاہوں کا احترام مذہبی جذبات رکھنے والوں کو ہونا ہے۔ محنت کشوں کے آنسو پونچھنے کے بہانے جس کوکھ سے الحاد نے جنم لیا وہ مسجد اقصیٰ کی قدر بھلا کیا جان سکتے ہیں۔ شامتِ اعمال دیکھئے کہ مسجد اقصیٰ کو آگ بھی لگائی گئی۔ اب ساری دنیا کے مسلمان بے چین ہیں ایک عام ہلچل پائی جا رہی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ مسئلہ اب عربوں اور یہودیوں کی سطح کا نہیں رہ گیا بلکہ عالمِ اسلام اور یہود کی سطح کا ہونے جا رہا ہے۔

اس موقع پر بنی اسرائیل اور یہودیت کی تاریخ سے مسلمانوں کو واقف کرانے کی عام ضرورت کا احساس پایا جاتا ہے، یوں تو بڑے شرم کی بات ہے کہ جس ملّت کی مذہبی کتاب قرآن پاک میں ایک چوتھائی حصّہ میں بنی اسرائیل اور یہود کے واقعات، تاریخ، عادات، خصائل نیز ان کا اجتماعی ارتداد اور مفسدانہ ذہنیت کو عالمِ انسانی کے لئے فساد کا سگنل بتایا گیا وہی قوم تاریخِ یہود سے سب سے زیادہ ناواقف نکلی۔ قسمت کی ستم ظریفی بھی عجیب ہے، ورنہ آج روئے زمین پر مسلمانوں سے زیادہ یہود کا جاننے والا کوئی نہ ہوتا۔ بلکہ ایک یہودی خود کو اتنا نہیں جان سکتا جتنا قرآن کا پڑھنے والا مسلم ان کے متعلق باخبر ہوتا ہے۔ یہ امرِ واقعہ ہے کہ ان کی تاریخ کے وہ ابواب صرف ہمیں قرآن مجید میں ہی مل سکتے ہیں جس کا علم نہ یہود کو ہے اور نہ اب مسلمانوں کو ہے۔

کہنے کو یہ بات عجوبہ معلوم ہو گی مگر حقیقت یہی ہے کہ مسلمان دوسری یا تیسری صدی ہجری سے قرآن کو اجتماعی طور پر چھوڑ چکا ہے۔ اِکّا دُکّا افرادِ ملّت ایسے ضرور ہوئے جنہوں نے امّت کو قرآن سے جوڑنے کی کوشش کی مگر بدنصیبی کہیے اس اُمّتِ مسلمہ کی کہ اس طرف اس نے بہت کم توجہ کی بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ توجہ کی ہی نہیں تو یہ غلط نہ ہو گا اور ادھر عالمِ اسلامی پر یہود کا بھوت جبڑے پھاڑے ننگا ہو کر کھڑا ہے۔ پتہ نہیں کب کیا ہو جائے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس امّت کو واضح طور پر یہ بتا دیا جائے کہ تیرے رب کی وہ کتاب

جس پر تیرا ایمان ہے یہود کے ماضی، حال اور مستقبل کے لئے کیا کچھ انکشافات کرتی ہے۔ زندگی کے جملہ معاملات میں قرآن کی رہنمائی کا دعویٰ خود قرآن کا ہے اور ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے۔ تو کیوں نہ ہم اللہ کی کتاب سے معلوم کریں کہ یہود کی حقیقت کیا ہے؟ ان کی تاریخ، ان کا ماضی، حال اور مستقبل کیا ہے؟

کسی بھی غیر متعصب شخص کو قرآن پاک میں یہود کی تاریخ پڑھنے کے بعد قرآن مجید کے کلامِ الٰہی ہونے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کے نبی ہونے کا بیّن ثبوت ملے گا۔ قرآن مجید کے اس اعجاز کو برسرِعام واضح کرنے کا یہ ایک بہترین موقع ہے۔ بنی آدم میں ہر انصاف پسند آدمی یہ اقرار کرنے پر مجبور ہو گا کہ یہودیت کو بے نقاب کرنے کے لئے چودہ سو برس قبل جو کلام نازل کیا گیا، واقعی اسے خدا کا کلام ہونا ہی چاہیئے۔ آج ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ ہم ساری دنیا کو بتا دیں کہ یہود کے آئندہ عزائم کیا ہوں گے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ہم آج کس مقام پر ہیں اور آئندہ ہمیں کیا کچھ کرنا ہو گا اس کا بھی صحیح اندازہ کر لیں۔

اسی مقصد کے پیشِ نظر اس کتاب میں یہود سے متعلق سلسلہ وار آیاتِ قرآنی مع عربی متن کے درج کر دی گئی ہیں۔ سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کے بعد یہود کی تاریخ واضح کرنے کے لئے احادیثِ رسولؐ اور واقعاتِ صحابہ کے ساتھ ساتھ ہمارے قدیم وجدید مفسّرین کی آراء کو سامنے رکھتے ہوئے یہود کی موجودہ روش کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ اس موقع پر مجموعۂ توریت اور اناجیلِ اربعہ نیز یہود کی مستند مذہبی تفسیر تالمود کے حوالے بھی جہاں ضروری تھے، پیش کر دیئے گئے ہیں۔

آیاتِ قرآنی کے ترجمے اور ان کی تشریح میں آزادیٔ مطلق نہیں برتی گئی ہے،

toobaa-elibrary.blogspot.com

بلکہ قدیم وجدید مفسرین کے فکری دائرے میں رہ کر یہ خدمت انجام دی گئی ہے۔ ترجمہ وتشریح میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ تفسیر "موضح القرآن" کو یہ خادم اپنا استاد و رہنما تسلیم کرتا ہے۔ ترجمہ وتفسیر میں حضرت موصوف کے کھینچے ہوئے حدودِ اربعہ کے باہر کوئی بات نکل نہ جائے اس کی خاص احتیاط برتی گئی ہے۔

قدیم میں تفسیر ابنِ کثیر، تفسیر جلالین اور تفسیرِ قادری، قریبی دَور میں گذرے ہوئے مفسرین میں حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ، مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی "صاحبِ موضح الفرقان"، مرشد تھانویؒ "صاحبِ بیان القرآن"، ڈپٹی نذیر احمد صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب، اور ہم عصر علمائے کرام میں مولانا عبدالماجد دریابادی کی "تفسیرِ ماجدی" اور ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی "تفہیم القرآن" ان تمام تراجم وتفاسیر کو آیات کے معنی وشرح میں ہر وقت سامنے رکھا گیا ہے، اس لحاظ سے بلامبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ ان امور میں کہیں بھی آزادی نہیں برتی گئی ہے۔

توریت، اناجیل اربعہ اور تالمود کے اقتباسات جہاں جہاں دیئے گئے ہیں وہاں پوری ذمہ داری سے ابواب، آیات نیز جلد وصفحات کے حوالے بھی دیدیئے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ موجودہ دَور میں یہودی جارحیت، مسجد اقصیٰ کی حیثیت نیز فلسطین کا مسئلہ اور امریکی وبرطانوی سازش کو مدلّل طور پر واضح کردیا گیا ہے۔

یہ عاجز برسوں سے قرآن مجید کا طالبِ علم اور ایک درجہ میں کلامِ الٰہی کی خدمت کے لئے سب سے پچھلی صف کا مبلغ رہا ہے اس لئے تقریباً ہر آیت کریمہ کی تشریح کے بعد جہاں ضرورت محسوس کی گئی، مسلمانوں کو ان کوتاہیوں پر تنبیہ

بھی کی گئی ہے۔ کتاب کسی کاروباری مقصد کے پیش نظر نہیں لکھی جارہی ہے اس لئے اگر اپنی صفوں میں خلافِ حق کام دکھائی دیا تو کچھ اشارات مخفی اور ظاہری طور پر کردیئے گئے ہیں، جو لوگ اپنی غلطیوں پر مطلع ہونا نہیں چاہتے وہ تو ضرور کچھ نہ کچھ ناراض ہوں گے، لیکن ایسے اصحاب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اب اگر ہم اپنی اصلی حالت پر لوٹنا چاہتے ہیں تو بڑی صفائی کے ساتھ ہمیں اپنی غلطیوں کا اقرار کرکے بارگاہِ ربّ العزت میں سر جھکا دینا چاہیئے اور اسے راضی کرنے کی فکر کرنی چاہیئے۔

اپنے عرب اخوانِ ملّت کے لئے بھی اسی مقصد کے تحت بعض بعض جگہ اشارات کردیئے گئے ہیں۔ آج عرب ہی یہود کے مدِمقابل پہلی صف میں ہیں۔ انھیں قرآن کی کسی بات سے واقف کرانا ہمارے لئے بڑی شرم کی بات ہے۔ لیکن قرآن پاک ہمیں اُنہیں کے توسط سے ملا ہے اس لئے ان کی گمشدہ شے کا پتہ اگر کوئی ہندوستانی مسلمان بتا دے تو انہیں بھی اس اطلاع پر خوش ہونا چاہیئے۔

یوں ذاتی طور پر یہ عاجز اس طرح کے خطاب میں بڑی شرم محسوس کرتا ہے کہ عرب جو قرآن پاک کے اوّلین مخاطب رہے اور جو دین میں ہمارے امام تھے اُنہیں یہودیت کے مقابلے میں قرآنی اطلاع دینے کے لئے کوئی کوشش کی جائے۔ لیکن اس ناواقفیت سے عربوں کا جو نقصان ہوگا وہ صرف ان کا ہی نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام کا نقصان ہے۔ اس لئے کسی پیش امام کو کسی مقتدی نے لقمہ دے کر اصل بات یاد دلادی تو باوجود ایک جسارت ہونے کے بھی ثواب سے انشاء اللہ خالی نہ ہوگی۔ اور ہمارے عربی پیشوا اس لقمہ سے انشاء اللہ خوش ہوں گے۔

کسی کو یہ شبہ ہو کہ عربوں کی مادری زبان عربی ہو کر انہیں قرآن بتانے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی بھلا کیا ضرورت ہے؟ لیکن میں پوری صفائی کے ساتھ عرض کروں گا کہ قرآن پاک کو مدت ہوئی عرب عوام بھی اسی طرح جزدانوں میں لپیٹ چکے ہیں جیسے کہ ہم۔ مراقش کے شاہ حسن، سعودی عرب کے سربراہ شاہ فیصل اور روئے اُردن شاہ حسین نے حالیہ دور میں جو بیانات دیئے ہیں اس میں ان حق پرستوں نے کھُل کر اس حقیقت کا اقرار کیا ہے۔ اور یہ اقرار ان کے اور ہمارے لئے خدا کی بارگاہ سے بطور نعمت ملا ہوا ایک بہت بڑا سرمایہ ہے۔ اور دین و شریعت کی اصطلاح میں کوتاہیوں کا اقرار ہماری سب سے بڑی طاقت بھی ہے۔

میں دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کا عربی ترجمہ شائع کروادے۔ بحمد اللہ اُردو کے بعد اسی کتاب کو انگریزی اور گجراتی میں شائع کرنے کا کام شروع ہو چکا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی دوسری زبانوں میں بھی اِسے شائع کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہی اپنے اس حقیر بندے کی تمام ظاہری و باطنی کمزوریوں سے واقف ہے۔ اسی کی دست گیری اور فضل و کرم سے یہ کتاب تیار ہو سکی ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا کرتا ہوں کہ عالمِ انسانیت میں یہود کی حقیقت واضح کرنے کے لئے اس کتاب کو ذریعہ بنادے۔

وَمَا تَوْفِيْقِي اِلَّا بِاللهِ

خادم :- **عبدالکریم پاریکھ**

ناگپور : بروز بدھ ۱۱ رجب ۱۳۸۹ھ
مطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۶۹ء

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

انسانی تاریخ کی تقسیم
نبوّت کی بنیاد پر

اس دنیا میں انسان نے جب سے قدم رکھا ہے تب سے اب تک اس کی زندگی کو سات ادوار میں اس طرح تقسیم کیا جا سکتا ہے :-

۱۔ حضرت آدمؑ سے حضرت نوحؑ تک
۲۔ حضرت نوحؑ سے حضرت ابراہیمؑ تک
۳۔ حضرت ابراہیمؑ سے حضرت موسیٰؑ تک
۴۔ حضرت موسیٰؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک
۵۔ حضرت عیسیٰؑ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک
۶۔ بعثتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اب تک
۷۔ اور یہاں سے قیامت تک

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہبوطِ آدمؑ سے بعثتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک کے ادوار میں دنیا کے انسانوں کو دینِ حنیف کی دعوت دی جاتی رہی۔ انبیاء بھیجے گئے مقدس کتابیں نازل کی گئیں۔ جن لوگوں نے انبیاء کی دعوت اور خدائی کتاب کے ضابطوں کو تسلیم کیا وہ مسلم کہلائے اور فی الواقع یہی لوگ مسلم تھے اور اب بھی صرف انہیں لوگوں کو وحی اور تنزیل کی اصطلاح میں مسلم کہا جائے گا جو خدا کے تمام نبیوں کو مانتے ہوں اور اس کی تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہوں۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ۔

"مومن وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اِس کتاب پر جو تم پر اتاری گئی اور ان کتابوں پر جو تم سے پہلے اتاری گئیں۔"

مگر جب یہی ماننے والے بگڑتے ہیں تو سب کچھ رہ جاتے ہیں مگر مسلم نہیں رہ پاتے۔

دورِ مسیحؑ میں جب دعوتِ مسیحؑ کو تسلیم کیا گیا تو وَاشْهَدُوْا بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ (اور گواہ رہو کہ ہم مسلم ہیں) کی آواز سنائی دی۔ لیکن جب اس دعوت میں بگاڑ آیا تو قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى (کہنے لگے کہ ہم نصرانی ہیں) کا نعرہ لگ گیا۔ اور خدا کے مسلم بندے پھر بہت سے گروہوں میں بٹ گئے اور اس کے پہلے دعوتِ یعقوبی جسے لاڈ اور پیار کے نام سے خدائی آواز کے مطابق "اسرائیل" کہا جاتا ہے۔ انہیں حضرت یعقوب کی اولاد بنی اسرائیل تھی جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں بڑے پیارے يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝

(اے بنی اسرائیل یاد کرو میری ان نعمتوں کو جن کی بارش میں نے تم پر کی اور سارے جہانوں پر تمہیں فضیلت بخشی) فرمایا۔

یہ بنی اسرائیل اپنے وقت کے مسلم تھے۔ ان کے باپ نے مرتے وقت انہیں وصیت کی تھی کہ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (صرف اسی صورت میں مرنا کہ تم مسلم ہو) اور یہ رہے بھی مسلم ہی۔ مگر ان کی نسل جیسے جیسے آگے بڑھتی گئی زمانے کے اثرات اس پر پڑتے رہے اور یہ بنی اسرائیل مسلمانی چھوڑ کر یہودی بن گئے۔ اسی لئے قرآن میں جہاں ان کو ناراضی سے آواز دی گئی، وہاں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا (اے لوگ جو یہودی ہو گئے) فرمایا۔ یعنی تم یہودی تھے نہیں بلکہ بن گئے ہو۔ تم تو مسلم تھے، ہمارے تھے، تمہیں پتہ بھی ہے کہ اب کس کے ہو چلے ہو؟۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

دورِ آدمؑ

پچھلے صفحات میں ہم نے تاریخِ انسانی کو سات ادوار میں تقسیم کیا ہے جس میں پہلا دور آدمؑ سے نوحؑ تک قائم کیا گیا ہے۔ اس کی تاریخ اب خود تاریخ کو بھی یاد نہیں۔ البتہ قرآن پاک میں کچھ مقامات پر اس دور کا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً قف فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ص وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ط وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًام بَيْنَهُمْ ج فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ط وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ۲۔ البقرۃ ۲۱۳

"پہلے تو سب لوگ ایک ہی طریقے پر تھے۔ بعد میں اختلاف ہوا اور یہ حالت باقی نہیں رہی۔ تب اللہ تعالیٰ نے بشارت دینے والے اور ڈر سنانے والے نبیوں کو بھیجا اور ان کے ساتھ حق کی بنیاد پر کتاب بھی نازل کردی تاکہ لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ کردیا جائے لیکن انبیاء کے ذریعہ جن لوگوں کو کتاب سپرد کی گئی تھی ان میں پھوٹ پڑ گئی

باوجودیکہ ان کے پاس کھلے کھلے احکامات اور دلائل آچکے تھے۔ اور یہ حرکت انھوں نے آپسی ضدّا ضدی کی وجہ سے کی پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ہدایت کی راہ دکھلادی جو ضد اور اختلاف سے دور رہے۔"

اس آیت کریمہ میں آدمؑ سے بعثتِ نوحؑ تک کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ انسان نے زمین پر قدم رکھا ہی تھا۔ اس کی نسل کا سلسلہ جاری ہو کر خاندان بنا اور خاندان شاخیں یعنی کنبے قبیلے وجود میں آئے۔ نسلی پھیلاؤ سے بنی آدم حضرت آدمؑ سے جتنی دُور ہوتے گئے اتنا ہی نبوت سے ان کا تعلق کمزور ہوتا گیا۔ اور ذہنی انتشار سے الگ الگ طور پر دین کی شکل بگڑنے لگی۔ یہ انتشار جب زیادہ بڑھ گیا تو اللہ تعالےٰ ان ہی بنی آدم میں نبیوں اور کتابوں کا سلسلہ جاری فرما کر انہیں اصل حقیقت سے واقف کراتا رہا۔ اول انتخاب آدمؑ کا ہوا تھا۔ آدمؑ کا شخصی دور تمام ہوا اور آدمیت وجود میں آگئی، پھر نوحؑ کا دور شروع ہوا جس کا اشارہ قرآن کی حسبِ ذیل عبارت میں ملتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ۳۔ آلِ عمران ۳۳ و ۳۴

"اللہ نے آدمؑ اور نوحؑ اور خاندانِ ابراہیمؑ اور خاندانِ عمران کو تمام دنیا کے لوگوں پر فضیلت دے کر اپنی رسالت کے لئے پسند فرمایا۔ یہ ایک سلسلے کے لوگ تھے۔ بعضے ان میں بعضوں کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے والا خوب علم والا ہے۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

دَورِ نوحؑ

حضرتِ آدمؑ جس عقیدۂ توحید پر اپنی اولاد کو قائم کر گئے تھے اس میں دورِ نوحؑ تک شرک کی آمیزش ہو چکی تھی۔ اس کی وجہ یہ بھی رہی کہ حضرت نوحؑ کے زمانے تک بنی آدم کی بستیوں کا علاقہ وسیع ہوتا گیا۔ اور یہی وسعت ایک دوسرے کی علاقائی دُوری کا جہاں سبب بنی وہاں توحید کے اعتقاد میں بھی کچھ فاصلے بڑھتے گئے اور ایک ہی خاندان کے لوگ اپنے دوسرے بھائیوں سے اتنے دُور ہوتے چلے گئے کہ صدیاں بیت جانے پر کبھی آپسی جنگ وجدال کا موقع آیا تو ان ہی بنی آدم کی مختلف اکائیاں آپس میں لڑتے وقت یہ بھول گئیں کہ وہ اور ان کے دشمن دونوں کا باپ ایک ہی تھا۔ اور اسی باپ نے انہیں بتا دیا تھا کہ تمہارا خدا بھی ایک اور صرف ایک ہی ہے۔ توحید چھوڑ کر مشرکانہ طرزِ زندگی ان کی آپسی لڑائی کا اصلی سبب تھا۔

مگر نہیں ابلیس کے ہتھے چڑھنا تھا وہ دعوتِ آدمؑ کو بھول کر شرک میں مبتلا ہوئے۔ اور اس قدر مشرکانہ عقائد کا شکار ہوئے کہ ان کی اصلاح کے لئے خدا نے جن صالح بندوں کو بھیجا ان ظالموں نے انہیں حضرات کی قبریں بنا کر پوجنا شروع کر دیا۔ قرآن پاک میں اُس دور کے پانچ بزرگوں کے نام بھی بتائے گئے ہیں۔ ودّ، سُواع، یغوث، یعوق اور نسر۔

دعوتِ نوحؑ چونکہ خالص توحید کی دعوت تھی اس لئے ان مشرکین نے اپنے بزرگوں کو پکڑے رہنے کی آواز لگائی، اور حضرت نوحؑ کی مخالفت میں تمام عوام کو بھڑکا دیا کہ یہ ہمارے بزرگوں کا انکاری ہے۔

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۚ ‏ ۷۱۔ نوح ۲۳۔

"اور کہنے لگے کہ اپنے معبودوں کو مت چھوڑنا اور ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو پکڑے رہنا۔"

خدا کے مقابلے میں یہ بزرگ پرستی انھیں لے ڈوبی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ پانچوں بزرگ نہایت ہی صالح اور توحید کے داعی تھے۔ مگر شیطان نے انسان کو یہیں دھوکا دیا ہے کہ جو لوگ بھی بنی آدم کی اصلاح کے لئے آئیں اُنہیں معبودوں کی فہرست میں چڑھا دیا جائے تاکہ توحید کہاں گئی اس کا پتہ بھی نہ چل سکے۔

مشرکین کی اس بھیانک سازش سے اصلاحِ اُمت کا کام جتنا مشکل ہوتا ہے اتنا شاید کسی اور وجہ سے نہیں۔ کیونکہ ایسے مشرک نہ خدا کا صاف صاف انکار کرتے ہیں اور نہ اس کے صالح بندوں کا۔ بلکہ خدا اور اس کے نیک بندوں کو ملا کر ایسی گھال میل کر دیتے ہیں کہ عام لوگوں کے لئے حق و باطل میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

کسی بھی قوم کی اصلاح کے لئے اتنا وقت نہیں لگایا گیا جتنا قومِ نوحؑ کے لئے۔ ساڑھے نو سو برس کی مسلسل محنت کے بعد صرف چند نفوسِ قدسیہ ہی حضرت نوحؑ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے جھنڈے تلے جمع ہوئے۔ باقی اولادِ آدم نے اجتماعی طور پر اس خدائی آواز کی تصدیق سے انکار کر دیا۔ یوں تو آپس میں خوب لڑتے جھگڑتے تھے مگر حضرت نوحؑ کے خلاف تمام کے تمام متحد ہو گئے۔ لیکن گناہ پر اجتماعیت کام نہیں دیتی۔ ان تمام جتھوں پر قہرِ الٰہی منڈلا رہا تھا۔

یہاں یہ یاد رہے کہ اُس وقت انسانی آبادی آج کی طرح تمام روئے زمین پر نہیں پھیلی ہوئی تھی بلکہ صرف مشرقِ وسطیٰ میں ہی اب تک بنی آدم اپنا ڈیرا ڈال سکے تھے۔ انہیں معلوم بھی نہیں تھا کہ اللہ کی زمین کتنی وسیع و عریض ہے۔ یہی علاقہ ان کی کُل کائنات تھی۔ طوفانِ نوح کی داستان صرف توریت اور قرآن ہی میں نہیں بلکہ آج کے تمام مذاہب کی قدیم کتابوں میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ اپنے پرکھوں کے ڈوب مرنے کی کہانی بنی آدم نے کسی نہ کسی ڈھنگ پر محفوظ رکھی ہے۔

ہم تاریخِ یہود قرآن کی روشنی میں لکھ رہے تھے۔ لیکن انسانی تاریخ کو قرآن مجید نے انبیاء علیہم السلام کی دعوت کے دائروں میں بیان کیا ہے اس لئے مختصراً حضرت نوحؑ کا بیان بھی سپردِ قلم ہو گیا۔ ورنہ نوحؑ کی زندگی کی پوری معلومات کے لئے آپ سورۃ ہودؔ، شعرآءؔ، نوحؔ۔ ان تینوں سورتوں میں ملاحظہ فرمالیں۔ صرف اتنی بات اور کہیں گے کہ فرزندانِ توحید نے شرک کو عین دینِ حق سمجھ لیا اور اللہ کے اس مقدس نبی کی دعوت کو رَد کر دیا۔ تب اللہ نے اس وقت کی تمام آبادی کو غرقِ آب کر دیا۔ بچے صرف وہی لوگ جو ایک اللہ کے پرستار تھے اور خدا کی وحدانیت کو ماننے والے تھے ان ہی صالح بنی آدم کا قافلہ ایک کشتی پر سوار تھا جو حضرت نوحؑ نے اللہ کے حکم سے تیار کی تھی، مشرکین کا ایک بار قصہ تمام کر دیا گیا اور روئے زمین کو تمام نجس اور

ناپاک لوگوں سے پاک کر دیا گیا۔ پھر اسی کشتی پر سوار اہلِ توحید دنیا میں آباد ہوئے اس کے پہلے کی تاریخِ انسانی بھولی بسری ہو گئی۔ پتہ نہیں کیا کچھ انسان نے اس وقت تک حاصل کیا ہو گا۔

انہیں حضرت نوح علیہ السلام کی اور ان پر ایمان لانے والے ساتھیوں کی اولاد اب روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہے۔ شاید اسی وجہ سے تاریخ میں حضرت نوحؑ کو آدمِ ثانی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

دورِ ابراہیمؑ

حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک متعدد انبیاء آئے لیکن انسان مدنیت اور شہری زندگی میں اتنا پھیل نہ سکا تھا کہ اس کی تاریخ بنتی. جو تاریخ ساز تھے ان کی زندگی کا ریکارڈ تو اب بھی محفوظ ہے۔ لیکن جو عوام تھے ان کی اصلاح کے لئے جو کچھ اس زمانے میں انبیاء کے ذریعہ دعوت کا کام انجام دیا گیا اس کی قدرے تفصیل کلامِ پاک میں ہمیں مل جاتی ہے۔ لیکن اس دور کی تاریخ سے ہمارا اپنا تعلق اتنا نہیں ہے جتنا دورِ ابراہیم علیہ السلام کی تاریخ سے شروع ہوتا ہے۔

آج کی دنیا کے تین بڑے مذاہب، یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے ماننے والوں کی پوری تعداد حضرت ابراہیمؑ کو اپنا پیشوا مانتی ہے۔ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں انسانوں کے امام کا رُتبہ دیا ہے۔

وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝ ۲۔ البقرۃ ۱۲۴

"اور یاد کرو جب ابراہیمؑ کی ان کے رب نے بہت سی باتوں میں آزمائش کی اور ابراہیمؑ ان میں پورے اترے۔ تب خدا نے فرمایا کہ اے ابراہیمؑ

میں تم کو لوگوں کا امام بناؤں گا۔ انھوں نے عرض کیا کہ پروردگار میری اولاد میں سے پیشوا بنائیو۔ خدا نے فرمایا ہمارا اقرار ظالموں کے لئے نہیں ہوا کرتا۔"

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کا نہایت ہی مفصل و جامع نوٹ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

"حضرت نوحؑ کے بعد حضرت ابراہیمؑ پہلے نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی عالمگیر دعوت پھیلانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ انھوں نے پہلے خود عراق سے مصر تک اور شام و فلسطین سے ریگستان عرب کے مختلف گوشوں تک برسوں گشت لگا کر اللہ کی اطاعت فرمانبرداری (یعنی اسلام) کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔ پھر اپنی اس دعوت کی اشاعت کے لئے مختلف علاقوں میں اپنے خلیفہ مقرر کئے۔ شرقِ اُردن میں اپنے بھتیجے حضرت لوطؑ کو، شام و فلسطین میں اپنے بیٹے حضرت اسحاقؑ کو اور اندرون عرب میں اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کو مامور کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکے میں وہ گھر تعمیر کیا جس کا نام کعبہ ہے۔ اور اللہ ہی کے حکم سے وہ اس مشن کا مرکز قرار پایا۔

حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے دو بڑی شاخیں نکلیں۔ ایک حضرت اسماعیلؑ کی اولاد جو عرب میں رہی۔ قریش اور عرب کے بعض دوسرے قبائل کا تعلق اسی شاخ سے تھا اور جو عرب قبیلے نسلاً حضرت اسماعیلؑ کی اولاد نہ تھے وہ بھی چونکہ ان کے پھیلائے ہوئے مذہب سے کم و بیش

toobaa-elibrary.blogspot.com

متاثر تھے، اس لئے وہ بھی اپنا سلسلہ انہیں سے جوڑتے تھے، دوسرے حضرت اسحاقؑ کی اولاد، جن میں حضرت یعقوبؑ۔ یوسفؑ، موسیٰؑ، داؤدؑ، سلیمانؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ اور بہت سے انبیاء علیہم السلام پیدا ہوئے اور جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے حضرت یعقوبؑ کا نام چونکہ اسرائیل تھا اس لئے یہ نسل بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہوئی۔ ان کی تبلیغ سے جن دوسری قوموں نے ان کا دین قبول کیا۔ انھوں نے یا تو اپنی انفرادیت ہی ان کے اندر گم کردی یا وہ نسلاً ان سے الگ رہے۔ مگر مذہباً ان کے متبع رہے۔ اسی شاخ میں جب پستی و تنزل کا دور آیا تو پہلے یہودیت پیدا ہوئی اور پھر عیسائیت نے جنم لیا۔

حضرت ابراہیمؑ کا اصل کام دنیا کو اللہ کی اطاعت کی طرف بلانا اور اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کے مطابق انسانوں کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کا نظام درست کرنا تھا۔ وہ خود اللہ کے مطیع تھے، اس کے دیئے ہوئے علم کی پیروی کرتے تھے۔ دنیا میں اس علم کو پھیلاتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ سب انسان مالکِ کائنات کے مطیع ہو کر رہیں۔ یہی خدمت تھی جس کے لئے وہ دنیا کے امام و پیشوا بنائے گئے تھے۔ ان کے بعد یہ امامت کا منصب ان کی نسل کی اس شاخ کو ملا جو حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ سے چلی اور بنی اسرائیل کہلائی۔ اسی میں انبیاء پیدا ہوتے رہے۔ اسی

کو راہِ راست کا علم دیا گیا، اسی کے سپرد یہ خدمت کی گئی کہ اس راہِ راست کی طرف اقوامِ عالم کی رہنمائی کرے۔ اور یہی وہ نعمت تھی جسے اللہ تعالیٰ بار بار اس نسل کے لوگوں کو یاد دلاتا رہا ہے، اسی شاخ نے حضرت سلیمان کے زمانے میں بیت المقدس کو اپنا مرکز قرار دیا۔ اس لئے جب تک یہ شاخ امامت کے منصب پر قائم رہی، بیت المقدس ہی دعوت الی اللہ کا مرکز اور خدا پرستوں کا قبلہ رہا۔"

(تفہیم القرآن جلد اوّل)

یہی وجہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ بیت المقدس کو اس وقت تک قبلہ بنائے رہے جب تک بنی اسرائیل کو باضابطہ امامت سے معزول کرنے کا خدائی اعلان نہ ہوا۔ اسی لئے مسلمانوں میں آج تک بیت المقدس کو قبلہ اوّل ہونے کا شرف حاصل ہے اور تین مقدس زیارت گاہوں میں ایک بیت المقدس بھی ہے۔

(۱) خانۂ کعبہ (۲) مسجد نبویؐ (۳) بیت المقدس

ایک مسلمان کو جتنی عقیدت ان تین مقامات سے ہو سکتی ہے حضورؐ کے اس قول سے ظاہر ہے کہ مذہبی تقدس کے جذبے سے کسی زیارت گاہ کا سفر اختیار نہ کرو مگر ان تین مقامات کے لئے بیت اللہ شریف، مسجد نبویؐ، بیت المقدس۔

مسجدِ اقصیٰ اور معراج النبی

قبلۂ اوّل بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) کو سرورِ کائنات سیدِ عالم

toobaa-elibrary.blogspot.com

محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج سے، فضیلت کے اعتبار سے بڑا تعلق ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس کا تذکرہ سورۃ بنی اسرائیل کے ابتدائی حصہ میں معراج شریف کے بیان کے ساتھ وابستہ ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ ۱۷۔ بنی اسرائیل ۱۔

"پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام (یعنی کعبہ شریف) سے مسجد اقصیٰ تک جس کو گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے تاکہ اس بندے کو دکھلائیں اپنی قدرت کے کچھ نمونے، بے شک وہی ہے سب کچھ سننے اور دیکھنے والا۔"

اس آیت کریمہ میں مسجد اقصیٰ کو بابرکت مقام قرار دیا گیا ہے۔ جہاں سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنا حیرت انگیز شبانہ سفرِ نبوی کا ایک حصہ پورا کرتے ہیں اور یہیں سے عالمِ ملکوت کی طرف پرواز کرنے کے لئے جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں آپ کے قدمِ مبارک کا بغیر کسی ہوائی جہاز یا راکٹ کے صدہا میل مکہ معظمہ سے مسجد اقصیٰ میں تشریف فرما ہونا ہی بہت بڑا زبردست معجزہ ہے۔ لیکن اس سے بھی کہیں زیادہ حیرت انگیز وہ سفر ہے جو یہاں سے شروع ہوا اور قدمِ مبارک اسی مقدس زمین سے اُٹھ گئے تاکہ کروڑوں، اربوں، کھربوں میل کی مسافت طے کر کے ملکوتی پرواز کے ساتھ انسانیت کا سردار اسی مقام پر پہنچ سکے جہاں شہنشاہِ کائنات کی طرف سے اُسے بلایا گیا تھا۔ ایک بار عالمِ ملکوت پر انسان کی فضیلت پھر

واضح ہو گئی کہ جبرئیل امین ایک معین مقام پر ٹھہر گئے اور انسانیت اس سے بھی زیادہ عروج کی منزل طے کر گئی۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔

تھک کے جبرئیل بھی رستے سے پلٹ آئے | کتنا اونچا ہے خدا جانے مسلماں کا مقام

مسجد اقصیٰ قبلۂ اول اور مقامِ محترم تو یوں بھی تھا۔ لیکن معراجِ نبویؐ میں حضورؐ کے سفر میں عالمِ ناسوت اور عالمِ ملکوت کا درمیانی مقام بھی مسجد اقصیٰ جب بن گئی تو عقیدت اور احترام و تقدس کا ایک اور تعلق بھی قائم ہو گیا۔ آدمیت کے عروج کی یہ داستان قرآن کی ۵۳ نمبر کی سورت میں کوئی دیکھے تو اُسے پتہ لگ جائے کہ فی الواقع حضورؐ کی عظمت، مرتبہ اور بلندی لا انتہا ہے۔ انسانیت کو آپ کی ذات سے بڑا شرف حاصل ہوا ہے۔ جس پر رشک اگر فرشتوں کو بھی آنے لگے تو تعجب نہیں۔

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہ کامل نہ بن جائے

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت یوسفؑ اور یہودی قوم

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ آپ ابھی ابھی پڑھ چکے ہیں۔ زندگی کے آخری ایام میں حضرت نے فلسطین کے ایک گاؤں میں سکونت اختیار کی اس وقت آپ کے خاندان میں جو لوگ آپ کے ساتھ تھے وہ آپ کے بیٹے حضرت اسحاقؑ اور پوتے حضرت یعقوبؑ انہیں حضرت یعقوبؑ کا پیار کا نام اسرائیل بھی تھا۔ ان کی اولاد میں حضرت یوسف سمیت کل بارہ لڑکے تھے۔ جن میں سے ایک کا نام یہودہ تھا۔ بنی اسرائیل پر جب دینِ حنیف کا غلبہ کم ہوا تو نسل پرستی کا بھوت ان پر سوار ہونے لگا۔ یہ مسلم کے بجائے یہودی کہلانا زیادہ پسند کرنے لگے۔ حالانکہ اگر نسلی نام رکھنا تھا تو ابراہیمی، اسحاقی، یعقوبی، کہلانا کافی تھا۔ لیکن جس طرح ہم کو مسلم کہلانے سے شافعیؔ حنفی، مالکی، دیوبندی، بریلوی، شیعہ، سُنّی، کہلانا زیادہ پسند ہے، اسی طرح ان بے چاروں کو بھی یہودی کہلانا زیادہ اچھا معلوم ہوا۔

حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹوں میں حضرت یوسفؑ بھی ایک تھے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے عظمت کے مینار پر متمکن فرمایا، قرآن پاک میں ایک سورۃ کا نام بھی سورۂ یوسف ہے، اسے بھی مطالعہ فرمایئے، ایک بہترین قصہ کے ساتھ بنی اسرائیل کو سلطنت کے دائرے میں آنے کی راہیں آپ پر منکشف ہوں گی۔ لیکن یہاں ہم چند ضروری باتوں پر ہی اکتفا کریں گے۔

حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے مارے حسد کے انہیں کنویں میں پھینک دیا۔ اپنی دانست میں تو یہ لوگ سمجھ بیٹھے کہ راستے کا کانٹا صاف ہوا لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ راہ چلتے قافلے والوں نے انہیں اس کنویں سے نکالا اور مصر کے بازار میں بطور غلام کے بیچ ڈالا۔ مصر میں حضرت یوسفؑ کا خریدار حکومت کا ایک اعلیٰ حاکم بنا اور انہیں اپنے گھر کے کام کاج کے لئے رکھ چھوڑا۔ یوسفؑ جب جوانی پر پہنچے تو اسی افسر کی بیوی ان پر عاشق ہوئی۔ خدا کی مدد شاملِ حال ہوئی اور یوسفؑ کی عفت اور ان کا ناموس بحفاظت رہا۔ اس عورت کی دعوتِ عشق کو انھوں نے رد کر دیا۔ عورت بپھری ہوئی شیرنی کی طرح اپنے جذبات کی تسکین کے لئے دروازے بند کر کے حضرت پر ٹوٹ پڑی۔ لیکن خدا نے حفاظت فرمائی۔ پھر بھی اس نے حضرت پر ہی دست درازی کا الزام لگایا۔ بے ایمان حکمرانوں کی پرانی سنت پر عمل ہوا۔ حضرت یوسفؑ کو جیل خانہ جانا پڑا۔ جرم کیا تھا؟ ؎

نرالی ہے عدالت مدعی خود جس کے قاضی ہیں یہاں جو بے خطا نکلے اُسے چھوڑا نہیں کرتے

جیل خانہ میں وحدانیت کی دعوت حضرت یوسفؑ کی زبانی سورۂ یوسف کی ان آیات میں ملاحظہ فرمایئے:۔

اِنِّیْ تَرَکْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ○ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ○ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○

toobaa-elibrary.blogspot.com

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ ۱۲- یوسف - ۳۷ - ۳۸ - ۳۹ - ۴۰ -

"واقعہ یہ ہے کہ میں نے ان لوگوں کا طریقہ چھوڑ کر جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں، اپنے بزرگوں، ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں۔ درحقیقت یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور تمام انسانوں پر، کہ اس نے اپنے سوا کسی کا بندہ ہمیں نہیں بنایا۔ مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اے قید خانہ کے ساتھیو! تم خود ہی سوچو کہ بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہے؟ اس کو چھوڑ کر تم جن کی بندگی کر رہے ہو وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباواجداد نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے ان کے لئے کوئی سند نازل نہیں کی۔ فرمانروائی کا اقتدار اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں ہے۔ اس کا حکم ہے کہ خود اس کے سوا تم کسی کی بندگی نہ کرو۔ یہی ٹھیٹھ سیدھا طریقہ زندگی ہے۔ مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔"

یہ تقریر قید خانے کے دو ساتھیوں کو ان کے خواب کی تعبیر بتانے سے قبل حضرت یوسفؑ نے فرمائی۔ اس تقریر سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ دعوتِ یعقوبی

کا عکس حضرت یوسفؑ کے ذہن پر برسوں سے باپ سے جدائی کے بعد بھی مٹ نہیں سکا اور موقع پاتے ہی اپنے عقیدے کو واضح طور پر پیش بھی کر دیا۔ اور اللہ و آخرت کے منکروں کی ملّت کو ترک کرنے کا اعلان بھی کر دیا۔

اللہ کی توحید کے لئے ایسا زبردست اور مضبوط عقیدہ رکھنے والی ذاتِ اقدس حضرت یوسف ان بنی اسرائیلیوں کو اپنے انتساب کے لئے پسند نہیں آئی کہ وہ اپنے آپ کو یوسفی مشہور کرتے۔ مگر ایک معمولی بھائی یہودہ کے نام سے یہودی مشہور ہونا پسند کیا تاریخی طور پر نہ صرف عوام بلکہ علماء و فقہاء بنی اسرائیل بھی اس کھڈ میں گرنے سے بچ نہ سکے۔

خیر قصہ مختصر یہ کہ خواب کی تعبیر رہائی کا سبب بنی اور ربِ اکبر نے مصر کے تختِ سلطنت پر حضرت یوسف کو اپنی مخصوص تدبیروں سے متمکن کر دیا۔ مصری سلطنت پر قابض ہونے کے بعد کنعان سے اپنے والد حضرتِ یعقوبؑ اور تمام بھائیوں سمیت پورے خاندان کے ۶۷ افراد کو مصر میں لا بسایا۔ یہیں سے بنی اسرائیل کی مصر میں آمد کا دور شروع ہوا۔

ایک طرف حضرت یوسفؑ کا اقتدارِ اعلیٰ منہاج النبوۃ پر قائم ہوا۔ دوسری طرف آپ ہی کی سرپرستی میں مصری عوام کو دینِ ابراہیم کا درس، خاندانِ اسرائیل کے افراد کے ذریعہ جاری ہوا۔ رفتہ رفتہ مصری عوام میں یہ بات عام ہوئی۔ حضرت یعقوبؑ سے نسلی تعلق رکھنے والے ان بنی اسرائیلیوں کو ملک میں اقتدارِ اعلیٰ پر متمکن ہونے کے سبب سے بلند ترین درجہ عطا ہوا۔ اور مزید عروج و استحکام کا ذریعہ خدا کے دین کی دعوت ثابت ہوئی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

لگ بھگ چار سو سال تک مصری اقتدار بنی اسرائیل کے ہاتھوں میں رہا۔

اہلِ مصر میں جو لوگ اسلام لائے ان کا مذہب ہی نہیں بلکہ تہذیب۔ تمدّن اور طرزِ زندگی غیر مسلم مصریوں سے الگ تھلگ ہو گیا۔

اب یہ اسرائیلی قافلہ دورِ موسیٰ تک لگ بھگ بیس لاکھ کی تعداد تک پہنچ گیا۔ خاندانِ یعقوبی کی اولاد اور دوسرے فرزندانِ توحید اپنے مقام کو بھول کر مصری تمدّن اور تہذیب کے مشرکانہ عقائد و اعمال میں گرفتار ہوئے ٹھیک آج کے ہندوستانی مسلمانوں کی طرح جنہوں نے اپنی ہمسایہ قوموں کی بہت سی رسمیں اور بُت پرستی کے بہت سے عقائد باطلہ کو زبردستی اپنے بزرگوں کی تعلیم میں خلط ملط کر دیا — اور قبر پرستی کی ایک نئی شریعت قرآن و حدیث کے مقابلے میں کھڑی کر دی۔

یہی جرم صدیوں پہلے بنی اسرائیل کر چکے تھے۔ اور ٹھیک اسی شرک کو مٹانے اور بنی اسرائیل کو سدھارنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے متعدد انبیاء کرام ان میں مبعوث فرمائے۔ یہ ظالم شرک و بُت پرستی میں اپنی ہمسایہ قوموں سے لئے ہوئے مستعار عقائد کی محبّت میں اتنے اندھے ہو چکے تھے کہ انبیاء کرام کو قتل کرنے میں بھی انہیں حجاب نہیں رہا۔

قتلِ انبیاء اور شرک جیسے عظیم اور ناقابلِ معافی جرم کے سبب ان پر اللہ تعالیٰ کا غصہ بھڑک اٹھا اور فرعونیوں کی غلامی میں یہ لوگ ایسے جکڑے گئے کہ اگر حضرت موسیٰؑ جیسے جلیل القدر، کلیم اللہ، اور صاحبِ توراۃ نبی نہ بھیجے جاتے تو عالم میں ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہ پاتا۔

حضرت موسیٰؑ کی مسلسل جدوجہد کے بعد خدا نے بنی اسرائیل کو نجات دی

اور نہ صرف مصر بلکہ فلسطین جو حضرت یعقوبؑ کا آبائی وطن تھا اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد فرمایا اور توراۃ کو روئے زمین پر قائم کرنے کی جوابدہی ان پر ڈالی گئی جس کا تذکرہ آگے آئے گا۔

لیکن جب دورِ موسیٰؑ کے بعد ان میں پھر بگاڑ آیا تو وہی کچھ حرکتیں انھوں نے شروع کیں جو حضرت موسیٰؑ سے قبل مصری کرتے آرہے تھے۔ مگر پھر بھی کلّی طور پر انھوں نے دینِ موسیٰؑ کو چھوڑا نہیں تھا۔ اور توراۃ کو ترک نہیں کیا تھا۔ البتہ ان کے بعض مکّار اور دنیا پرست عالم و رہبان توراۃ میں کتر بیونت کر کے دین کا حلیہ ضرور بگاڑتے رہے۔ اسی دینی بگاڑ کو دور کرنے کے لئے اور توراۃ مقدس کے احکامات کو علی حالہٖ برقرار رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسلسل انبیاء علیہم السلام کی بعثت ان میں جاری رکھی۔ حتیٰ کہ حضرتِ مسیحؑ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی ہدایت کے لئے سلسلۂ انبیاء بنی اسرائیل کے آخر میں بھیج کر اسرائیلی انبیاء کے تسلسل کو موقوف فرما دیا۔ اور مسیح ابن مریمؑ کی زبانِ مبارک سے احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی منادی کرا دی۔

بائبل میں یہودی کفریات

آمدِ مسیحؑ کے قبل بنی اسرائیل میں انبیاء کی بعثت کے موقع پر جب جب اس بگڑی ملّت کے صالح افرادِ نبیوں کے جھنڈے تلے جمع ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی سلطنتیں بھی ان کے دم سے قائم کر دیں۔ حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ کا دَور اس بات پر بیّن شہادت ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

لیکن ملّت کا بگاڑ کسی سیاسی طاقت کے ذریعہ اس وقت دور ہوتا ہے جبکہ شریعت خداوندی کی پابندی کا جذبہ ملّت میں پایا جاتا ہے۔ یہاں تو حضرت داؤد وسلیمانؑ کے دنیا سے جانے کے بعد بنی اسرائیل کے بدکار و مشرک سیاسی و مذہبی رہنماؤں نے خود اپنے سلاطین اور انبیاء کی سیرتوں کو اس طرح سے مسخ کر دیا کہ خدا کا کوئی نبی تو کیا معمولی سیرت کا حامل مومن بھی ایسی سیرت سے ہزار بار اللہ کی پناہ مانگے گا۔

بنی اسرائیل کے اس گھناؤنے جرم پر آج بھی توریت کے محرّف نسخے گواہی دیتے ہیں۔ نہ صرف حضرت داؤد وسلیمانؑ کے ساتھ ہی ان ظالموں نے ایسی گستاخی کی ہے بلکہ بہت سے نبیوں کو اپنی سیرت کی گراوٹ پر لے آئے ہیں تاکہ دنیا سے اپنی بدکاری پر طعنے سنتے وقت یہ کہہ سکیں کہ یہ اعمالِ بد تو ہم کو فلاں نبیوں کی سیرت سے ملے ہیں۔ خدا کی پناہ! قلم میں ہمت نہیں کہ ان واقعات کو نقل کر سکے۔ مگر اس کا کیا علاج؟ اب اس مردود قوم کو برسرِ عام بے نقاب کرنے کے لئے خود ان کی اپنی تحریف شدہ کتبِ مقدسہ کو سامنے لائے بغیر چارہ نہیں۔ ایک مسلمان کا عقیدہ توراۃِ مقدس پر ایسا ہی ہوتا ہے جیسا قرآنِ پاک اُسے مکلف قرار دیتا ہے۔ مگر جب اس بگڑی امت نے خود اپنی مذہبی کتاب کے سہارے اپنی بداعمالی اور بدکاری کو آج بھی منظرِ عام پر رکھا ہے تو اسے پیش کرنا چاہیے۔

حضرت لوطؑ ہوں یا ابراہیمؑ و داؤد، سلیمانؑ ہوں یا اسحاقؑ سب اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندے ہیں۔ قرآن پاک نے ان کی تعریف میں یہ کہا کہ:-

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ۝ (۳۸-ص-۴۷)

"اور وہ حضرات ہمارے یہاں سب سے اچھے اور منتخب لوگوں میں سے ہیں"۔

ان مقدس ہستیوں کو اللہ پاک نے انسانوں کو اپنا پیغام پہنچانے اور نیکی و ہدایت کی طرف بلانے کے لئے دنیا میں بھیجا تھا۔ ان کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی سند خود اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ مگر بائبل میں ان مقدس ہستیوں پر ایسے ایسے رکیک الزامات اور بے ہودہ تہمتیں لگائی گئی ہیں کہ جن کو پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہم بائبل کے چند ابواب کا ذکر کر رہے ہیں تاکہ قرآن کریم سے تقابل کر کے بائبل کی تحریف کا اندازہ کیا جا سکے۔

- ۱- "لوطؑ نے شراب سے بدمست ہو کر اپنی بیٹیوں سے زنا کیا۔" (پیدائش ۹ / ۳۱ تا ۳۸)
- بڑھاپے میں داؤدؑ کا پہلو گرم کرنے کے لئے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ملک کی جوان کنواری حسینائیں لائی جاتی تھیں۔ (سلاطین ۱ / ۱ تا ۴)
- "داؤدؑ نے اوریاہ کی بیوی کو محل میں بلا کر اس سے زنا کیا۔" (۲-سموئیل ۱۱ / ۴)
- "اور پھر اوریاہ کو قتل کروا کر اس کی عورت کو بیوی بنا لیا۔" (۲-سموئیل ۱۲ / ۱)
- "حضرت سلیمانؑ اسی عورت سے پیدا ہوئے۔" (متی ۱ / ۶)
- "سلیمانؑ بوڑھے ہو گئے تو ان کی بیویوں نے ان کا دل غیر معبودوں کی طرف مائل کر دیا۔" (۱-سلاطین ۱۱ / ۴)

خدا مجھے معاف کرے دل پر پتھر رکھ کر یہودی کفریات ان کی کتب سے شامل کر دیں تاکہ معلوم ہو کہ یہودی کیا کچھ ہیں۔

بائبل نے نعوذ باللہ پیغمبروں کو شرابیوں، زانیوں، قاتلوں، مشرکوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور بت پرستوں کی صف میں لاکھڑا کر دیا۔ اس سے بڑھ کر انبیاء علیہم السلام کی بے ادبی ساری دنیا میں کسی قوم نے نہیں کی۔

دیکھا آپ نے بنی اسرائیل کی اپنے انبیاء کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کو اب یہی اسرائیل، بنی اسرائیل نہیں رہے تھے بلکہ نسلی تفوق اور برتری کے جذبے نے انہیں مسلم اور اسرائیل سے صرف یہودی بنا کر چھوڑا۔ اور یہ اب عالم میں آسمانی آواز کے مطابق یہودی بن جانے والے مشہور ہوئے، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جا بجا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْا (اے وہ لوگو جو یہودی بن گئے) کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ یعنی یہ خود ہی یہودی بن بیٹھے۔ خدا نے اور اس کے کسی نبی نے انہیں یہودی بن جانے کا حکم نہیں دیا تھا، جس طرح آج ہم ہزار ٹولیوں میں بٹے ہوئے ہیں مگر الحمد للہ ایک موقع پر تو مان لیے جاتے ہیں کہ ہم سب مسلمان ہیں اعداء دین و ملت جب اپنے خونخوار پنجوں میں جکڑتے ہیں تو ہم سب کو مسلمان ہی دیکھتے ہیں۔ وہ پھر مطلق تمیز نہیں کرتے کہ شیعہ ہے یا سنی، رافضی ہے یا وہابی، مقلد ہے یا غیر مقلد۔ خیر الحمد للہ ہم اتنے بیمار نہیں ہیں کہ لاعلاج مریض بن چکے ہوں البتہ کبھی کبھار روگ بڑھ جانے پر کچھ نہ کچھ مزاج پرسی کرا دی جاتی ہے کہ ہم ملتِ اسلامی میں واپس پلٹ آئیں۔

مگر بنی اسرائیل، یہود ہو کر پھر ملت اسلامی میں پلٹ کر واپس نہ آئے اور اجتماعی طور پر دین ابراہیمی کو چھوڑ کر یہودی اور صرف یہودی بن گئے اور آج تک ان کو دینِ ابراہیمی میں واپس آنا نصیب نہ ہوا۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر موقع دیا گیا کہ ملت ابراہیمی پر لوٹ آئیں۔ ان میں سے جو صالح افراد

یہودیت سے نکل کر اس ملتِ اسلامی میں واپس آئے وہ آج بھی ہمارے ہیرو ہیں۔ جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر افراد۔ آپ کو تعجب ہوگا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو تمام مسلمانوں کی ماں ہیں، ایک بڑے یہودی عالم کی بیٹی تھیں۔ بنی اسرائیل اور یہود میں جو سعید تھے وہ تو دربارِ نبوت کے پروانے بن گئے۔ اور جو شقی و بدبخت تھے ان کو روشنی نورِ محمدیؐ سے بھی نہ مل سکی۔ سچ ہے:-

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (۲۴۔ النور۔ ۴۰)

"جسے اللہ روشنی سے محروم کر دے اُسے روشنی کہیں بھی نہیں مل سکتی۔"

اور یہی بدبخت گروہ اب عالم اسلام تو کیا ساری دنیائے انسانیت کے لیے ایک عظیم خطرہ ہے جس قوم کی کوکھ سے انبیائے کرام پیدا ہوئے، بعد ازاں جب وہ مرتد ہوئی تو اسی قوم سے دجال مردود کا پیدا ہونا ہی باقی ہے۔ اور یہ ہو گا بھی۔ احادیث نبویہ میں فتنۂ یہود اور دجال کی جو کچھ پیش خبری ہے وہ دنیا کی کسی کتاب میں آپ کو نہیں مل سکتی۔

اپنی زبان و قلم سے ہم اس مضمون کو طول دینا نہیں چاہتے۔ بلکہ اب ہم آیاتِ قرآنی سے حقیقتِ یہود کو بے نقاب کریں گے اس لیے اب سلسلہ وار ان آیاتِ قرآنی کو ہم آگے درج کریں گے جو کلام پاک میں اس مرتد قوم کے متعلق بیان فرمائی گئی ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بنی اسرائیل کون تھے؟

یٰبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِکُمْ وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ۝ (۲-البقرۃ-۴۰-)

"اے بنی اسرائیل! میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کئے اور اس اقرار کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا۔ میں بھی اس اقرار کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا تھا۔ اور تم صرف مجھ سے ڈرتے رہنا۔"

اسرائیل کے معنی ہیں عبداللہ یا بندۂ خدا۔ یہ حضرت یعقوبؑ کا لقب تھا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا تھا۔ وہ حضرت اسحاقؑ کے بیٹے اور حضرت ابراہیمؑ کے پوتے تھے۔ انہیں کی نسل کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ انہیں میں حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے اور توریت اتری۔ حضرت موسیٰؑ نے انہیں فرعون کے مظالم سے خلاصی دلا کر ملک شام میں لا بسایا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا تھا کہ احکامِ توریت پر قائم رہو گے اور جو بھی نبی میں بھیجوں گا اس کے مددگار بنو گے، یہی تھا وہ عہد جو بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا۔ آج بھی توریت میں جا بجا اُسے دیکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً بائبل کی کتاب استثنار باب ۲۶ آیت ۱۷ میں بتایا گیا کہ

"اے بنی اسرائیل تو نے آج کے دن یہ اقرار کیا ہے کہ خداوند میرا خدا ہے اور میں اس کی راہوں پر چلوں گا اور اس کی شرطوں اور اس کے

احکام کو مانوں گا اور اس کی آواز کو سنوں گا۔"

تاریخی طور پر یہاں ایک بات سمجھ لینی چاہیئے تاکہ آئندہ مضامین کے احاطے کے لئے مفید ثابت ہو کہ حضرت ابراہیمؑ عراقی پھر شامی پھر حجازی تھے۔ آپ کی ذاتِ اقدس سے دو نسلیں چلیں جن کا زمانہ ۲۱۶۰ سے ۱۹۸۵ قبل مسیح سے شروع ہوا۔ ایک نسل بی بی ہاجرہ علیہا السلام مصری کے بطن کے فرزند حضرت اسماعیلؑ سے چلی جو بنی اسماعیل کہلائی۔ آگے چل کر اسی کی ایک شاخ قبیلۂ قریش بنی۔ ان کا وطن حجاز و عرب رہا۔ دوسری نسل حضرت ابراہیمؑ کی دوسری بی بی، بی بی سارہ علیہا السلام عراقی کے بطن سے حضرت اسحاقؑ اور ان کے فرزند حضرت یعقوبؑ (عرف اسرائیل) سے چلی جو بنی اسرائیل کہلائی۔ اس نسل کا وطن ملک شام رہا۔ قدیم جغرافیہ میں فلسطین کوئی الگ ملک نہ تھا بلکہ ملکِ شام ہی کا ایک جز تھا۔ بنی اسرائیل کا عروج صدیوں تک رہا۔ توحید کی علمبردار دنیا میں یہی قوم رہی۔ انبیاء و مرسلین ان کے درمیان آتے رہے۔ بڑے بڑے عابد و زاہد ان میں پیدا ہوتے رہے۔ حکمراں، سلاطین اور فوجی جنرل اس نسل کی کوکھ سے دنیا میں آئے۔ اس طرح "بنی اسرائیل" آگے چل کر ایک قومی و نسلی اصطلاح بن کر رہ گئی۔ اور مذہبی حیثیت سے بگڑتے بگڑتے یہ نسل یہودی مشہور ہوئی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مدینہ میں نزولِ قرآن کے وقت بنی اسرائیل کو دعوتِ ایمان

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّاىَ فَاتَّقُوْنِ ۝

(۲۔ البقرۃ - ۴۱)

"اور اس کتاب پر ایمان لے آؤ جو میں نے اب نازل کی ہے۔
یہ کتاب اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو تم کو دی گئی تھی۔ لہذا
سب سے پہلے منکر تم نہ بن جاؤ۔ اور میری آیات میں تحریف کر کے
ان کے بدلے دنیاوی منفعت نہ حاصل کرو اور میری ناراضی سے بچو:"

نزولِ قرآن کے وقت مدینہ طیبہ میں جو یہودی آبادی تھی انہیں یہاں خطاب کیا گیا ہے۔ اور انہیں قرآن کریم پر ایمان لانے اور اس کام میں شرکت کرنے کی دعوت دی گئی جو خود ان کا اپنا کام تھا انہیں بتایا گیا کہ یہ قرآن اور یہ نبیؐ وہی پیغام اور وہی کام لے کر آئے ہیں جو اس سے پہلے تمہارے انبیاء اور تمہارے پاس آنے والی آسمانی کتابوں میں موجود ہیں تاکہ تم خود بھی اس پر چلو اور دنیا کو اس کی طرف بلانے اور چلانے کی دعوت دو۔ یہ کوئی بیگانہ اور اجنبی دعوت نہیں ہے۔ یہ تمہاری اپنی چیز ہے۔ لہٰذا اس کا انکار کرنے میں پہل نہ کرو۔ اور

جانتے بوجھتے حق کی مخالفت نہ کرو۔

ساتھ ہی انہیں یہ یاد دلایا کہ اللہ کی کتاب میں تحریف کر کے مالی منفعت اور مذہبی چودھراہٹ جو تم نے حاصل کی ہے وہ خدا کی ناراضگی کا سبب بنے گی۔ اس لئے تم کو چاہیئے کہ اب ان حرکتوں سے باز آجاؤ ورنہ تمہاری دیکھا دیکھی جتنے لوگ قرآن کا انکار کریں گے ان سب کے بانیٔ اول تم ہو گے۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

دعوتِ اقامتِ صلوٰۃ

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ○

(۲۔ البقرہ ۴۳)

"نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جو لوگ میرے آگے جھک رہے ہیں ان کے ساتھ تم بھی جھک جاؤ۔"

نماز اور زکوٰۃ ہر زمانے میں دینِ اسلام کے اہم ترین ارکان رہے ہیں۔ تمام انبیاء کی طرح انبیاء بنی اسرائیل نے بھی اس کی سخت تاکید کی تھی۔ مگر یہودی ان سے ٹھیک ایسے ہی غافل ہو چکے تھے جیسے آج کے مسلمان نماز و زکوٰۃ سے لاپروا ہو چکے ہیں۔

نماز باجماعت کا نظام یہودیوں میں متروک ہو چکا تھا، اور ان کی اکثریت بھی انفرادی نماز کی ایسی ہی تارک ہو چکی تھی جیسی آج کی امتِ محمدیہ۔

غور کیجئے اس آیتِ کریمہ پر کہ یہود کو اقامتِ صلوٰۃ اور ایتاءِ زکوٰۃ کی دعوت دینے والے دینِ حق کے پیرو آج کس حالت میں پہنچ گئے ہیں، آخر ہم کو عالمِ یہود پر فضیلت اسی لئے دی گئی تھی کہ ہم ارکانِ دین کو ان کے مقابلے میں زیادہ مستعدی سے قائم کرنے والے تھے۔ مگر زمانہ حال میں مسلمانوں کا حال کسی سے چھپا نہیں رہا۔ ان کے پاس سب کچھ ہے مگر احکاماتِ الٰہی کی پابندی نہیں۔ بس یہی چیز یہود کے مقابلے میں مسلمانوں کی ذلت و رسوائی کا باعث کہی جائے تو کیا غلط ہے۔؟

بے عمل علماءِ یہود

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○

(۲۔ البقرہ ۴۴)

"تم دوسروں کو تو نیکی کا حکم کرتے ہو مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔ حالانکہ تم کتاب کی تلاوت بھی کرتے ہو۔ کیا تم عقل سے کام نہ لوگے؟"

یہود کا مذہب صرف دوسروں کو احکامِ شرع بتانے پر موقوف تھا۔ اور یہ شرعی احکامات ان کے علماء و رہبان کی فقہی آراء اور ان کی نسلی اور قومی تاریخ پر زیادہ مشتمل تھے۔ کتابِ الٰہی کا حصہ اس میں کم سے کم تھا۔ مگر روئے زمین پر وہ ایک ایسا مذہبی گروہ تھے جنہیں قرآن نے اہلِ کتاب کہہ کر مخاطب کیا۔ اس لئے ان کے مذہبی عقائد و خیالات کا اثر عوام الناس پر نزولِ قرآن کے وقت بہر حال موجود تھا۔ انہیں اسی پر تنبیہ کی گئی کہ خدا کی کتاب کی تلاوت اور عقل دونوں کی مدد سے وہ خود اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔ ساری دنیا اگر عالم و عاقل بن جائے اور تم دوزخ کے ایندھن بنو تو یہ بات کوئی سمجھداری کی نہ ہوگی۔ بلکہ تمہارے اپنے نقصان اور ابدی خسران کی ہوگی

toobaa-elibrary.blogspot.com

تورات میں جابجا ایسے بے عمل علماء کی مذمت کی گئی ہے۔

اس حکمِ قرآن کے معلوم ہونے کے بعد ہم مسلمانوں پر بھی لازم ہے کہ ہم تلاوتِ کلام اللہ اور عقل کی روشنی میں اپنے نفس کو نیکی اور راستی کا پابند بنائیں۔

صحیح راہِ عمل

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخٰشِعِينَ ﴿٤٥﴾ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلٰقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رٰجِعُونَ ﴿٤٦﴾

(۲۔ البقرہ ۴۵/۴۶)

"اور صبر و نماز سے سہارا حاصل کرو۔ بے شک نماز کی پابندی ایک دشوار امر ہے مگر ان پر کچھ بھی مشکل نہیں جو خوفِ خدا رکھتے ہیں اور جو یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں آخر کار اپنے رب سے ملنا ہے اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔"

یہود میں جب خوفِ خدا اور آخرت کا یقین رخصت ہوا تو چند صالح افراد کو چھوڑ کر پوری قوم ترکِ صلوٰۃ کی مجرم ہوئی۔ آج یہی حال ہم مسلمانوں کا ہے۔ اللہ کا خوف جب دلوں سے جاتا رہا تو نماز باقی رہ پاتی بھی تو کب تک؟ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ غیر اللہ کے خوف سے ہم دوچار ہیں طاغوت کے جبڑوں میں اپنے آپ کو کسا ہوا پاتے ہیں۔

جو کچھ کسر اس سلسلے کی رہ گئی تھی، وہ عالمِ اسلام پر یہود کی یلغار نے پوری کر دی۔ یہودیوں سے مسلمان نہیں ہارے، بلکہ بے عمل امتِ سابقہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے بے عمل امتِ موجودہ پر ہاتھ ڈال دیا۔ اب بھی ان یہود کا مقابلہ کرنے کا ہتھیار صرف ایک ہی ہے کہ ہم اللہ کا خوف اپنے اندر پیدا کریں۔ نماز و صبر سے کام لیں۔ مادّی طاقت اگر مقدار میں کم بھی ہو گی تو نصرتِ الٰہی اس کمی کو پورا کر دے گی۔

عقیدۂ آخرت کا بگاڑ اور اس کے بانی

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ
وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ
نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَـيْـــًٔـا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ
مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا ھُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ (۲۔ البقرہ ۴۷-۴۸)

"اے اسرائیل کے بیٹو یاد کرو میری اس نعمت کو جس سے میں نے تمہیں نوازا۔ اور ساری دنیا پر اس وقت تمہیں فضیلت دی تھی اور ڈرو اس دن سے جب کوئی نفس کسی کے کچھ کام نہ آ سکے گا اور نہ اس دن کسی کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اور نہ فدیہ لے کر کسی کو چھوڑا جائے گا۔ اور نہ اس دن کسی کی طرفداری چل سکے گی۔"

یہ تذکیرِ نعمت اس وقت کی بیان ہو رہی ہے جبکہ بنی اسرائیل واقعی بنی اسرائیل تھے اور ان کے ہاتھوں میں خدا کی کتاب تھی اور ان کی گردنوں میں ان کے نبیوں کی اطاعت کا پٹہ پڑا ہوا تھا۔ تب واقعی تمام دنیا کی قوموں میں ایک بنی اسرائیل ہی ایسی قوم تھی جس کے پاس اللہ کی کتابوں کا علم تھا۔ مگر اب ان کے بگاڑ کی نشاندہی کی جا رہی ہے کہ جس کی وجہ سے آستانہ عرشِ عظیم سے انہیں دھتکارا گیا۔ ان کا بگاڑ یہی کچھ تھا کہ ہم اللہ کے نبیوں کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

اولاد ہیں، بڑے بڑے مرسلین، زہاد، اتقیاء اور اولیاء سے نسبت رکھتے ہیں ان کا دامن پکڑے ہوئے ہیں، ہماری بخشش انہیں بزرگوں کے ذریعہ ہو جاتی ہے، خدا کو اپنے پیاروں کی اولاد کی بات مانے بغیر چارہ نہیں ہے۔ نعوذ باللہ۔ گویا خدا کے دربار کو پارلیمنٹ سمجھ رکھا تھا کہ جہاں ایک منسٹر دوسرے منسٹر یا صدر پر دباؤ ڈال کر بات منوا سکتا ہے، چاہے قانون میں گنجائش ہو یا نہ ہو۔

انہیں عقائدِ باطلہ کی وجہ سے یہ لوگ خیر سے لاپرواہ، گناہوں کے چکر میں گھرے رہتے تھے، ظاہر ہے کہ ایسی قوم نماز، روزہ، تقویٰ، صبر، ایثار زکوٰۃ جیسے نفس کو روندنے والے اعمال کرنا بھی چاہتی تو نہ کر سکتی تھی اسی لئے ان کے عقائدِ باطلہ کا تجزیہ کر کے حقیقت حال سمجھائی گئی، ساتھ ہی ساتھ بنی اسرائیل کے مقام پر شہادتِ حق ادا کرنے کے لئے امتِ محمدیہ کا تقرر ہونے جا رہا تھا، اس لئے اس گمراہ قوم کی داستان بڑی تفصیل سے بیان کر دی گئی تاکہ یہ امت بھی ان وادیوں میں بھٹکتی نہ پھرے جہاں یہود بھٹکتے آ رہے ہیں مگر افسوس ہم مسلمانوں کی حالت بھی عقائد میں کچھ ایسی ہی پائی جاتی ہے۔

ع
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

دورِ موسیٰ علیہ السلام اور یہود

وَاِذْ نَجَّیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ○ (۲۔ البقرۃ ۴۹)

"اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تمہیں قومِ فرعون کی غلامی سے نجات دلائی، جو تم پر بڑے ستم توڑ رہے تھے، تمہارے بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے۔ اس میں تمہارے رب کی طرف سے تم پر زبردست بلا ڈالی گئی تھی۔"

ملکِ مصر وہی تھا۔ تختِ یوسفیؑ بھی موجود تھا۔ مگر بنی اسرائیل اب مسلکِ توحید سے ہٹ چکے تھے۔ پھر بھی خدا نے ان کے سدھار کے لئے انتظامات فرمائے۔ مگر یہ ظالم اس کا اُلٹا اثر لیتے تھے۔ راہِ راست پر چلنے کی دعوت دینے والوں کو قتل کر ڈالتے تھے۔ خدا کے غضب کو انھوں نے خود دعوت دی، اسی لئے اُسی ملکِ مصر میں جہاں دورِ یوسفیؑ میں ان کی حکومت قائم ہوئی تھی، فرعون نامی ایک خاندان کا انہیں محکوم بنا دیا۔ کل کے مصری سلطان آج کے غلام بنا دیئے گئے اور غلام بھی ایسے کہ تاریخ انسانی میں ایسی ذلت، بے چارگی، پستی اور مسکنت کسی قوم پر نہیں گزری۔ ایسی ذلت آمیز سزا کا تذکرہ یہاں کیا گیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تصور کیجئے ان کی پستی کا کہ ان کی نظروں کے سامنے ہر پیدا ہونیوالے لڑکے کا سر قلم کر دیا جاتا اور لڑکی کو زندہ چھوڑ دیا جاتا۔ سارے ملک میں اس قوم سے ہر ذلیل کام، حتیٰ کہ گھر کے برتنوں کی صفائی میں بھی جبراً بیگار لی جاتی۔ منبر و محراب میں توحید کا درس دینے والے جب بگڑتے ہیں تو اسی طرح کے عذاب ربّ کائنات کی طرف سے ان پر مسلط ہو جاتے ہیں۔

ظلم بہرحال ظلم ہے۔ اس ظلم کی جب انتہا ہوئی تو ربِّ اکبر نے ایک طرف تو بنی اسرائیل کے حق میں اس بلائے عظیم کو ان کے گناہوں کی دنیوی سزا کا بدل بنا دیا۔ اور انہیں مظالم کی وجہ سے آلِ فرعون پر قہرِ خداوندی ٹوٹ پڑا۔ یہی ظلم حضرتِ موسیٰؑ کی بعثت کا باعث بنا۔ اگر ان یہود کو امتِ موسیٰؑ بننے کا موقع ربّ اکبر نہ دیتا تو آج کیا آج سے تین ہزار سال قبل ہی اس کا وجود مٹ چکا ہوتا۔

عالمِ انسانیت کے معماروں کو گارے اور اینٹ کی عمارتوں پر لگا دینا ہی کچھ کم عذاب نہیں تھا۔ اس پر اولاد کے قتل جیسا بھیانک عذاب حاکمِ وقت کے ہاتھوں ٹوٹا جس کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن مسلمانو! تم بھی سمجھ لو کہ سقوطِ بغداد اور فتنۂ تاتار کے وقت دریائے دجلہ بھی تمہارے خون سے رنگین کرنے میں "حاکمِ اعلیٰ" کا اسی طرح کا کوئی فرمان کام کر گیا ہو گا۔ واقعۂ بغداد تو پچھلی نسل نے دیکھا ہے جو زیرِ زمین ہو چکی۔ لیکن سقوطِ یروشلم اور غیروں کے ہاتھوں مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی آخر کونسا انعام خداوندی ہے جو نہیں دیا گیا۔؟

اس غلط فہمی میں نہ پڑنا کہ یہود خدا کے پیارے تھے اس لئے ان سے

ہوا تا آزمائش قرار دیا جا سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب عالمِ انسانیت کی ہدایت کے لئے کسی امّت کو سرفراز فرماتا ہے پھر جب وہ امت مسلکِ توحید کو چھوڑ کر شرکیہ اعمال میں گرفتار ہوتی ہے تب ان کو سزا دینے کے لئے اولیاء اللہ نہیں بھیجا کرتا بلکہ عِبَادًا لَّنَا اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ (سخت جنگ جو اور بے رحم بندے) ہی مقرر فرماتا ہے۔ اسی لئے مصر میں جب یہود کی پٹائی ہوئی تو نیک لوگوں کے ذریعہ نہیں بلکہ آل فرعون کے ذریعہ جو خدا کے نزدیک اصحابِ نار اور مردود تھے۔ انہیں کے ہاتھوں یہود کو ذبح کرایا گیا۔ اب تو آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ قانونِ خداوندی یہی ہے۔ آپ کے ساتھ بھی صدیوں سے کاتبِ تقدیر یہی کچھ کر رہا ہے۔ بڑھو اور اس کے دامنِ رحمت میں جگہ پانے کی سعی اور کوشش کرو اور دعا کرو کہ:۔

وَاكْتُبْ لَنَا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَیْكَ ط

(۷۔ الاعراف ۱۵۶۔)

"اے ہمارے مالک اس دنیا کی بہتری اور آخرت کی کامیابی ہمارے لئے لکھ دے۔ ہم تیری راہ پر پڑ چکے ہیں۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

دشمن غرقِ دریا ہوئے

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○ (۲۔ البقرۃ ۵۰۔)

"اور یاد کرو وہ وقت جب ہم نے سمندر پھاڑ کر تمہارے لئے راستہ بنایا اور تمہیں نجات دلائی۔ اور آلِ فرعون کو غرقِ آب کیا اور یہ سب تم دیکھ ہی رہے تھے۔"

حکومتِ وقت یعنی فرعون نہ تو انہیں مصر میں ٹھیک سے جینے دیتا تھا اور نہ ہی ملک چھوڑ کر چلے جانے دیتا تھا۔ ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰؑ کو مبعوث فرمایا، ان کا قصہ آگے جہاں مضمون کی مناسبت سے ضرورت ہوگی آئے گا۔ یہاں اتنی بات جان لینی چاہیئے کہ حضرت موسیٰؑ کی برسوں کی جدوجہد کے بعد جب انہیں مصر سے نکل جانے کا موقع نصیب ہوا تو راستہ معلوم کرنے میں کچھ ایسی گڑبڑ ہوئی کہ بجائے خشکی کے راستے کے ساحل سمندر پر یہ قوم راتوں رات پہنچ گئی۔ خدا کی طرف سے یہ ایک زبردست امتحان تھا اور یہ امتحان اس قوم پر خدا کے احسان کا باعث بنا۔ ایک طرف سمندر ہے تو دوسری طرف فرعون اپنے لاؤ لشکر سمیت ان کے تعاقب میں آپہنچا۔ بنی اسرائیل چیخ اٹھے کہ اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ (ہم تو

پکڑ لیے گئے)

حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے زبردست معجزات سے سرفراز فرمایا تھا اور یہ اللہ کی طرف سے عنایت شدہ ان کی بہت بڑی طاقت تھی۔ بنی اسرائیل تو یوں بھی صرف استخلاصِ وطن یا فرعونیوں سے پیچھا چھڑانے کی غرض سے حضرتِ موسیٰؑ کے ساتھ ہو لیے تھے۔ ان کی غالب اکثریت کو دینِ موسوی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ سے ایک عرصے تک تربیت حاصل کرنے کے بعد خود اللہ کے رسول سے یہ ظالم بچھڑا پرستی کا تقاضا کرنے لگے۔ کسی قوم کے مشرک ہونے کی بھی کوئی حد ہوتی ہوگی۔ مگر یہود کے لیے کسی حد کا تعین کرنا سخت مشکل ہے۔

بہر حال اللہ کے کلیم کی ضرب سے سمندر میں راستے بن گئے۔ بنی اسرائیل سمندر پار ہوئے۔ پیچھا کرنے والی آلِ فرعون کی ساری طاقت سمندر میں ڈبو دی گئی۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ کے بغیر ممکن نہیں تھا کہ لاکھوں افراد کی قوم کو ساحلِ سمندر سے اس پار پہنچانے کے لیے خود سمندر میں سڑکیں بن جائیں اور جیسے ہی یہ قوم اس پار ہو ان کے متعاقب دشمن کو بیچوں بیچ سمندر میں غرق کر دیا جائے۔ لیکن اتنا بڑا زبردست معجزہ جو ان کی کھلی آنکھوں کے سامنے ہوا، ان کے ایمان کی مضبوطی کا باعث نہ ہوا بلکہ آگے چل کر یہی قوم حضرت موسیٰؑ سے تقاضا کرنے لگی کہ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً (دکھنے لگے کہ خدا کو دکھاؤ تو مانیں)، توبہ استغفراللہ!

یہ واقعہ ۱۴۴۷ء قبل مسیح کا ہے۔ شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ یہ خرقِ عادات

toobaa-elibrary.blogspot.com

واقعہ صرف قرآن نے ہی بیان کیا ہے۔ جی نہیں، بلکہ پوری اسرائیلی تاریخ میں یہ واقعہ اتنی کثرت سے بیان ہوا ہے کہ توریت و جیوش انسائیکلوپیڈیا اور مشہور قدیم یہودی مورخ جوزیفس و نیز انجیل کے کئی کئی صفحات اس کی تفصیلات سے بھرے پڑے ہیں۔

جہالت کی انتہا

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (۲۔ البقرۃ ۵۲)

"اور یاد کرو وہ وقت جب ہم نے موسیٰ کو چالیس راتوں کی قرارداد پر بلایا۔ ان کے پیچھے تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ اس وقت تم نے بہت بڑی زیادتی کی تھی۔ مگر اس پر بھی ہم نے تمہیں معاف فرمایا، تاکہ تم شکر گذار بن سکو۔"

جب حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو (جو اس وقت ان کے ساتھ تھی)، بحرِ قلزم پار کرا لائے۔ تب خدا کا فیصلہ ہوا کہ اس قوم کو ایک نظامِ شریعت اور دستورِ زندگی حضرت موسیٰؑ کی رہنمائی میں عطا کیا جائے۔ موصوفؑ اس نعمتِ عظمیٰ یعنی توریتِ مقدس کو لینے کے لئے جزیرہ نمائے سینا کے پہاڑ "کوہِ طور" پر اللہ کی طرف سے طلب فرمائے گئے۔ اشارتاً یہ بات لکھ دیں کہ حضرت موسیٰؑ کا سنِ ولادت ۱۵۲۰ قبل مسیح ہے اور سن وفات ۱۴۰۰ قبل مسیح ہے تاکہ تاریخ عالم سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب کو مزید تحقیقات میں آسانی ہو۔

مندرجہ پیراگراف کی مزید تفصیلات بائبل میں خروج باب ۲۴ تا ۳۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں دیکھا جا سکتا ہے۔

حضرت موسیٰؑ کو توریت کی لکھاوٹ تختیوں پر کر کے دی گئی تھی جو تاریخِ انسانی میں اپنی نوعیت کا ایک عجیب و غریب واقعہ ہے مگر اس قومِ بنی اسرائیل نے ان مقدس تختیوں کی اتنی قدر نہ کی جتنی ایک بچھڑے کی، جس میں ایک بے مطلب آواز پیدا کرنے کا ڈھونگ سامری نامی ایک شخص نے رچایا تھا۔ اس کا تذکرہ مفصل طور پر آگے انشاء اللہ آئے گا۔ اس لئے کہ ہم بنی اسرائیل اور یہود کے متعلق تمام واقعات جو قرآن میں بیان کئے گئے ہیں، اس مضمون میں سلسلہ وار لکھنا چاہتے ہیں۔ سامری اور بچھڑے کی پوری تفصیلات سورۃ الاعراف و سورۃ طٰہٰ وغیرہ میں آئے گی۔ علاوہ ازیں اس قصہ کو بائبل کی کتاب خروج باب ۳۲ میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

اپنی جہالت کی تاریخ بے چارے اب بھی اٹھائے اٹھائے پھرتے ہیں۔ ساری دنیا میں ان کی بچھڑا پرستی خوب مشہور ہوئی۔

قانونِ الٰہی کے نزدیک ان کی نیابت سے اولادِ آدم میں جہاں جہاں بچھڑا پرستی چل پڑی ہو گی اس کے ذمے دار قیامت تک یہود رہیں گے تو تعجب نہیں شرک کی اس نہایت بے ڈھب اور نامعقول شکل کو بنی اسرائیل، مصر کے مشرک حاکموں سے مستعار لے کر نکلے تھے۔ اس وقت تو یہ چیز بے دلیل تھی۔ لیکن جب حضرت موسیٰؑ جیسے عظیم المرتبت نبی کی امت نے بچھڑا پرستی کی تو دوسری قوموں میں جا کر یہی چیز وزن دار بن گئی ہو تو بعید نہیں۔

شرک کی یہ ذلیل ترین قسم یہود میں حضرت موسیٰؑ کی صرف چالیس روز کی

مفارقت کے درمیان گھس گئی اور ساری وہ تعلیم بے اثر ہو گئی جو اب تک انہیں حضرت موسیٰؑ دے چکے تھے۔ اور ان کمبختوں نے حضرت موسیٰؑ کی بے ادبی بھی کر ڈالی۔ اور ان کے لئے اور اپنے لئے بھی اس بچھڑے کو معبود بنانے کا انتخاب کیا۔ کہنے لگے کہ:

فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۥ فَنَسِيَ ۝ (۲۰۔ طٰہٰ۔ ۸۸)

"یہ ہے ہمارا اور موسیٰؑ کا معبود لیکن موسیٰ تو بھول ہی گئے۔"

نعوذ باللہ! اس قوم کی جہالت کی کوئی انتہا نہیں کہ بچھڑے کو اپنا اور اپنے نبیؑ کا معبود بھی بنا لیا اور اس پر طرّہ یہ کہ موسیٰؑ کوہِ طور پر خدا سے ملنے گئے ہیں اور یہ بدبخت قوم کہتی ہے کہ موسیٰ تو بھول گئے خدا تو یہاں موجود ہے — (استغفر اللہ)

مگر قربان جائیں اس ربِّ غفور کے آستانۂ عالیہ پر! کہ ایسے ناقابلِ معافی جرم کو بھی معاف کیا۔ مگر اس شرط پر کہ ہمیشہ یاد کرتے رہنا اور شکر گذار رہنا۔ اس کے بعد بھی اس قوم کی حرماں نصیبی دیکھئے کہ بچھڑا پرستی سے خلاصی نہ پا سکی۔ خدا نے اپنے کلام پاک میں ان کی اسی حالت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ۔

"جیسے بچھڑے کی محبت و عقیدت ان کے دل میں پلا دی گئی ہو۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

عطا کردہ الفرقان

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○

(۲-البقرۃ - ۵۳)

"یاد کرو کہ (ٹھیک اس وقت جب تم یہ ظلم کر رہے تھے) ہم نے موسیٰ کو کتاب اور حق کو ناحق سے جدا کرنے والے احکام دیئے، تاکہ تم سیدھی راہ چل سکو۔"

فرقان کا ترجمہ ہم نے "حق کو ناحق سے جدا کرنے والے احکام" کیا ہے۔ یہ ترجمہ حضرت مولانا محمود الحسن صاحب کے ترجمے سے بہت قریب تر ہے۔ اللہ کی کتاب کی یہ بنیادی صفت ہوتی ہے کہ وہ حق و باطل میں فیصلہ کن طاقت بن کر آتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

تَبَارَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ○ (۲۵- الفرقان - ۱-)

"وہ بہت ہی بابرکت ذات ہے جس نے اپنے بندہ خاص پر فرقان نازل فرمایا تاکہ اہل علم کو خبردار کیا جا سکے۔"

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ج (۲- البقرۃ آیت ۱۸۵)

"رمضان ہی وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن پاک نازل فرمایا گیا، جو انسانوں کے لئے کتاب ہدایت ہے اور راہ چلنے کے روشن نشانات اس میں موجود ہیں اور حق و باطل میں فیصلہ کر ڈالنے والی کتاب ہے۔"

یہی فرقان یہود کو بھی ملا تھا۔ مگر انھوں نے قدر نہ کی اس کا علم ہمیں قرآن کے مطالعے سے ملتا ہے۔ مگر کیا ہم مسلمانوں نے کبھی اس بات کی طرف توجہ دی کہ یہ الفرقان نامی تازہ فیصلۂ خداوندی ہمیں عطا کیا گیا ہے اس میں کیا کچھ فیصلے صادر فرمائے گئے ہیں؟۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

عاشقانِ عجل (بچھڑا) کو توبہ کا عبرتناک حکم

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىِٕكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ (۲- البقرة - ۵۴)

"اور وہ وقت بھی یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ: بچھڑے کے پیچھے پڑ کر تم نے خود اپنا نقصان کیا۔ سو توبہ کرو اور پلٹو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف۔ اور اب اپنے آپ کو قتل کرو اسی میں تمہارے پروردگار کے نزدیک تمہارے لئے بھلائی ہے۔ پھر اس کے بعد اس نے تمہاری توبہ کو قبول کیا اور بے شک وہ بڑا معاف کرنیوالا اور مہربان ہے۔"

توریت مقدس لے کر کوہِ طور سے جب حضرت موسیٰؑ تشریف لائے اور اپنی قوم کو گئو سالہ پرستی میں ملوث پایا تو نہایت ہی غضب ناک ہوئے۔ یوں تو شرک خدا کی ہر شریعت میں ظلمِ عظیم ہے۔ اور شریعتِ موسیٰؑ و آئین اسرائیل میں

مذہبی معصیت کے علاوہ فوجداری کا ایک سنگین جرم تھا۔ شرک کی سزا مشرک کو قتل کرنا تھی۔ ثبوت کے لئے توریت کی قانونی آیات میں مشرک مرد اور مشرک عورت کے لئے یہ تصریح دیکھئے۔ بائبل کتابِ استثناء باب ۱۷۔

"آیت ۲۔ اگر تیرے درمیان تیری بستیوں میں جن کو خداوند تیرا خدا تجھ کو دے کہیں کوئی مرد یا عورت ملے جس نے خداوند تیرے خدا کے حضور یہ بدکاری کی ہو کہ اس کے عہد کو توڑا ہو ۵ ۳۔ اور جا کر دوسرے معبودوں کی یا سورج یا چاند یا اجرامِ فلکی میں سے کسی کی جس کا حکم میں نے تجھ کو نہیں دیا پوجا اور پرستش کی ہو۔ ۴۵ اور یہ بات تجھ کو بتائی جائے اور تیرے سننے میں آئے تو تو جانفشانی سے تحقیقات کرنا۔ اور اگر یہ ٹھیک ہو اور قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ اسرائیل میں ایسا مکروہ کام ہوا۔ ۵۵ تو تو اس مرد یا اس عورت کو جس نے یہ برا کام کیا ہو باہر اپنے پھاٹکوں پر نکال لے جانا اور ان کو ایسا سنگسار کرنا کہ وہ مر جائیں ۵۔"

اور ظاہر ہے کہ شریعت کا نفاذ صاحبِ شریعت کی موجودگی میں بھی نہ ہو تو کب ہوگا؟ پس بچھڑا پوجنے والے پکڑ پکڑ کر لائے گئے اور جنہوں نے انہیں اس مکروہ فعل سے روکا تھا انہیں کے ہاتھوں انہیں قتل کیا گیا تاکہ یہ قوم شرک کی شرعی سزا کو رہتی دنیا تک یاد رکھ سکے۔

شرک اگر کوئی مشرک کرتا ہے تو یہ اتنا مجرم نہیں جتنا کسی نبی کی امت کا فرد شرک کرنے پر مجرم قرار پاتا ہے۔ یہ اس لئے کہ کسی نبی کی امت کا یہ فرد تو وحدانیت کی دعوت دینے کے لئے کھڑا ہوا تھا، پھر اس کا شرک کس طرح قابلِ معافی ہو سکتا ہے۔؟ یہ تو ہوئی ضابطہ شریعتِ موسوی کی بات۔ لیکن عملاً اللہ تعالیٰ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی قدرت اس باب میں بھی وہی کچھ اب تک کر رہی ہے جو دورِ موسیٰؑ میں کیا گیا تھا۔ یعنی شرک کی سزا قتل و غارت، بے عزتی، بے حرمتی، ذلت، مسکنت و بے چارگی۔ پس آج بھی جو قوم توحید کی علمبرداری کے باوجود شرک کرتی ہے تو انہیں آپس میں لڑا کر مروایا جاتا ہے یا پھر ان کے مخالفین کے ہاتھوں ان کا قتل جاری ہوتا ہے۔

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ

خدا کی یہی سنت اس کے اپنے بندوں سے اب تک چلی آ رہی ہے۔

آدمی توبہ کر کے بہت سے گناہوں کے بوجھ سے بری ہو جاتا ہے۔ لیکن قومی و ملی، اجتماعی و جماعتی گناہ افراد کی توبہ سے قابلِ معافی نہیں ہوتے بلکہ اس کے لئے جماعتی و ملی سزا تجویز کی جاتی ہے، چاہے وہ شرعی طرز پر ہو چاہے عذابِ الٰہی کی مختلف شکلوں میں۔ اللہ محفوظ رکھے بڑی دردناک سزا ہے۔

مگر بنی اسرائیل میں ایسی سخت سزا بھگتنے کے بعد بھی جو عادی مجرم تھے، اپنی عادتوں سے باز نہیں آئے۔ توحید و شرک کا فرق سمجھنے کے لئے انہیں خدا سے خود بات کرنے کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ کہنے لگے کہ اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً (موسیٰؑ ہمیں خدا کو ظاہرہ دکھاؤ) اس سے معلوم ہوا کہ اسرائیلی مصر کے اپنے دورِ حکومت میں اپنی ہمسایہ قوموں سے جو مشرکانہ عقائد ساتھ لے کر چلے تھے اسے اتنی بھاری قتل و غارتگری سے لبریز توبہ کے بعد بھی اپنے ذہن و دماغ سے نکال نہ سکے۔ کسی قوم کی اس سے بڑی محرومی کیا ہو سکتی ہے کہ اتنے زبردست معجزات دیکھنے کے بعد بھی حضرت موسیٰؑ کی قیادت کو دینی و اُخروی حیثیت سے نہیں بلکہ صرف سیاسی و دنیوی لحاظ سے طور پر تسلیم کیا تھا۔

آج بھی بنی اسرائیل کی موجودہ نسل کے رنگ ڈھنگ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ علومِ نبوتیہ اور وحی و الہام سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں بلکہ صرف ایک متعصب قوم کی حیثیت سے اپنا سیاسی مقام ہی انہیں عزیز ہے۔ چاہے دین و آخرت کا کتنا ہی خسران اس راہ میں اٹھانا پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں صرف اپنا قومی و سیاسی وقار پھر سے قائم کرنے میں یہود کو جتنی دلچسپی ہے اتنی تو کیا اس کی عشرِ عشیر بھی دینِ یعقوبؑ سے مطلق نہیں۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

ستر سرداروں کو حضرت موسیٰؑ کی جانچ کے لئے بھیجا گیا

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (۲۔ البقرۃ ۔ ۵۵۔۵۶)

"یاد کرو جب تم نے موسیٰؑ سے کہا تھا کہ ہم تمہاری بات کا ہرگز یقین نہیں کریں گے جب تک کہ اپنی آنکھوں سے علانیہ اللہ تعالیٰ کو تم سے کلام کرتے ہوئے نہ دیکھ لیں۔ سو تم کو اس پر بجلی کی کڑک نے آ لیا اور یہ منظر تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر ہم نے تمہارے مر جانے کے بعد تمہیں پھر زندہ اٹھایا تاکہ تم احسان مانو۔"

یہ قصہ اس طرح ہوا کہ جب موسیٰؑ نے کوہِ طور سے توریتِ مقدس لا کر پیش کی کہ یہ "کتاب" اللہ نے عنایت فرمائی ہے تو بعض ایسے گستاخوں نے جن کے رشتہ دار گئوسالہ پرستی میں قتل کئے گئے تھے، حضرت موسیٰؑ کی مخالفت میں آواز اٹھانی شروع کی۔ کہنے لگے کہ خود اللہ تعالیٰ ہم سے کلام کر کے کہیں کہ یہ ہماری کتاب ہے تب ہم یقین کریں گے۔ موسیٰؑ نے باذنِ الٰہی فرمایا کہ کوہِ طور پر چلے چلو یہ بات بھی ہو جائے گی۔

بنی اسرائیل کے ستر نمائندے اس کام کے لئے منتخب کئے گئے جس کا بیان سورۂ اعراف میں اس طرح ہوا ہے:۔

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ۭ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ○ (۷۔ الاعراف ۔ ۱۵۵)

"اور موسیٰؑ ہماری مقرر کردہ میعاد پر اپنی قوم کے ستر آدمی منتخب کر کے کوہِ طور پر حاضر ہوئے۔ جب ان کو دھماکے نے آ دبایا تو موسیٰؑ نے کہا کہ اے میرے رب اگر تو چاہتا تو مجھے اور ان کو پہلے ہی ہلاک کر ڈالتا۔ کیا آپ اس فعل کی سزا میں جو ہم میں سے بعض بے عقل لوگوں نے کیا ہم سب کو ہلاک کر دیں گے۔ یہ تو تیری بڑی سخت آزمائش ہے۔ اس سے تو جسے چاہے گا بے راہ کرے گا اور جسے چاہے ہدایت دے گا تو ہمارا ولی ہے پس ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔ اور تو سب سے بڑا بخشش کرنے والا ہے۔"

قوم کے تجربہ کار اور بڑے بوڑھے اس جماعت میں شامل تھے۔ حضرت موسیٰؑ انہیں لے کر کوہِ طور پر پہنچے۔ وہاں اللہ تعالیٰ کا کلام (غیبی آواز) انھوں نے خود سنا۔ اس کے بعد بھی ہٹ دھرمی کی اور شرارت پر اتر آئے۔ کہنے لگے کہ ہم کو صرف کلام

toobaa-elibrary.blogspot.com

سننے سے قناعت نہ ہوگی۔ پتہ نہیں کس کی آواز ہو۔ ہاں! گر خدائے تعالیٰ کو دیکھ ہی لیں، تب بے شک مان لیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے بجلی کا کڑاکا ان سرداروں پر ڈال دیا اور یہ مر گئے۔ اس طرح سے حضرتِ موسیٰؑ کے کام میں مشکلات اور بھی مزید ہو گئیں کہ جن سرداروں کو کلامِ الٰہی خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے سنوانے آئے تھے وہی مر گئے اب قوم کو کیا جواب دیں گے۔؟

اسرائیلی قوم ادھر منتظر بیٹھی تھی کہ منتخب نمائندے اگر خدا کے متعلق حال بیان کریں تب ایمان لائیں۔ خیر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی راہ کا یہ پتھر بھی ہٹا دیا اور ان سرداروں کو دوبارہ زندگی بخشی تاکہ پوری قوم کے سامنے جا کر اس واقعہ کی آنکھوں دیکھی شہادت دے سکیں۔

اس تقریر سے آپ کو یہ اندازہ ہو گا کہ دراصل بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ پر ایمان نہیں لائے تھے۔ اللہ کے رسول کی حیثیت سے انہیں تسلیم ہی نہیں کیا تھا ورنہ عظیم رہنما سے عصا، ید بیضا، اور سمندر کے پھٹ جانے وغیرہ جیسے معجزات دیکھنے کے بعد اس طرح کے مطالبے کی کوئی وجہ نہ تھی کہ اللہ کو دیکھ کر ہی ایمان لائیں گے۔ بچھڑے جیسی حقیر اور خود اپنے ہاتھوں بنائی ہوئی مورت پر اتنے مرمٹے کہ توحید جیسی دولتِ بے بہا پا کر پھر شرک اور مخلوق پرستی کی سفلیت پر اتر آئے۔ کوہِ طور پر قوم کے ستر سرداروں کے مطالبے دیکھ کر ہی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ پوری قوم کا کیا حال رہا ہو گا۔

اس سلسلۂ مضمون میں اب تک سورۃ البقرۃ میں یہود کے جو واقعات بیان ہوئے ہیں اس سے بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دورِ موسیٰؑ میں ان کا یہ حال تھا تو حضرت یوسفؑ سے حضرت موسیٰؑ کی بعثت تک کیا کچھ نہ رہا ہو گا۔

مفت خوری اور ناشکری

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۖ كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۖ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○ (۲۔ البقرۃ۔ ۵۷)

"اور ہم نے تمہارے اوپر بدلی کا سایہ کر دیا اور من و سلویٰ بطور غذا کے نازل کر دیئے۔ ہمارے عطا کردہ اس پاکیزہ رزق کو کھاتے رہو۔ مگر (تمہارے اسلاف نے) اس نعمت کی قدر نہ کی اور وہ ہمارا تو کچھ بھی نقصان نہ کر سکے بلکہ خود اپنے آپ پر ظلم کیا۔"

اس واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب فرعون غرق ہوا اور بنی اسرائیل جزیرہ نمائے سینا میں لاکھوں کی تعداد میں پہنچے تو مسلسل سفر سے ان کے خیمے پھٹ چکے تھے اور غذا کا سامان حاصل کرنے کے تمام مادی ذرائع دن بدن مفقود ہوتے جا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے خیموں کے بدلے میں ان پر بادلوں کا سایہ کر دیا۔ اور غذا کے مادی ذرائع کے بدلے میں "من" جیسی غذا جو دھنیے کے دانوں کی مانند ہوتی تھی اور جس میں چکناہٹ بھی موجود تھی، رات میں شبنم کے مانند برستی اور قافلے کے پڑاؤ اس سے پُر ہو جاتے، صبح ان دانوں کو سمیٹ کر پیس لیا جاتا اور اناج کے بطور استعمال ہوتا۔ اور سلویٰ ایک پرند کے مانند ہوتا بٹیر کی طرح کا،

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ شام کو پوری اسرائیلی چھاؤنی پر لاکھوں کی تعداد میں اُڑتے، انہیں بآسانی پکڑ لیا جاتا اور ذبح کر کے سالن بناتے۔ اور بھی دوسری چیزیں تیار کرتے۔

بدلی کا سایہ اور من وسلویٰ پوری قوم کو بچانے کا قدرتی ذریعہ تھا اور رب العالمین کی طرف سے ایک زبردست احسان تھا جس کا تذکرہ آج بھی بائبل میں کتاب خروج باب ۱۶ گنتی باب ۱۱۔ ڈکشنری آف دی بائبل از ڈاکٹر ہیسٹنگر جلد چہارم صفحہ ۱۷۹۔ انسائیکلوپیڈیا ببلیکا کالم ۳۶۹۹ میں بالتفصیل دیکھا جاسکتا ہے۔

قرآن مجید نے یہود کو ربِ کائنات کے وہ تمام احسانات یاد دلائے ہیں کہ اگر یہ اکرام ان پر اس وقت نہ ہوتے تو گرمی وبھوک سے یہ پوری قوم مر مرا کر ختم ہو جاتی۔ اور فرعون سے خلاصی دلانے کا کوئی دنیوی نفع انہیں حاصل نہ ہوتا۔ مگر اس احسان فراموش قوم نے اس نعمتِ خداوندی کی بھی کوئی قدر نہ کی۔ آج کوئی بڑے سے بڑا ملک اور حکومت اپنا سارا ساز وسامان لگا کر بھی ان لکھوکھا مہاجرین کا مکان وغذا کا انتظام نہیں کر سکتی۔ مگر اللہ کے فضل سے یہ غیبی انتظام بغیر کسی مادی طاقت کے سہارے ان کے لئے کیا گیا۔

بائبل کی کتاب خروج میں اس واقعہ کے متعلق مزید تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے اس غذا کو کل کے لئے جمع نہ کرنے کی تاکید کی تھی۔ بس روز جتنی ضرورت ہو اتنی جمع کر کے تصرف میں لے آؤ۔ مگر ذخیرہ نہ کرنا۔ حضرت موسیٰؑ کی بات سُنی ان سُنی کر دی گئی۔ اور یہ ظالم ذخیرہ اندوزی کرنے لگے۔ مگر ان کے ذخیروں میں کیڑے پڑ گئے اور وہ سڑ گیا۔

مفت کی غذا یوں بھی آدمی کو شرارت پر آمادہ کرتی ہے۔ مگر یہ تو تھے ہی ناشکرے۔ کب تک اپنی خباثت پر پردہ ڈالے رہتے، آخر ظاہر ہو ہی گئے اور اپنا اگلا مطالبہ پیش کر دیا۔ جو سورۃ البقرۃ کی آیت ۶۱ میں آئے گا۔

بدکار فاتح

وَاِذْقُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ
رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ
خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ○ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ع

(۲-البقرۃ - ۵۹/۵۸)

"اور جب ہم نے حکم دیا کہ تم لوگ اس بستی میں داخل ہو جاؤ، پھر اس میں جہاں چاہو اس کی پیداوار کو شکم سیر ہو کر کھاؤ اور جب بستی کے دروازے میں داخل ہونا تو جھکے جھکے داخل ہونا اور کہتے جانا کہ توبہ ہے' ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے اور نیک لوگوں کو مزید فضل سے نوازیں گے۔ مگر ان ظالموں نے جس لفظ کا انہیں حکم دیا گیا تھا اُسے بدل دیا اور اس کی جگہ اور کوئی لفظ کہنے لگے۔ آخر ہم نے ان ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل فرمایا کہ یہ بڑے ہی نافرمان ثابت ہوئے۔"

ہمارے مفسرین نے ان آیات کی شرح میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگل و بیابان کی زندگی سے بنی اسرائیل اکتا چکے تھے۔ خدا نے انہیں ایک شہر

میں داخل ہونے کا حکم دیا اور ساتھ ہی یہ تاکید کی کہ دروازے میں داخل ہو تو کہنا حِطَّةٌ یعنی گناہوں سے توبہ ہے۔ مگر ان ظالموں نے اس لفظ کو بدل دیا اور اس کی جگہ حِنْطَةٌ یعنی گیہوں چاہیئے' کہنے لگے اور سجدہ ریزی کے بدلے سرین پر پھسلتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے اس جرم کی سزا پر انہیں طاعون نے آگھیرا اور تقریباً ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) آدمی صرف دو پہر تک ہی مر گئے۔

ان آیات میں جس بستی میں داخلے کا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے اس کا تذکرہ آج بھی یہود کی کتب مقدسہ میں ان کے نافرمان ہونے کا ثبوت فراہم کرتا ہے چنانچہ اس شہر میں جب بنی اسرائیل داخل ہوئے تو وہاں بڑی بدکاریاں کیں جیسے آج کی بعض فوجیں مفتوح علاقوں پر کرتی ہیں۔ گویا یہ کسی نبی کی امت اور کسی دعوت کے داعی نہ تھے بلکہ اپنے آپ کو انہوں نے ظالم و بدکار فاتح کے روپ میں پیش کیا۔ مفتوح قوم کی بہو بیٹیوں کو ان ظالموں نے اپنی بدکاری کا شکار بنایا۔ گنتی باب ۲۵ آیت ۱ تا ۸ میں اسے آج بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ جی نہ چاہتے ہوئے بھی ہم یہاں بائبل کے اس بیان کو پورا نقل کر دیتے ہیں:۔

گنتی باب ۵ آیت ۱؎ : اور اسرائیلی شطیم میں رہتے تھے اور لوگوں نے موآبی عورتوں کے ساتھ حرامکاری شروع کر دی ۵۔ ۲؎ کیونکہ وہ عورتیں ان لوگوں کو اپنے دیوتاؤں کی قربانیوں میں آنے کی دعوت دیتی تھیں اور یہ لوگ جا کر کھاتے اور ان کے دیوتاؤں کو سجدہ کرتے ۵ ۳؎ : یوں اسرائیلی بعل فغور کو پوجنے لگے تب خداوند کا قہر بنی اسرائیل پر بھڑکا ۵ ۴؎ اور خداوند نے موسیٰؑ سے کہا قوم کے سب سرداروں کو پکڑ کر خداوند کے حضور دھوپ میں ٹانگ دے تا کہ خداوند کا شدید

toobaa-elibrary.blogspot.com

قہرِ اسرائیل پر سے ٹل جائے ٥ ۵۔ سو موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کے حاکموں سے کہا کہ تمہارے جو جو آدمی بعل فغور کی پوجا کرنے لگے ہیں ان کو قتل کر ڈالو ٥ ۶۔ اور جب بنی اسرائیل کی جماعت خیمۂ اجتماع کے دروازے پر رو رہی تھی تو ایک اسرائیلی، موسیٰؑ اور تمام لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ایک مدیانی عورت کو اپنے ساتھ اپنے بھائیوں کے پاس لے آیا ٥ ۷۔ جب فینحاس بن الیعزر بن ہارون کاہن نے یہ دیکھا تو اس نے جماعت میں سے اُٹھ کر ہاتھ میں ایک برچھی لی ٥ ۸۔ اور اس مرد کے پیچھے جا کر خیمے کے اندر گھسا اور اُس اسرائیلی مرد اور اس عورت کا پیٹ چھید دیا ٥ تب بنی اسرائیل میں سے یہ وبا جاتی رہی اور جتنے اس وبا سے مرے ان کا شمار چوبیس ہزار تھا۔“

قرآن پاک نے تو اب بھی ان ظالموں کا پردہ ہی رکھا اور ان کی نافرمانی کا صرف اجمالی تذکرہ ہی کیا۔ مگر جس کتاب کی یہ اب بھی تلاوت کرتے ہیں اس میں ان زانیوں کی تعداد ۲۴ ہزار بتائی گئی جو بستی فتح کرنے کے زعم میں پرائی عورتوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

جنگل اور بیابان سے خدا انہیں انسانی آبادی میں لے آیا۔ علاقے فتح کرنے کے راستے دکھائے۔ سجدہ ریز ہو کر بستی میں داخلہ کا حکم دیا۔ مگر ان کے کرتوت کوئی دیکھے کہ اب یہ جو سارے عالم کی فتح کے خواب دیکھ رہے ہیں، کیا کچھ قیامت نہ ڈھائیں گے۔ مغربی تہذیب کے جنسی انارکی بھرے ماحول سے نکلے ہوئے یہ آج کے یہودی عالمِ انسانیت پر کیا کچھ ستم نہ ڈھائیں گے جبکہ موسیٰؑ جیسے عظیم نبی کے ساتھ

ہوتے ہوئے بھی بدکاروں کی تعداد خود ان کی کتاب سے چوبیس ہزار ثابت ہوئی تو موجودہ یہود کُل کے کُل بدکار نکلیں تو تعجب کی کونسی بات ہوگی؟

درود و سلام ہو صاحبِ قرآن جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ فتح مکّہ کے موقع پر ایک بھی عورت کی عصمت پر حرف نہ آیا۔ اور خدا راضی ہو ان صحابہ پر جو بعض ملکوں پر ایسے بھاری پڑے کہ وقت کی دیوث اور نامرد حکومتوں نے ان کے مقابلے کی سکت نہ پا کر شہر کے پھاٹک ان کے لئے کھول دیئے اور اپنی بہو بیٹیوں کو بناؤ سنگار کے ساتھ نیم عریانی کی حالت میں شہر کی عمارتوں اور سڑکوں پر کھڑا کر دیا کہ لشکرِ اسلام کے سپاہی ان سے منہ کالا کریں اور شکست کھا کر واپس جائیں۔ مگر کمال تھا محمدی تعلیم کا کہ اسلامی لشکر کا سپہ سالار فوجیوں کو حکم دیتا ہے کہ شہر میں داخل ہوتے وقت مکانوں اور کوٹھوں پر مطلق نگاہ نہ ڈالنا اور سیدھے تخت پر گھیرا ڈالنے پہنچ جانا۔ حکم کے مطابق سپاہی پہنچے تو نامرد مفتوح سلاطین و سوال پوچھنے لگے کہ ہمارے ملک کی خوبصورت دوشیزائیں اور ہماری تعمیرات کو آپ نے نہیں دیکھا۔ سپہ سالار کہہ اٹھا کہ ہمارے نبیؐ کا حکم پرائی عورتوں پر نظر تک ڈالنے کا نہیں ہے اور تمہارا فنِ تعمیر ہم دیکھتے کیسے جبکہ تم نے ان عمارتوں پر نیم برہنہ خواتین کو کھڑا کر دیا تھا۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

پنگھٹ کے لڑاکو

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ (۲-البقرۃ ۶۰)

"اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لئے پانی کی دعا مانگی تو ہم نے حکم دیا کہ اپنے عصا کو فلاں پتھر پر مارو چنانچہ فوراً اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ ہر قبیلہ نے جان لیا کہ اس کی پانی پینے کی کونسی جگہ ہے۔ ہم نے کہا کہ کھاؤ اور پیو اللہ تعالیٰ کے دیئے گئے رزق میں سے اور حد سے مت نکلو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔"

لق ودق وادیوں میں لشکر اسرائیل کو من وسلویٰ کا سرکاری انتظام ہوا۔ اب رہا سوال پانی کا۔ ویسے بھی دورانِ سفر میں ریگستانی علاقوں میں اِکا دکا افراد کے لئے بھی پانی نہیں کے برابر ہوتا ہے۔ پھر یہ تو لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ ساری مخلوق کے ساقی نے ان کے لئے یہاں بھی غیب سے پانی کی سہولت کا انتظام کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ کی قیادت میں بنی اسرائیل کا یہ لشکر اس پتھر کو بھی اپنے ساتھ ساتھ لئے چلتا اور جس وادی میں بھی چھاؤنی ڈالنی ہوتی بے کھٹکے قیام کر لیتا۔ پانی

کی غیبی ٹنکی ایک پتھر کی شکل میں ساتھ ہی رہتی۔ حضرت موسیٰؑ کی ضربِ کلیم اس پر لگتی اور بارہ چشمے جاری ہو جاتے۔ خوب شکم سیر ہو کر سارا لشکر پانی کا استعمال کرتا۔

پانی پر ان کی آپس میں لڑائی نہ ہو اس کے لئے بارہ خاندان کے افراد کے اس جم غفیر کے لئے بارہ چشمے الگ الگ کر دیئے گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آج پنگھٹ کنوؤں، نلوں اور جھیلوں پر جس طرح جاہل عورتیں لڑمرتی ہیں اسی طرح کا مزاج ان یہود کا بھی رہا ہوگا۔

ایک بات کی یاد دہانی یہاں ہو جائے کہ حضرت یعقوبؑ کے ۱۲ فرزند تھے ایک ایک بیٹے کی اولاد سے ۱۲ خاندان و قبیلے وجود میں آئے۔ حضرت موسیٰؑ نے بھی انہیں آپسی ٹکراؤ سے محفوظ رکھنے کے لئے اور انتظامی سہولتوں کے پیشِ نظر، ان سب کے الگ الگ افسر اور چودھری مقرر فرمائے تھے۔ اس لئے چشمے بھی بارہ ہی پھوٹ نکلے۔ ورنہ خدا چاہتا تو ایک ہی گھاٹ سے ان کو سیراب کر دیتا۔

مسلمانو! آج تم انہیں یہود سے شکست کھا چکے ہو، جو پانی کے مسئلے پر بھی متحد نہ ہو سکے۔ آج ان سے زیادہ نااتفاقی اور انتشار خود تمہاری صفوں میں موجود ہے، جو تمہاری پستی کی وجوہات میں سے ایک وجہ ہے، اتحاد عالم اسلامی تو خیر، خود عرب سلطنتیں بھی آپس میں متفق نہیں ہیں، جس کا اقرار مشرقِ وسطیٰ کی مسلم قیادت کے بعض صالح عناصر نے کھل کر کیا ہے۔

آج کے یہود کل تو اسی مقام پہ تھے جہاں امتِ محمدیہ آج کھڑی ہے۔ ان کے تمام جرائم گنانے کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس امت کو پچھلوں کی غلطیوں سے متنبہ کر دیا جائے تاکہ یہ بھی اسی کھڈ میں نہ گر پڑیں جس میں دوسری اُمتیں گر کر اپنا حقیقی مقام کھو چکی ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

قتلِ انبیاء کے اقبالی مجرم

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَکُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْکَنَةُ ق وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ○

(۲۔ البقرۃ ۶۱)

"اور جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰؑ ہم سے ایک ہی کھانے پر صبر نہیں ہوگا، تم اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے لئے ترکاری، گیہوں، مسور اور پیاز جو زمین سے اُگتی ہیں ان کا انتظام فرمادے۔ موسیٰؑ نے کہا کہ بہتر چیزوں کے بدلے بری چیزیں کیوں چاہتے ہو؟ اگر یہی کچھ نہیں چاہیئے تو کسی شہر میں جا اترو۔ جو تمہاری مانگ ہے وہ وہاں پوری ہوگی۔ اور نوبت یہاں تک آپہنچی کہ ذلت اور بے چارگی ان پر مسلط ہوگئی اور اللہ کے غضب میں گھر گئے یہ سب

اس سبب سے ہوا کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرنے لگے۔ اللہ کے نبیوں کو انھوں نے ناحق قتل بھی کیا۔ یہ نتیجہ نکلا ان کی نافرمانیوں کا اور حدِ اعتدال سے وہ ہمیشہ نکل جاتے تھے۔"

یہ قصہ بھی یہود کی صحرانوردی کے دَور سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک بڑے مقصد کے لئے حضرت موسیٰؑ انہیں تیار کررہے تھے۔ اس درمیان میں اس قوم کو دال آٹے کی فکر سے آزاد کرانے کے لئے منّ وسلویٰ کا نزول اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے کردیا گیا تاکہ آسمانی غذا ان کی حیات اور بقا کی ضامن ہو اور پورے طور پر ایک ایسی امت بن سکیں جو اس وقت کے ابنائے آدم کو راہِ ہدایت کی نشان دہی کے لئے روشنی کا مینار بن کر کھڑے ہوں۔

مگر یہود آخر یہود ہی ٹھہرے۔ بلا مشقت طعامِ آسمانی کھاتے کھاتے اکتا گئے۔ اور ان چیزوں کی فرمائش شروع کردی جس کے لئے انہیں کھیتی باڑی کا شغل اختیار کرنا ہو۔ زمین کی ساگ سبزیوں سے انہیں اتنی رغبت ہوئی کہ آسمانی بریانی سے جی اچاٹ ہوگیا۔ وقت کے نبی سے اس قوم کے مطالبات اس تیزی سے ہونے لگے کہ ایک فرمائش ابھی پوری نہیں کہ دوسری کا تقاضا شروع ہوگیا۔ اسی چکر میں یہ قوم خدا کا غضب ساتھ لئے پھرتی رہی۔ وہ تو خیر ہوئی کہ حضرت موسیٰؑ جیسے عظیم المرتبت نبی ان کے وار سے بچ گئے ورنہ موسیٰؑ کے بعد آنے والے انبیاء میں بہت سے نبیوں کو ان ظالموں نے قتل تک کر ڈالا۔ خدا کے نبی حضرت یعقوبؑ کی اولاد جو دینِ یعقوبیؑ اور ملت ابراہیمیؑ کے احیاء کے لئے کھڑی کی گئی تھی، خود ہی اپنے میں آنے والے نبیوں کی قاتل بن جائے، اس سے زیادہ یہود کی بدنصیبی

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی داستان اور کیا ہو سکتی تھی۔

ان کے کرتوتوں کی رذالت کی انتہا اس واقعہ سے ہے کہ حضرتِ مسیح کو قتل کرنے کی سازش انھوں نے کی۔ گو اس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے مگر عالم میں مسیح ابن مریم کے قاتل تو مشہور ہو گئے۔ خود آج بھی یہودی نہایت ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ اس جرم کے دعویدار بھی ہیں۔

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ ج وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ط وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ج وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ○

(۴۔ النساء ۱۵۷)

"(اللہ کی لعنت رہی ان پر) ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ہم نے قتل کر دیا مسیح عیسیٰ ؑ ابن مریم ؑ کو جو اللہ کا رسول تھا۔ حالانکہ وہ اسے قتل نہ کر سکے اور نہ ہی سولی پر چڑھا سکے لیکن انہیں شبہ ہو گیا اور جو لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں وہ بھی اس واقعہ کے متعلق شک میں مبتلا ہیں۔ حقیقتاً انہیں اس بات کا کچھ بھی علم نہیں ہے صرف اٹکل اور گمان کی بات کرتے ہیں۔ یقیناً مسیح ؑ کو یہ قتل نہیں کر سکے۔"

10967

صورتِ واقعہ یوں ہے کہ دراصل خدا نے حضرت مسیح ؑ کو قتل کرنے کا ارادہ کرنے والے گروہ کے پیشوا کو جب وہ حضرت عیسیٰ ؑ کو گرفتار کرنے گئے،

حضرت عیسیٰ ؑ کی شکل دے دی۔ اور اس دھر پکڑ میں پیچھے آنے والے قاتلوں نے اس شخص کو جو مسیح ؑ کی صورت بنا دیا گیا تھا، سولی پر چڑھا دیا اور فی الواقع حضرت مسیح ؑ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ لیکن مسیح ؑ کے قتل کے جرم کا جہاں تک تعلق ہے، یہود کی دیدہ دلیری بھی قابلِ داد ہے کہ وہ علی الاعلان اپنے بزرگوں کو اس جرم کا مرتکب تسلیم کرتے ہیں۔ خدا نے اگر حضرت مسیح ؑ کی صورت ان کے چودھری کو نہ دی ہوتی تو انھوں نے اصل مسیح ؑ کو قتل کرنے میں کیا کسر چھوڑی تھی۔ اسی لئے باوجود مسیح ؑ کو قتل نہ کر سکنے کے بھی، ہمارے نزدیک سازشِ قتلِ مسیح ؑ کا جرم تو بہر حال ان کی گردن پر ہے ہی۔

اسی قسم کی دوسری ناکام حرکت انھوں نے سرور کائنات جناب محمد رسول اللہ ؐ کے ساتھ بھی کی تھی جس کا تذکرہ سورۃ الحشر میں آئے گا۔ یہ واقعہ اس طرح ہے کہ مدینہ طیبہ سے چند میل کے فاصلے پر ان کی کثیر آبادی بنی نضیر کے نام سے آباد تھی۔ یہ لوگ حضور اکرم ؐ سے ظاہر میں صلح رکھتے تھے اور باطن میں مخالفین کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے حضور اکرم ؐ کو بڑے احترام سے اپنے یہاں دعوت دی اور قرآن سننے کی تمنا کا اظہار کیا۔ حضور ؐ تشریف لے گئے۔ آپ کو جہاں خطاب کرنے کے لئے بٹھایا گیا تھا وہاں اوپر سے چکی کا پاٹ ڈال دیا۔ مگر حضرت ؐ کو بروقت اللہ تعالیٰ نے وہاں سے ہٹ جانے کا حکم دیا۔ جیسے ہی حضرت ؐ اٹھے ہیں ویسے ٹھیک اسی جگہ پر چکی کا پاٹ گرا جہاں حضرت ؐ تشریف فرما تھے۔ اسی طرح سے ان یہود نے خدا کے آخری نبی ؐ پر بھی ناکام وار کر ہی دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ ہی تھا جس نے اس اسکیم کو ناکام بنا دیا۔ لیکن جرم پر بھی قانونی طور سے ان پر باقی رہتا ہے۔

ان ظالموں نے پچھلے انبیاء کے ساتھ جو کچھ معاملہ کیا تھا اب اس کے تذکرے کی چنداں ضرورت نہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

نجات کے ٹھیکے دار

یہود کے عقائد باطلہ میں سے ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ وہ اپنے سوا کسی کو نجات کا مستحق نہیں سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس غلط عقیدے کی تردید ان الفاظ میں فرمائی:-

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ (۲۔ البقرۃ ۶۲)

"جو لوگ بھی مسلمان ہیں اور جو یہودی بن گئے ہیں اور جو عیسائی ہیں اور جو لوگ صابئیں رہے ان میں سے جو بھی شخص اللہ پر ایمان لائے گا اور آخری دن پر بھی، پھر نیک عمل بھی کئے ہوں گے انہیں کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا اور نہ ہی وہ مغموم ہوں گے۔

یہود نجات کے لئے اپنی اجارہ داری کا ڈھنڈورا آج بھی پیٹتے رہتے ہیں۔ گویا خدا کے یہاں بھی نجات کے فیصلے ایمان اور عمل صالح پر نہ ہوں گے بلکہ نسل رنگ اور خون کی نسبت سے ہوں گے۔

یہود کی باغیانہ روش

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ○ ثُمَّ تَوَلَّيْتُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنتُم مِّنَ الْخَاسِرِينَ ○ (۲۔ البقرۃ ۶۳-۶۴)

"اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور کوہ طور کو تم پر اٹھا کھڑا کر دیا۔ کہ جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے اُسے مضبوطی سے تھامے رہو اور جو کچھ اس کتاب میں ہے اسے اچھی طرح یاد رکھو تاکہ عذاب سے بچ سکو۔ لیکن تم اس کے بعد پھر گئے اور اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو تمہیں اور بھی نقصان اٹھانے پڑتے۔

احکاماتِ توراۃ کے اخذ اور تمسک کا حکم جب انہیں دیا گیا تو یہ حیلہ سازی اور بہانے بازی کرنے لگے۔ اس موقع پر کوہ طور اٹھا کر کھڑا کر دیا گیا کہ اگر قبول کرو تو ٹھیک ورنہ سب کی قبریں ابھی اسی پہاڑ کے نیچے بن جائیں گی۔ یہ قصہ بھی اور قصص کی طرح یہود کی کتابوں میں اب بھی محفوظ ہے۔

تالمود نامی توراۃ کی شرح و تفسیر یہود میں بہت ہی مقبول اور عام ہے۔ اس میں درج ہے کہ خدا نے پہاڑ کو ان لوگوں پر الٹ کر اوندھا کر دیا اور ان سے کہا

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ توراۃ کو اگر قبول کرتے ہو تب تو خیر ورنہ تمہارا مدفن یہیں ہو کر رہے گا۔

جیوش انسائیکلوپیڈیا جلد ۴ صفحہ ۳۲۱۔

اب ہم بائبل کی کتاب خروج باب ۱۹ میں جو آیات ہیں اس کا خلاصہ بیان کریں گے۔

حضرت موسیٰؑ نے پوری قوم کو غسل کر کے طور کے اردگرد حاضر رہنے کا حکم دیا۔ پوری قوم نہا دھو کر اور کپڑے بدل کر حاضر ہوئی۔ طور کے اردگرد میقات مقرر کر دی گئیں کہ عوام میں سے کوئی اس کے آگے نہ بڑھے۔ صرف حضرت موسیٰؑ پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ وہاں سے اللہ کے احکامات لے آئے اور قوم کو سنا دیئے۔ لیکن قوم نے احکامات قبول کرنے سے معذوری کا بہانہ بنایا، اس پر اللہ کا غضب ان پر بھڑکا، پہاڑ ہلنے لگا۔ کالی گھٹاؤں اور بجلی کی بھرمار سے پوری وادی طور میں اتھل پتھل ہو گئی۔

بنی اسرائیل کی اب تک کی روش کو دیکھتے ہوئے اور پچھلے واقعات کی روشنی میں ان کی ایمانی اور اخلاقی حالت کا اندازہ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ شریعتِ الٰہی کا نافذ ہونا انہیں گراں گزرا۔ تب ان پر طور مسلط کر دیا گیا۔ اس کی کچھ تفصیل آگے سورۃ الاعراف آیۃ ۱۷۱ میں مزید شرح وبسط کے ساتھ آوے گی۔

امت کی تشکیل جدید کے بعد شرعی احکامات کا اجرا ہونا لازمی بات ہے۔ اگر امتِ اسلامی کے صفِ اول کے لوگ ہی اس کا انکار کرنے لگیں تو شریعت ڈانواڈول ہو جائے گی۔ اسی وجہ سے یہود میں شرعی استحکام حضرت موسیٰؑ کے بعد کسی دور میں دو چار دن نہیں رہا۔ ؎

کارِ یہود کارِ بد انجام ہو گیا
لفظِ یہود داخلِ دشنام ہو گیا

کسی واقعہ کی اچھی توجیہہ کرنا یہودی تاریخ کے لئے ممکن نہیں رہا۔ اس لئے کہ پہلے ہی موقع پر یہ لوگ حق کے مقابل ایسی کراری چوٹ کرتے ہیں کہ خود اپنے یقین کا خاتمہ اپنے ہاتھوں سے کر لیتے ہیں اور بعد میں جب ان کے مفکرین و مفسرین کی آراء مذکورہ واقعات میں سامنے آتی ہیں۔ تب تصویر اور بھی بھیانک ہو جاتی ہے۔ بہرحال یہود کے واقعات سے ہمیں بھی چوکنا رہنے کی ضرورت ہے، خدا کی کتاب کو اگر ہم نے مضبوطی سے نہیں تھاما تو اب کوئی کوہِ طور تو ہم پر گرنے سے رہا۔ لیکن کوہِ طور سے زیادہ بھیانک مصائب کے پہاڑ آئے دن ہم پر ٹوٹتے رہتے ہیں جو ہماری اجتماعی زندگی کو چور چور کر دیتے ہیں خدا کا حکم ہم کو بھی یہی ہے کہ ہم اس کی کتاب کو مضبوطی سے تھام لیں۔

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ

(۴۳ - الزخرف ۴۳)

"پس مضبوطی سے تھام لو اس وحی کو جو تمہاری طرف کی گئی ہے۔"

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

بندر۔ ذلیل

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ○ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ○

(۲۔ البقرۃ ۶۵-۶۶)

"اور تم خوب علم رکھتے ہو ان لوگوں کے متعلق جنہوں نے تم میں سے زیادتی کی تھی ہفتہ کے دن میں۔ تب ہم نے ان سے کہا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔ پھر ہم نے اس واقعہ کو عبرتناک بنا دیا ان لوگوں کے لئے جو وہاں موجود تھے اور بعد کو آنے والی نسلوں کے لئے بھی۔ اور ان کے اس انجام کو ڈرنے والوں کے لئے نصیحت بنا دیا۔"

سبت کہتے ہیں سنیچر کے دن کو۔ اس دن بنی اسرائیل کو کسی قسم کا بھی کام کاج کرنے کی ممانعت تھی۔ اور خاص طور پر ساحلِ سمندر پر بسنے والے مچھلی کے شکاریوں کو یہ امتناعی حکم دیا گیا تھا۔ شنبہ کے دن کے لئے کچھ ایسے ہی احکامات تھے جیسے امت محمدیہؐ میں جمعہ سے متعلق شرعی احکامات موجود ہیں، فرق یہ تھا کہ یہود کے لئے ہفتہ کے دن پورے طور پر کاروبار بند کر کے عبادت کرنے کا حکم تھا اور ہم کو جمعہ کے دن اذان کے بعد خرید و فروخت چھوڑ کر ذکر اللہ کی طرف

دوڑنے کا حکم ہے۔ اور نماز کے بعد کاروبار دوبارہ شروع کرنے کی اجازت ہے، لیکن ذرا غور کیجئے کہ جمعہ کی اذان کے بعد خطبہ اور صلوٰۃِ جمعہ میں کل ڈیڑھ گھنٹے سے بھلا کیا زیادہ وقت لگتا ہے؟ پھر بھی امت محمدیہ کے جمعہ اور جماعت کا جو حال ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ کاش یہ امت جمعہ کی فضیلت کو جان کر پھر اسے اجتماعی طور پر قائم کر دے کہ عالم میں عیدین کا منظر ہر جمعہ کو نظر آنے لگے۔

یوم الجمعہ میں آج ہم پر گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ اتنا گراں گذرتا ہے کہ امت کا نصف حصہ جمعہ کا تارک ہو چکا ہے۔ پھر یہود تو یہود ہی تھے۔ پورا دن بندگی کرتے بھی تو کب تک؟ بڑی ہی سخت آزمائش تھی۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ آسانی کا ہوتا ہے۔ مگر ان لوگوں کی بغاوت کے سبب اتنی سختی کا برتاؤ کیا گیا۔ قرآن نے کہا کہ:۔

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ط

(۱۶۔ النحل ۱۲۴)

"بے شک ہفتے کا دن ان کے اختلاف کے سبب ان پر مقرر کیا گیا تھا۔"

اصل دینِ ابراہیمؑ میں یہ حکم نہیں تھا۔ لیکن دورِ موسیٰؑ میں یہود نے خود ہی اس دن کو پسند کیا۔ اللہ کا حکم ہوا کہ اب اس دن کی تعظیم کرو۔ مگر کسی نے مانا اور کسی نے نہیں۔ ہفتہ کے دن شرارت کرنے والوں کو بندر بنا دینے کا جو تذکرہ یہاں ہے اسے سورۃ الاعراف میں مفصل بیان کیا گیا ہے:۔

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ

toobaa-elibrary.blogspot.com

نَبْلُوهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ○ وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ
لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا
شَدِيدًا ۖ قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ○
فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنْجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ
وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ○
فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ○

(۷۔ الاعراف ۔۱۶۳۔۱۶۴۔۱۶۵۔۱۶۶)

"ان یہود سے پوچھو اس بستی کا حال جو دریا کنارے آباد تھی جب ہفتہ کے حکم میں وہ حد سے متجاوز ہونے لگی تو ہفتہ کے دن ہی مچھلیاں پانی کے اوپر آتیں اور جس دن ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو نہ آتیں۔ اس طرح ہم نے انہیں آزمایا تھا۔ اس لئے کہ وہ بے حکم لوگ تھے۔ اور جب ان میں سے ایک جماعت کہنے لگی کہ کیوں ایسے لوگوں کو نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ تمہارے رب کے آگے عذر کرنے کے لئے اور اس لئے بھی کہ شاید وہ اس گناہ سے پرہیز کریں۔ پھر جب انھوں نے اس نصیحت کو فراموش کر دیا تو جو لوگ برائی سے منع کرتے تھے ان کو ہم نے نجات دی۔ اور جو ظلم کرتے تھے انہیں سخت عذاب نے آلیا ـــــ اور یہ سب کچھ ان کی بے حکمی کی وجہ سے کیا گیا، پھر جب وہ بڑھنے لگے اس کام میں جس سے انہیں روکا گیا تھا، (یعنی

سبت کے دن مچھلی کے شکار کا امتناع) تو ہم نے حکم دیا ذلیل بندر ہو جاؤ۔"

معلوم ہوتا ہے کہ عوام تین حصوں میں بٹ گئے تھے۔ ایک وہ تھے جو نافرمانی کر کے سنیچر کے دن مچھلیوں کا شکار کرتے۔ دوسرے انہیں اس بُرے کام سے روکتے اور تیسرے تھک ہار کر خاموش تماشائی تھے۔ لیکن بہتر وہی رہے جو بُرے کام سے روکا کرتے تھے۔ اس فرقے نے شکار کرنے والوں کا بائیکاٹ کیا۔ ملنا جلنا بھی چھوڑا۔ اس طرح سے آبادی میں محلے بھی الگ الگ ہو گئے۔ ایک دن صبح کو دیکھا گیا کہ ہفتہ کے دن شکار کرنے والے جتنے "کماؤ پوت" ہر گھر میں تھے بندر بن گئے۔ اور اپنے قرابت داروں کے پاؤں پر سر رکھ کر روتے رہے اور بالآخر تین دن کے بعد مر گئے۔

خود توراۃ میں سبت کے دن کی حرمت کا اتنا شدید مطالبہ کیا گیا تھا کہ جو شخص بھی اس دن کی حرمت کو توڑے اسے واجب القتل قرار دیا گیا۔ حوالے کے لئے خروج باب ۳۱ کی آیت ۱۵ ملاحظہ فرمالیں۔

آج بھی کہیں اور تو پتہ نہیں لیکن امریکہ اور فرانس میں یہود کے ہاتھ میں جتنے صنعتی ادارے ہیں وہاں چھٹیاں اتوار ہی کو منائی جاتی ہیں۔ سنیچر کے احترام کا کوئی سوال ہی نہیں رہا۔ ہم امتِ وسط جب جمعہ کی بے حرمتی پر نہیں شرماتے تو یہ یہود بھلا اس دور میں کیوں شرمانے لگے۔ جبکہ بنی آدم کو دجال کا "تحفہ" ان ہی کی برادری سے ملنے والا ہے۔ کہاں کا دین، کہاں کی شریعت، کہاں کے موسیٰؑ، کیسی توریت؟ بس یہود زندہ باد کے سوا بندروں کے خلف کے پاس کچھ بھی نہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہم مسلمانوں پر خدا کا بڑا فضل و احسان ہے کہ قرآن کے ذریعہ ہم پر یہود کی حقیقت کھول دی گئی۔ ان کے عروج و زوال کی پوری کہانی ہمیں سنادی گئی۔ اس وقت کا حال بھی ہمیں بتایا گیا، جب عالم پر انہیں فضیلت دی گئی اور اس وقت کے نظارے بھی کرادیئے گئے، جب ان کی صورتیں مسخ کردی گئیں۔ اللہ کا احسان مانو کہ ہم آج بھی بشکلِ بنی آدم ہیں، ورنہ جمعہ کے احکامات کے ساتھ بغاوت ہم نے بھی کی ہے۔ باغیوں کو اولیاء اللہ اور دنیا کے معمار بنادینے والی کتاب کی طرف رُخ کرو اور جمعہ کو پکڑے رہو۔ تمہاری اجتماعیت کا سب سے کامیاب علاج جمعہ کا قائم کرنا ہے۔

سنگدل یہود

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○

(۲۔ البقرہ ۷۴)

"مگر ان تمام نشانات کے مشاہدے کے بعد بھی تمہارے دل سخت ہی رہے۔ پتھروں کی طرح سخت بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت اور بعض پتھر تو ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں۔ اور بعض پھٹ جاتے ہیں تو پانی نکل آتا ہے اور بعض پتھر ایسے ہیں جو اللہ کی ہیبت سے لڑھک جاتے ہیں اور اے بنی اسرائیل! اللہ تمہارے کرتوت سے بے خبر نہیں ہے۔"

اس آیت میں یہود کی تمام صفات کو سمیٹ کر ایک جامع صفت میں اکٹھا بتایا گیا ہے اور وہ ان کی سنگدلی ہے جو پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہے۔ آیتہ کا ترجمہ ہی مضمون کا اچھی طرح احاطہ کئے ہوئے ہے۔

قرآن کا اندازِ بیان تو نہایت محتاط ہے۔ البتہ خود توراۃ کا بیان بھی

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس ضمن میں بے نقاب ہو تو معلوم ہو گا کہ ان ظالموں کی پردہ پوشی قرآن میں پھر بھی بہت کچھ کی گئی ہے۔

"تو نے ان کے مارا ہے پر انھوں نے افسوس نہیں کیا تو نے ان کو غارت کیا پر وہ تربیت پذیر نہ ہوئے۔ انھوں نے اپنے چہروں کو چٹان سے بھی زیادہ سخت بنایا۔" (یرمیاہ باب ۵ آیت ۳)

"لیکن بنی اسرائیل تیری بات نہ سنیں گے کیونکہ سب بنی اسرائیل سخت پیشانی اور سنگدل ہیں۔" (حزقی ایل باب ۳ آیت ۷)

توراۃ کی درج شدہ دو آیات سے ان کی سنگدلی کا فتویٰ خود ان کی کتب مقدسہ سے مل گیا۔ گو توراۃ پر ہمارا ابھی ایمان ہے۔ لیکن ظالموں نے خدا کے کلام کو اصلی حالت میں رہنے ہی کہاں دیا۔ پھر بھی بہت سی تحریفات کے بعد آخر کلامِ الٰہی جو ٹھہرا۔ ان کے چہرے کے قدیم وجدید نقوش آج بھی توراۃ میں مل گئے۔ یہ ایک خداوندی نشان نہیں تو اور کیا ہے؟

قارئین کو ہم یہاں ایک بات واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اس کتاب میں توراۃ یعنی بائبل کا جہاں کہیں بھی حوالہ دیا گیا ہے وہ ہمارے پاس موجود نسخے سے دیا گیا ہے اس نسخے کی سنہ اشاعت ۱۹۵۶ء ہے۔ نسخہ برطانیہ کے برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کی طرف سے شائع شدہ نسخوں میں سے ایک ہے یوں بھی کسی کتاب کا غلط حوالہ دینا ایک نہایت ہی سنگین جرم ہے۔ لیکن مذہبی کتب کے متعلق تو یہ معاملہ ضابطۂ اخلاق کی پابندی سے وابستہ ہے اس لئے بحمد اللہ تمام اقتباسات پوری چھان بین کے بعد ہی دیئے گئے ہیں۔

دل کی سختی کا مضمون چل رہا تھا۔ قلوب یہود زیرِ بحث تھے۔ مگر یہ صفت کچھ ان ہی پر منحصر نہیں ہے۔ بنی آدم کا دل ہے تو سینے کے اندر مگر اس کی ساری حرکتیں جسم کے تمام اجزاء کو متشکل بنا کر اعمال کی صورت میں عالمِ شہود میں لے آتی ہیں، دیکھنے کے لئے آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں مگر اصل رونے والا دل ہوتا ہے، یہی آنکھیں اندھی بھی ہو جاتی ہیں۔ مگر نہیں جب وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں تب سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں۔

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ ○ (۲۲-الحج ۴۶)

"صرف آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں مگر دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔"

انسان کا قلب اللہ تعالیٰ کا ایک عجیب شاہکار ہے، مذہب، اخلاق، روحانیت، ایثار، رحم، پاسِ وفا رنج وغم، محبت، نفرت، عداوت، شقاوت، عقل اور فہم سب اسی سرائے کے مسافر ہیں۔ اعتقادات بھی یہیں راسخ ہوتے ہیں اور عقائد کی شکستگی کے پرزے بھی کوڑا کرکٹ کی طرح کچھ دن کو یہیں رُکے رہتے ہیں۔ آدمی کی ہمت و مردانگی، ہدایت و گمراہی، خوف و حزن، رنج و خوشی سب یہیں آتے جاتے رہتے ہیں، اور اسی کی دھڑکن بند ہو جانے پر ایک دن آدمی مر کر ایک نئے سفر کا آغاز کرتا ہے۔

عجیب سی شئے ہے یہ بھی۔ شاید عمر میں جتنی بار یہ دل دھڑکتا ہے اتنی ہی بار آدمی میں انقلابات ہوتے رہتے ہیں، آج تک کوئی بھی چیز انسان کے دل میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

قیام پذیر نہ ہو سکی سوا ایک چیز کے وہ ہے ذکر اللہ۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

یہی ایک ذکر اللہ کسی قلب میں اگر ٹھہر گیا بس اس کا بیڑا پار ہوا۔ یہود کے دل میں خدا کے ذکر کا ٹھہراؤ کبھی ہوا ہی نہیں، ہر موقع پر کیا؟ کیوں؟ کیسے؟ کہاں؟ کب؟ ابھی نہیں! پھر!۔۔۔ ہرگز نہیں۔ ان ہی تمام الفاظ کا استعمال، خدائی احکامات کے مقابل استعمال کرتے رہے۔ دل ہاتھ سے گئے اور جس فرد یا قوم کا قلب منقلب ہو گیا بس سمجھو کہ اس کی نجات کا موقع نکل گیا۔ اس قلب کو صیقل کرنے کے لئے امت وسط کو طرح طرح کے نسخے بتائے گئے۔

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْھِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُھُمْ ؕ وَکَثِیْرٌ مِّنْھُمْ فٰسِقُوْنَ ○ (۵۷۔ الحدید ۱۶)

"کیا وقت نہیں آیا ایمان والوں پر کہ ان کے دل نرم پڑ جائیں اللہ کے ذکر سے اور اتاری گئی کتابِ حق کے پڑھنے سے۔ انہیں ان لوگوں کی طرح نہ ہونا چاہیئے جن کو ان سے پہلے کتاب دی جا چکی تھی پھر ایک طویل مدت ان پر کتاب بھیجے جانے کے بعد گذر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔"

ایمان وہی ہے کہ اللہ کے کلام اور نبی کی صحبت یا تعلیم سے دل نرم ہوں نزول اور بعثتِ انبیاء کو طویل مدت گذرنے پر انسانی قلوب کی سختی و شقاوت

سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ اس کا علاج ہمارے لئے تو بس یہی ہے کہ ہم قرآن اور پیغمبرؐ کی طرف رجوع ہوں اور اپنے دلوں کو صاف کریں، پھر یہ پتھر دل یہودی ہمارے لئے موم کی ناک بن جائیں گے ورنہ اس میں شک نہیں کہ ہم کو ہمارا سایہ بھی نقصان پہنچائے گا۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا۔ آمین۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

تحریف کے ماہر

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَکُمْ وَقَدْ کَانَ فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ یَسْمَعُوْنَ کَلٰمَ اللّٰہِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَہٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْہُ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ○ (۲۔ البقرۃ ۷۵)

"کیا تم اب بھی یہ توقع رکھتے ہو کہ یہ ایمان لے آئیں گے۔؟ حالانکہ ان میں سے ایک فریق ایسا بھی رہا جس نے اللہ تعالیٰ کا کلام سُن کر پھر اس کو کچھ کا کچھ کر ڈالا اور وہ بھی اس کو سمجھنے کے بعد اور یہ حرکت وہ دانستہ کر رہے تھے۔"

نزولِ قرآن کے وقت بنی اسرائیل کی داستانِ جرم سُنانے کے بعد مدینہ کی نومسلم آبادی کو خطاب کیا جا رہا ہے جو ابھی ابھی قرآن اور پیغمبرِ آخر الزماں پر ایمان لا چکے ہیں۔ اپنی ہمسایہ اور ہم وطن قوم یہود کے علماء اور عوام سے نبوت، کتاب اور آخرت کی باتیں ان کے کانوں میں بھی پڑی آ رہی تھیں۔ ان باتوں کے سرسری علم کی بنا پر یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے۔ بعض اشخاص تو ہجرت سے قبل مکّہ کے دورانِ قیام میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل چکے تھے اور قرآن سننے کے بعد دولتِ ایمانی سے مالا مال ہو چکے تھے۔ یہی لوگ بعد میں انصارِ مدینہ کے نام سے تاریخ

اسلامی میں متعارف ہوئے۔

چھل کپٹ سے ناواقف یہ سادہ دل اور نیک طبیعت کے لوگوں کو قدرتی طور پر یہودِ مدینہ کی طرف توجہ ہوئی اور ان حضرات نے مدینہ کی یہودی آبادی کو ان کی پہلی پیش خبریاں جو نبی آخر الزماں سے متعلق ان سے سُن چکے تھے، یاد دلا کر قرآن اور صاحبِ قرآن پر ایمان لانے کی مخلصانہ دعوت اس امید پر پیش کی کہ ہم نے سب سے اوّل صاحبِ قرآن کا چرچا انہیں کی زبان سے سنا ہے، انہیں کے علماء کے وعظ و تقاریر اور ان ہی کے عوام کی پُرامید انتظار کی جستجو پر قرآن اور صاحبِ قرآن کے نشانات کے دھندلے نقوش سے واقف ہو کر اصل کو اب پا چکے ہیں اس لئے جلدی جلدی اپنے ان یہود ہمسایہ بھائیوں کو حقیقتِ حال سے مطلع کر دیں کہ یہ بھی ایمان لے آئیں اور اس نعمتِ خداوندی میں شریک ہوں جس کی اطلاع ہم کو ان ہی حضرات نے اول اول دی تھی یا د رہے کہ یہودی علماء دین نبی آخر الزماںؐ کی صفات کا چرچا اس سے پہلے کرتے آ رہے تھے۔ اور عوام انتظار میں رہتے کہ دیکھیں اللہ کب اس نجات دہندہ کو مبعوث فرماتا ہے کہ ہمارے دن پھریں اور تمام مصیبتوں سے ہمیں نجات ملے۔

آیت کے آخری حصے میں کلام اللہ میں تحریف کرنے کا الزام قرآن پاک نے یہود پر لگایا ہے۔ یہ اتنا زبردست الزام ہے کہ یہود کو اور سارے کام چھوڑ کر نزولِ قرآن کے وقت اس الزام کی تردید کرنی تھی اور ثبوت میں وہ سچا، حقیقی، ستھرا اور نکھرا ہوا کلامِ الٰہی جو موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا بے لم و کاست پیش کر کے اس الزام سے بری ہو جانا تھا۔ مگر اور کہیں نہیں تو یہاں ان بے چارے یہودیوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے اقبالِ جرم کر ہی لیا اور کئے بغیر شاید کوئی چارہ بھی نہیں تھا، جبکہ کتابِ مقدس میں یرمیاہ نبی فرماتے ہیں:۔

"کیونکہ تم نے زندہ رب الافواج ہمارے خدا کے کلام کو بگاڑ ڈالا"

(یرمیاہ باب ۲۳ آیت ۳۶)

بائبل کے اس حوالے سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حی القیوم رب الافواج کے کلام کو بنی اسرائیل نے بگاڑ ڈالا۔ کلامِ الٰہی میں تحریف کا الزام اب صرف قرآن کی طرف سے ہی نہیں بلکہ خود ان کی کتاب کی طرف سے عائد ہوا۔ قرآن نے تو فقط یاد دہانی کرادی تاکہ عادی مجرموں کا پتہ لگتا رہے۔

قرآن مجید کی اعجازی کامیابیوں میں سے ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ اب خود یہود بھی اپنے آسمانی صحیفوں کی تنزیلِ لفظی کے قائل نہیں رہے۔ ان کے علماء وا کابرین صاف صاف اقرار کر رہے ہیں کہ صرف مضامین و مطالب کا القاء ہمارے انبیاء کے قلوب پر ہوتا تھا اور "مصنفینِ کتاب اللہ" اسی الہام کی روشنی میں یہود کو کتبِ آسمانی تیار کر دیتے تھے۔

اسی بناء پر تاریخ انسانی کے بہت سے معاملات میں یہود کی تحریفِ کتبِ سماویہ کی حرکتِ سیئہ سے اختلافی محاذ قائم ہوتا رہا۔ اور نہ صرف تاریخ بلکہ توحید، رسالت، نبوت، آخرت، نجات، دوزخ، جنت وغیرہ کے متعلق بھی بنی آدم میں شکوک وشبہات کی راہیں نکلنے لگیں، حتیٰ کہ اس فن کے ماہر یہودیوں نے حضرت مسیح کی اناجیل اربعہ کا حلیہ بگاڑنے یا بگڑوانے میں جو پارٹ ادا کیا ہے وہ اب کسی اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں رہا۔ ہر صاحبِ سمجھ انسانیت دوست آدمی کو محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدر شناس اور احسان مند ہونا ہی چاہیئے ـــ کہ رب العالمین نے آپ کے ذریعہ تمام حقائق کو از سرِ نو بے نقاب کر دیا ورنہ آدمیت کے اعتقادی و روحانی، دینی و اُخروی معاملات میں کتنی ہی باتیں اپنا اصلی وزن اور جوہر کھو چکی تھیں۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

دو رنگی مذہبیت

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُم بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُم بِهِ عِندَ رَبِّكُمْ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ○ أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ○

(۲۔ البقرۃ ۷۶-۷۷)

"اور جب یہود ملتے ہیں مسلمانوں سے تو کہتے ہیں ہم بھی ایمان لے آئے ہیں، اور جب تنہائی میں جاتے ہیں اپنے دوسرے یہودیوں کے پاس، تو ان سے کہتے ہیں بیوقوف ہو گئے ہو۔ کیا غضب کرتے ہو کہ ان مسلمانوں کو وہ باتیں بتا دیتے ہو جو اللہ نے تم پر کھول دی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ مسلمان لوگ تمہیں حجت میں مغلوب کر دیں گے۔ یہ مضمون اللہ کے پاس سے ہے، کیا تم نہیں سمجھتے۔ تو کیا یہود کو یہ بات معلوم نہیں رہی کہ اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے ان باتوں کی بھی جن کو یہ چھپاتے ہیں اور ان باتوں کی بھی جن کا وہ اظہار کرتے ہیں۔"

یہود مدینہ میں جو لوگ نفاق کا رنگ لے کر اسلام میں ظاہری دکھاوے کے لئے داخل ہوئے تھے وہ جماعتِ مسلمین کی خوشامد لئے اپنا اعتبار جمانے

اور تمام مسلمانوں کے دل میں جگہ پانے کے لئے توریت اور دوسری کتبِ آسمانی کی پیش خبریاں اور حضرت محمدؐ کے متعلق بشارتیں اور علامتیں ظاہر کرتے۔ اُدھر یہ گروہ جب تخلیہ میں دوسرے دشمنانِ اسلام یہودیوں سے ملتا تو یہ انہیں ڈانٹ پھٹکار کرتے کہ یہ کیا حرکت کر رہے ہو۔ مسلمانوں پر وہ باتیں کیوں ظاہر کر دیتے ہو جو کتبِ مقدسہ میں ہیں۔ یہی دلائل مسلمان ہمارے سامنے پیش کر کے ہم قرآن اور پیغمبر پر ایمان لانے کے لئے بطور دلیل اور حجت کے پیش کریں گے تو انکار کرتے نہیں بنے گی اور تمہاری یہ دی ہوئی سند اور اطلاع سے ہماری اور دین یہود اور علماء یہود کی بڑی سبکی ہو گی۔

اس پر انہیں قرآن کے بھیجنے والے نے یاد دلایا کہ ظالمو! دنیا میں حق کو چھپا کر اور سچائی پر پردہ ڈال کر ہی مرو گے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خدا کو بہرحال تمہاری اس حق پوشی کا خوب علم ہے۔ اور اللہ نے یہ بات مومنینِ مدینہ پر صاف طور پر بذریعہ وحی ظاہر کر دی کہ تمہارے ساتھ جو گندم نما جو فروش یہودی ہیں ان کے دعوئ اسلام کے متعلق چوکس رہنا۔ اسی چاپلوس گروہ نے ظاہری طور پر اسلام میں داخل ہو کر مسلمانوں کو جانی اور مالی نقصان نیز وقت آنے پر عین موقع پر دغا دے کر اپنے حق میں یہ فتویٰ صادر کروا ہی لیا کہ قرآن نے جو کچھ ان کے متعلق اطلاع دی تھی، وہ سو فیصد صحیح تھی۔ اور اگر کلام الٰہی بھی دنیا میں صحیح نہ ہوا تو پھر کونسی بات صحیح ہو سکتی ہے۔ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا۔ اسی غیبی اطلاع کی تصدیق آج تک ہوتی چلی آ رہی ہے اور تا قیامت ہوتی رہے گی۔ آج دنیا کے ہر معاشی و معاشرتی نیز سماجی اور سیاسی و مذہبی ڈھانچے میں یہود کوئی۔ کوئی

toobaa-elibrary.blogspot.com

فتنہ برپا کرنے کو چپکے ہوئے ہیں۔ درمیان میں کچھ ایام تک اچھا خاصا پردہ اس معاملے پر پڑ گیا تھا۔ مگر اب عالمی سیاست میں یہود کی اسی طرح کی شرکت خفیہ اور مشرق وسطیٰ کی غیر یقینی سیاسی صورت حال سے ساری دنیا میں یہود کے چرچے ہیں اور ایک ایک ہو کر بات کھلتی چلی جاتی ہے کہ سرمایہ داری اشتراکیت جنسی انارکی اور سیاسی جتھا بندی میں ہر جگہ ان کے ایجنٹ برابر یہی کام انجام دے رہے ہیں جو نزولِ قرآن کے زمانے میں یہودِ مدینہ انجام دے چکے تھے۔

شاید امریکہ اور برطانیہ کے عوام تک اس مضمون کا یہ حصہ پہنچے یا میری آواز خدا کرے ان بہرے کانوں سے ٹکرائے اور وہ اس آیۃ کریمہ کو اچھی طرح دیکھ کر پڑھ لیں تو انہیں یہ بات ابھی سے لکھ رکھنی چاہیئے کہ یہود جس کسی کے ساتھی بنے ہیں بالآخر ان ہی کی بیٹھ میں انہوں نے چھرا گھونپ دیا ہے۔ آج اے امریکہ اور برطانیہ والو! تمہاری امداد سے یہ یہود بنی آدم پر اپنے خونخوار پنجہ کا پہلا وار کر چکے ہیں اس کامیابی کے بعد دوسرا وار تم پر ہوگا۔ اگر یہ بات غلط نکلے تو تمہیں حق ہوگا کہ اس دور کے مسلمانوں کو قرآن پاک کی دوسری سورۃ کی آیت نمبر ۷۶ اور ۷۷ یاد دلا کر قرآن کے ساتھ ہمارے پورے دین کی تکذیب کر دینا اگر ایسا نہ ہوا یعنی اس آیت کی تصدیق ہو گئی "قوم یہود تم کو لقمہ تر سمجھ کر نگلنے لگیں، تمہارا قتلِ عام کریں اور تم کو ملک بدر کریں تو خدا کے واسطے اس قرآن پر اس وقت ضرور ایمان لے آ[۱۰] اور یہ بھی سن لو کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اس قرآن کی ایک ایک بات سچ ہے یہ کبھی جھوٹ نہیں ہو سکتی کہ جس قومِ یہود نے خدا کی کتاب سے حق کو چھپا کر قومی عصبیت کا ثبوت دیا ہے وہ دنیا کی کسی قوم کو اپنے سوا جینے کا حق دار نہیں

سمجھتی۔ ساری دنیا میں سب سے زیادہ ملعون قوم پرستی ان ہی یہود کے رگ و ریشہ میں سما چکی ہے۔ یہ اژدہا جسے ڈسے گا اُسے کاٹ کر بس نہیں کرے گا بلکہ نگل جائے گا۔ تمہارے سیاست دان اور دانشور لوگوں کی آواز چھن چھنا کر ہم تک اور ساری دنیا تک پہنچ رہی ہے کہ امریکہ کے صدارتی انتخاب میں اور برطانیہ کی سیاسی بازی گری میں سرمایہ دار یہود کا ہاتھ اپنا کام ابھی سے شروع کر چکا ہے۔ تمہاری سیاست اور معیشت پر قبضہ کے بعد اسی ہاتھ کا مستور خنجر تمہارا ابھی کام تمام کر دے گا۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

جہلاءِ یہود کا خیالی دین

وَمِنۡهُمۡ اُمِّيُّوۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ الۡكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِىَّ وَ اِنۡ هُمۡ اِلَّا يَظُنُّوۡنَ ○ (۲-البقرہ ۷۸)

"اور ان یہودیوں میں ایک گروہ اَن پڑھ لوگوں کا ہے، جو کتاب اللہ کا علم نہیں رکھتے، لیکن امیدوں اور آرزوؤں کے چکر میں رہتے ہیں اور محض وہم و گمان پر چلتے ہیں۔"

یہ حال یہودی عوام کا بتایا گیا ہے جو کتابِ الٰہی کے علم سے ناواقف تھے۔ اور نہیں جانتے تھے کہ خدا نے اپنی کتاب میں کیا کچھ احکامات دیئے ہیں۔ وہ اپنے بکاؤ عالموں اور جاہل مذہبی رہنماؤں کے خیالاتِ باطلہ کو دین سمجھ کر ان کی ناقص اور ادھ کھری باتوں پر دین کا تصور اور اس کی اساس رکھتے آرہے تھے۔

علمائے یہود میں جو لوگ فی الواقع حق پرست تھے انہیں تو قرآن میں جگہ جگہ الگ کر دیا گیا ہے۔ اور ایسے حق گو اشخاص ان کے اعلیٰ درجہ کے مذہبی رہنما بن ہی نہ سکے۔ البتہ امراء کے دستر خوان کی بلّیاں جو دینی منصب داروں اور چودھریوں کے جبّے اور دستار پہن کر یہودی قیادت کے لئے آگے آتیں، دراصل ان کے پیچھے سود خور یہودی مہاجن اور بے رحم سرمایہ دار ہی درپردہ ان کے اگوا اور پیشوا بنے رہتے۔ کیوں کہ یہی لوگ ان کو خیالاتِ باطلہ اور بخشش کے پروانے

تقسیم کرنے والے تھے، اسی بنا پر ایک ایسا متعصب قومی مذہب وجود میں آیا جو اللہ اور اس کے رسولوں سے دور کا بھی تعلق نہیں رکھتا تھا۔ مگر ان کے وہم و گمان کی برابر خدمت انجام دیے جا رہا تھا کہ یہود کے سوا جنت میں کوئی داخل ہی نہیں ہو سکتا۔

مسلمانو! تم اس آیت سے کچھ تو سبق لو کہ یہ کیا ہو گیا ہماری ملتِ اسلامیہ کو؟ کہیں وہم و گمان کی اس اندھیری وادی میں ہم تو نہیں اُتر گئے؟ حق بات چھپانا یہود کی سنت تھی مگر ایک مسلم حنیف کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ حق کو چھپائے۔ تو سن لو کہ تم بھی وہم و گمان کے چکر میں ہو۔ بخشش کا مدار خدا کے احکامات ہیں۔ عقیدے کی اساس اللہ کی توحید ہے۔ رہنمائی اور نمونہ، پیروی اور اتباع حضورِ اقدس ؐ کے سوا اور کسی کا نہیں ہو سکتا۔ مگر کیا ہم بھی جاہل صوفیوں اور ناقص علماء اور اپنی خیالی کھچڑی کے چکر میں نہیں گھوم رہے ہیں؟ کیا ہم بھی ایمان کے سارے تقاضے بالائے طاق رکھ کر توحید کی اساس کو چھوڑ کر شرکیہ عقائد کی طرف نہیں لڑھک گئے؟

کچھ رسمیں ہیں کچھ رواج ہیں جن کا تعلق نہ اللہ کی کتاب سے ہے نہ اس کے رسول ؐ کی حیاتِ طیبہ سے، نہ صحابہؓ کے اعمال سے۔ مگر ہم مسلمان ہیں کہ برابر اپنے دینِ حنیف کو کئی کئی جھنجھٹوں میں لپیٹ کر اس کی حقیقی شکل کو چھپا چکے ہیں۔

اگر آپ قرآن پاک کا مطالعہ کرتے اور سنتِ رسول ؐ کو اپنی زندگی کا نمونہ بناتے تو ہم عصر قوموں کے رسوم و رواج آپ کے پاس کبھی پھٹک ہی نہیں سکتے تھے، کھرچ کھرچ کر نکال دو ان ساری رسوماتِ بد کو جو کہیں ہیں ڈھولک پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

نچا رہی ہیں تو کہیں ہماری بہو بیٹیوں کو تماشہ بینوں کی نظرِ بد کا شکار بنا رہی ہیں تو کہیں خرچیلی رسومات ہماری معیشت کی ریڑھ کی ہڈی توڑے ڈال رہی ہیں، کہیں ہمارے عقیدۂ توحید کو متزلزل کرتی ہیں تو کہیں خدا کی ناراضگی اور اس کے قہر و غضب کا ہمیں شکار بنا رہی ہیں۔

ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکال دو اپنی زندگی سے وہم و گمان کی باتوں کو اور دینِ حنیف کے اُسی مقام پر پھر سے کھڑے ہو جاؤ جہاں اللہ اور اس کا رسول تمہیں دیکھنا چاہتے ہیں، جہاں وہم نہیں صداقت ہے۔ جہاں گمان نہیں حقیقت ہے۔ عالمِ برزخ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پُرنم آنکھیں تمہیں پھر اسی مقامِ علیا پر دیکھنا چاہتی ہیں، اور ربِّ عرشِ عظیم تم پر اپنی رحمتوں کی بارش کرنے کے لئے منتظر ہے بشرطیکہ،

اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ (۴۲۔ الشوریٰ ۱۳)

”دین پر قائم ہو جاؤ اور اس میں جدا جدا راہیں مت نکالو۔“

کتبِ مقدسہ کو اپنی تصانیف کے ساتھ ملا ڈالا

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ○ (۲۔ البقرۃ ۷۹)

”ہلاکت اور بربادی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب تصنیف کرتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس سے قدرے قلیل معاوضہ حاصل کریں۔ افسوسناک ہلاکت کے موجب ہیں ان کے ہاتھ کی لکھی باتیں اور جو کمائی اس ذریعہ سے انھوں نے کی ہے وہ تباہ ہونے والی ہے۔“

قومِ یہود کے مذہبی رہنماؤں و دینی منصب داروں نے خدا کی کتابوں کے ساتھ تحریف کا جو معاملہ کیا وہ تو جگ ظاہر ہے۔ لیکن قرآن پاک میں ان کی اس غلطی پر نکیر کی گئی ہے جس کی طرف بہت کم لوگوں کی نگاہ پہنچ سکی ہے وہ یہ ہے کہ ان کتب مقدسہ کو پڑھنے والا جب ان الہامی کتابوں میں خدا کا کلام پڑھنا شروع کرتا ہے تو ساتھ ہی ساتھ اُسے یہود کی تاریخ، اس کے افسانے، توراۃ کے مفسروں کی آراء ان کے علماء کے اختلافی اقوال نچلی سطح کے مذہبی مسائل، فقہی مباحث، بنی اسرائیل کا آپسی جنگ و جدال، دینِ یہود کے مبلغین، متکلمین و سلاطین کی آرار

اور ان کی زندگی کے واقعات سب کچھ ساتھ ساتھ پڑھنا ہوتا ہے۔ عام ناظر کو بڑی مشکل یہ پیش آتی ہے کہ خالص کلامِ الٰہی کو ان بھول بھلیوں میں کہاں کہاں تلاش کرتا پھرے۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ یہ تمام باتیں کتاب اللہ کے ساتھ گڈمڈ ہی نہیں کردی گئیں بلکہ کلامِ الٰہی کے ساتھ جوڑ جاڑ کر کتبِ مقدسہ کا جز قرار دے دی گئی ہیں۔

قومِ یہود جس کلامِ الٰہی کی وارث ہے، اگر کوئی اسے پڑھ کر آج فیض حاصل کرنا چاہے تو اسے اصل کتاب اللہ سے دس گنی زیادہ یہودی مکر و فریب کی داستانیں بھی چار و ناچار پڑھنی ہوں گی تب کہیں جا کر قاری کو خدائی کلام کا دسواں حصہ نصیب ہوگا۔ خدا نے یہود کی اسی اجتماعی خرابی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے میں کتبِ مقدسہ کے اوراق کی تعداد بڑھتی ہی گئی۔ حالانکہ وحی والہام کا سلسلہ مدتوں سے بند ہو چکا تھا۔

عوام میں وحی والہام کی تقدیس کی اونچی قدر کو دیکھ کر یہودی عالموں نے جب جس چیز کو چاہا خدا کی کتاب کا جز بنا دیا۔ عوام بے چارے عقل کے اندھے تھے۔ عقیدت اور تقدیسِ کلامِ الٰہی کے جذبے میں ان تمام اجزاء کو بھی انھوں نے آدابِ تعظیم، تلاوت و ثواب کے لحاظ سے وہی درجہ دے دیا جو اللہ کی کتاب کو دیا جانا ضروری تھا۔ اس طرح سے علماءِ یہود نے خدا کے کلام کے ساتھ اپنا قومی و ملی کلام بھی عوام کے سر منڈھ دیا۔ اور کلامِ الٰہی کی عظمت کے وہ قیمتی سکے جو مومنین کی عقیدت کی جیب سے نکل کر آستانۂ الٰہیہ پر نچھاور ہو رہے تھے، اس میں سے بہت کچھ کے حصے دار یہ بھی بن گئے۔

مسلمانو! تم کو مبارک ہو کہ آج روئے زمین پر تم اور صرف تم ہو کہ لاکھ برائیوں

کے بعد بھی اللہ کے کلام کے محافظ ہو، خدا کی رحمت ہو تم پر کہ تم نے قرآن کے ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ کی حفاظت کی، اپنے سینوں سے اصل کلامِ الٰہی کو لگائے رکھا۔ تفاسیر و تراجم، فقہ، تاریخ، واقعاتِ صحابہ و ائمہ مجتہدین حتیٰ کہ صاحبِ قرآن ؐ کی احادیث تک کو قرآن سے الگ رکھا۔ ہر چیز کو اس نے مرتبے کے لحاظ سے محفوظ کر دیا۔ اور ایک دوسرے میں خلط ملط نہ ہونے دیا۔

سبحان اللہ کیا شان ہے اس امت کی کہ آج جسے قرآن پڑھنا ہو، صرف قرآن اور خالص قرآن وہ بآسانی پڑھ سکتا ہے۔ اگر اس کی مرضی ہو ہماری تاریخ پڑھنا چاہے پڑھ لے۔ اگر اسے ہمارے رسول ؐ کے اصحاب اور ہم عصر لوگوں کی زندگیوں سے دلچسپی ہو تو اُسے یہ چیز یہاں کلامِ الٰہی سے الگ ملے گی۔ اور اگر وہ ہمارے فقہاء اور متکلمین کی آراء سے واقف ہونا چاہے تو یہ معلومات بھی اسے علیحدہ مل جائیں گی۔ ہمارا مدون کیا ہوا فنِ تفسیر، فنِ حدیث، حتیٰ کہ ہمارے فنِ تعمیر اور امورِ سلطنت کی اچھی بری باتیں اگر وہ جاننا چاہے تو یہ بھی اسے دی جا سکتی ہیں۔ اور اگر اسے ہماری خانہ جنگی اور خون ریزی کا علم درکار ہو تو ہم نے اپنی تاریخی کربلاؤں کی ہزاروں داستانیں لکھ رکھی ہیں، اختلافی مسائل میں ہمارے علماء کی آپسی تکرار سے وہ واقف ہونا چاہے تو یہ چیز بھی ہمارے دسترخوان پر وہ موجود پائے گا۔

مگر جب کوئی ہم سے کلامِ الٰہی طلب کرے گا تو اس کے ساتھ ملا کر ہم اسے کوئی چیز نہ دے سکتے ہیں اور نہ دے سکیں گے۔

مسلمانوں کو جو تعلق اپنے رسولِ برحق ؐ سے ہے وہ ساری دنیا جانتی ہے۔ اس ذاتِ اقدس سے ہمیں جو عقیدت ہے وہ نہ ماں باپ سے ہے نہ کنبہ برادری

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے نہ ملک وسلطنت سے ۔ ان کا ایک ایک لفظ ہمارے لئے لعل وجواہر سے زیادہ قیمتی ہے، مگر ہم نے اللہ کے کلام کی عظمت کا مقام اس سے بھی کہیں اونچا رکھا۔ اور اس مقدس کتاب میں کوئی ایک حرف بھی وحیٔ الٰہی کے سوا آج تک شامل نہ ہونے دیا۔ اور انشاء اللہ تا قیامت نہ ہونے دیں گے۔

یہود کو ہماری اس فضیلت پر حسد وجلن ہوئی۔ اس کی تسکین کے لئے سواحلِ افریقہ میں اسرائیلی حکومت نے قرآن کے نسخے چھاپ کر کچھ آیات کو صرف آگے پیچھے کر دیا تھا۔ اس چور کو پہلی منزل میں ہم نے پکڑ مارا ہے اور بحمد اللہ کوئی سازش قرآنِ پاک کو محرف کرنے کی کبھی کامیاب نہ ہو سکی حتیٰ کہ قرآن کے تمام نسخے بھی ہم سے چھین لئے جائیں تو چند گھنٹوں میں ہر بڑے شہر کے ہمارے ہزاروں حافظ جو اس عظیم کتاب کو اپنے سینوں میں محفوظ کئے ہوئے ہیں، اسے ضبطِ تحریر میں لے آئیں گے۔ انشاء اللہ ثم انشاء اللہ۔

جنّت کے جبری وارث

وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

(۲ - البقرۃ - ۸۰ - ۸۱ - ۸۲)

"اور یہود کہتے ہیں کہ ہم کو گنتی کے چند دن سے زیادہ آگ چھو نہیں سکتی، تم کہو اے نبیؐ کہ اللہ سے تم نے کیا کوئی اقرار لے رکھا ہے۔ اللہ تو فی الواقع اپنے اقرار کے خلاف نہیں کرے گا یا تم خود ہی اللہ پر وہ باتیں جوڑ کر کہہ دیتے ہو جس کا تمہیں مطلق علم نہیں ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جو شخص بھی گناہ کرے گا اور بدی کے چکر میں گھرا رہے گا تو ایسے لوگ آگ میں جائیں گے۔ آگ سے بچ کر جنت میں صرف وہی لوگ جا سکیں گے جو ایمان لائے ہوں گے اور جنھوں نے نیک عمل کیا ہو گا۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ وہ عقیدہ ہے جو ان کے عام لوگوں میں پایا جاتا ہے دین کا حلیہ بگاڑنے والے علماء یہود نے اپنا پیٹ بھرنے کے لئے قومِ یہود کو جھوٹی تسلی دے کر انھیں جھانسا دے رکھا تھا کہ خواہ تم کچھ بھی کرو دوزخ میں چند دن رہنے کے بعد چھڑا لئے جاؤ گے۔ اب اگر کتابِ مقدس کے کچھ تقاضے بھی ہوں تو عوام یہ بے وقوفی کیوں کریں کہ رات دن عمل کرتے رہیں۔ خدا کو راضی کرنے کی فکر کرتے رہیں۔ بلکہ اس تسلی کا ردِّ عمل تو عوام پر یہ ہو گا کہ جو کچھ کرنا ہے کرتے رہو گناہ و ثواب وقت پر دیکھا جائے گا۔ کچھ نہ کچھ تھوڑی بہت سزا کے سوا اور کیا ہونا ہے ہم یہودیوں کو آگ میں ہمیشہ تو جلنا بہرحال نہیں ہے پھر بھلا جو قوم اس راہ پر پڑ جائے اس کو دنیا کی کسی برائی اور ظلم سے کیوں جھجک ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ قومِ یہود کی پوری تاریخ گناہ اور بدکاری سے بھری پڑی ہے، عوام اتنے قصوروار نہیں جتنے کہ اس معاملہ میں علماء یہود قصوروار ٹھہرتے ہیں کہ اپنی چند روزہ پیٹ کی آگ کو بجھانے کے لئے قوم کو یہ جھانسا دیتے ہیں کہ تم کو دوزخ کی آگ چند دن کے سوا چھو نہ سکے گی۔ حالانکہ امرِ واقعہ اس کے خلاف ہے جب بھی کسی قوم کے دینی چودھریوں نے عوام میں اپنی واہ واہ کے لئے جھوٹی باتیں رواج دیں وہ قوم بداعمالی کے عمیق غار میں جا گری پھر یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو آج بھی مذاہبِ عالم کے کسی بھی محقق کی نگاہ سے مخفی نہیں۔

زبان کا ذائقہ بدلنے کے لئے اس مضمون پر اب یہودی کتب کے کچھ حوالے بھی پڑھنے چاہئیں، تاکہ معلوم ہو کہ صرف قرآن ہی نے انہیں موردِ

الزام نہیں بنایا بلکہ نجات کا پروانہ جسے یہود نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے خود ان کی کتب میں بھی موجود ہے۔ جیوش انسائیکلو پیڈیا جلد ۵: صفحہ ۵۸۲ میں یہ عقیدہ یوں نقل ہوا ہے۔

"آتشِ دوزخ گناہ گار یہودی قوم کو چھوئے گی بھی نہیں اس لئے کہ وہ جہنم پر پہنچتے ہی اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے اور خدا کے پاس آجائیں گے۔"

دنیا والو! سن لو ان کا یہ عقیدہ خود ان کی زبانی! یعنی یہ دوسرے بنی آدم کو بے وقوف سمجھتے ہیں کہ وہ دوزخ پر پہنچ کر گویا اپنے گناہوں کا اقرار نہ کریں گے اور آنکھوں دیکھ کر بھی نرک واسی ہونا پسند کریں گے۔ اس وقت جہنم پر وارد ہونے والوں میں یہ ترکیب صرف یہود کو سوجھے گی۔ پھر اب یہود کو نیک عمل کی کوئی ضرورت ہی بھلا کیوں باقی رہی۔ پھر ان ہی یہودی لوگوں کا ایک مقدس صحیفہ تالمود کے انتخابی مضامین کا مجموعہ انگریزی میں ڈاکٹر گوہن کا مرتب کیا ہوا EVERY MANS LIBRARY SERIES کے صفحہ ۴۰۵ پر یہ عبارت درج ہے کہ "قیامت کے دن ابراہیمؑ دوزخ پر تشریف رکھتے ہوں گے اور کسی مختون اسرائیلی کو اس میں گرنے نہ دیں گے۔ جہنم کی آگ کو اسرائیلی گناہگاروں پر کوئی قدرت نہ حاصل ہو گی، گویا ابراہیمؑ صرف ان کے ہیں ہمارے نہیں، عیسائیوں کے نہیں۔ ابراہیم تو تمام اہلِ کتاب کے اور تمام دنیا کے پیشوا ہیں۔ مسلمان تو آج بھی اپنی نمازیں دعا کے وقت ان پر بھی ہدیۂ درود و سلام مسلسل بھیجتا ہے کہ یہی شخصیت دینِ حنیف

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی بانی اور فرزندانِ توحید کی امام و رہنما رہی ہے پھر خدا کے لاڈلے اور مختون تو صرف یہودی ہوں گے، ان بے وقوفوں کو شاید معلوم نہ ہو کہ مسلمان تو سو فیصد مختون ہوتے ہیں اور ملّتِ ابراہیمؑ کے ماننے والے نیز خدا کے سچے پرستار ہوتے ہیں۔ تم یہودیوں اور حضرت ابراہیمؑ کا کیا تعلق اور اس معمارِ کعبہ سے تمہارا کیا لینا دینا۔

مسلمانوں کے لئے یہ ایک تازیانۂ عبرت ہے کہ قرآن اور سنتِ نبویؐ کی تعلیم سے اب وہ براہِ راست مستفیض ہو کر دینِ ابراہیم کے جھنڈا دھاری بن کر میدان میں اتریں ورنہ موجودہ نسل کو تو یہ بھی معلوم نہ رہے گا کہ ہم مسلمان حضرت ابراہیمؑ کو پیشوا ہی نہیں اپنا مقتدا بھی مانتے ہیں۔

فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرٰهِيمَ حَنِيفًا ط وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○ (۳-آلِ عمران - ۹۵)

"مسلمانو! تم یکسو ہو کر ابراہیمؑ کے طریقے کی پیروی کرو۔ اور ابراہیمؑ ہرگز ہرگز مشرک نہ تھے۔"

مَا كَانَ إِبْرٰهِيمُ يَهُودِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا ط وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○

(۳-آلِ عمران : ۶۷)

"ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی تھے وہ تو فقط مسلم تھے اور مشرکوں میں ان کا شمار ہرگز نہیں۔"

ان آیاتِ بیّنات میں سید الموحدین حضرت ابراہیمؑ جو رسولِ آخر الزماںؐ

کے جدِّ امجد اور خدا کے خلیل ہیں، انھیں مسلم بتلایا گیا ہے۔ یہود کہاں جنت میں گھسنے کی فکر میں ہیں۔ ابھی قیامت کو دیر ہی کتنی ہے۔ دیکھ لینا انشاء اللہ وہاں تمام حقیقتوں پر پڑے ہوئے پردے اٹھنے والے ہیں۔ من و سلویٰ جیسی نعمت پر پیاز ککڑی اور مسور کے طلبگار جنت میں جا کر بھی کہاں زیادہ دن رکنے والے ہیں جسے جہاں پہنچنا ہے پہنچ کر رہے گا۔ اور دنیا جان لے گی کہ نجات کو نسل و قوم سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ تو عمل سے حاصل ہوگی۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

خدا سے پھری ہوئی قوم

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ط ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ (۲۔ البقرہ ۸۳)

"اور وہ وقت یاد کرو جبکہ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ رشتہ داروں، یتیموں اور محتاجوں کی خبر گیری کرتے رہنا۔ لوگوں سے بھلی بات کہتے رہنا۔ نماز کو قائم کرنا زکوٰۃ ادا کرتے رہنا۔ مگر اے بنی اسرائیل تم ان حکموں سے پھر گئے صرف چند لوگ ہی تم میں سے اس یثاق پر قائم ہیں۔ باقی تمام اس عہد کو ٹال گئے۔"

خدا کا علم تو کامل ہے۔ اسے یہود کی نافرمانیوں کا خوب علم ہے۔ اور ان نافرمانیوں پر مختلف تاریخی ادوار میں انہیں دردناک سزائیں بھی دے چکا ہے، اور بالآخر بعثتِ محمدیؐ کے وقت ان کے انکار و بغاوت کی وجہ سے انہیں مرتد قرار دے کر اللہ تعالیٰ نے انہیں دینِ ابراہیمی کے حلقے سے نکال باہر کر دیا۔

جس قوم نے خدا کے احکامات کی تحریف کر کے جنت کی ٹھیکہ داری کو قومی، نسلی اور وہ بھی اپنے ہی دائرے میں محدود کر دی ہو، اسے نماز، حقوقِ والدین، رشتہ داروں، ہمسایوں، یتیموں اور محتاجوں کی بھلا کیا پڑی ہے۔

یہودی مہاجنی دنیا میں جتنی بدنام ہے شاید ہی کوئی دوسری سود خور قوم اتنی شقی اور شدید البطش ہو کر بدنامِ زمانہ ہوئی ہو۔ ایسے دولت کے پجاری زکوٰۃ تو کیا ادا کرتے، غریب اور بے سہارا لوگوں کو بلا سود قرض ہی دیتے تو بڑی بات ہوتی۔ ساتھ ہی قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے کی ایک دلیل اور ہاتھ آگئی کہ وہ صرف خدا کا کلام ہے۔ کسی انسان کی تصنیف نہیں ورنہ بھی کو ایک لکڑی ہانک دیتا۔ یہ نہ کہتا کہ پھر بھی یہود میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہیں کہ وہ اللہ کے ساتھ اپنے عہد کو نبھا رہے ہیں۔

یہ تخصیص اور اشارہ نزولِ قرآن کے وقت یہود کے صالح عنصر کی طرف ہے اور موجودہ یہودی قوم میں ان لوگوں کی طرف بھی ہو سکتا ہے جو ملکِ فلسطین میں اب بھی لباس، معاشرت، طرزِ زندگی اور نماز کی پابندی کے ساتھ نیک اعمال کو لیے ہوئے آباد ہیں۔

یہاں یہ بات بھی ہم واضح کر دیں کہ فلسطین میں مقامی یہودی آبادی کے خلاف نہ عرب ہیں اور نہ عالمِ اسلام۔ بلکہ ہم تو انصاف کی بات صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ جو یہودی ملکِ شام اور فلسطین میں پہلے سے آباد ہیں ان کے انخلاء کا کوئی وسوسہ مسلمانوں کی پوری تاریخ میں انہیں کبھی نہیں آیا۔ قضیہ کی ابتداء تو وہاں سے ہوئی جب تمام یورپ میں بسنے والے یہودی سرمایہ دار اور پکے سیاست دان

toobaa-elibrary.blogspot.com

فلسطین میں آگھسے۔ اور عربوں کو وہاں سے نکال کر برطانیہ اور امریکہ کے سہارے اپنی نئی مملکت کو وجود میں لے آئے۔ فلسطین کے مقامی یہود تو بے چارے یوں بھی ان اشتراکی اور سرمایہ دار یہود کو مقاماتِ مقدسہ میں ہر سال بعضوں کے ملعون چہروں کو دیکھ کر چیختے رہے کہ یہ بنی اسرائیل نہیں ہیں، بلکہ یورپ کے ننگے شاہزادے اور بدکار شہزادیاں ہیں جو ہر سال اپنے کالے کرتوتوں کو دیوارِ گریہ سے لپٹ کر دھونے کے لئے آتے رہتے ہیں۔ بیت المقدس کی زیارت کو جانے والے ہر مسلمان و عیسائی کو اس حقیقت کا علم ہے۔

مسلمان تو پوری عظمت ان مقامات کی اپنے دل میں رکھتے ہوئے خدائے قدوس کے حضور بندگی کے لئے جاتے رہے اور پوری پابندی اس مقامِ محترم کے تمام حدود کی برابر کرتے آرہے تھے، اسی طرح عیسائی بھی اپنا مذہبی رکھ رکھاؤ وہاں قائم رکھتے ہیں۔ لیکن یہودی بدکار لونڈے اور مغربی یہودی عورتیں آدھی ننگی ہو کر ان مقامات پر آدھمکتی ہیں۔ بہانہ زیارت کا ہوتا ہے اور پیرس و لندن کی تمام رنگ رلیاں یروشلم میں منائی جاتی ہیں۔ ان ظالموں کی طرف سے بیت المقدس کی جو بے حرمتی ہوئی ہے اسے دیکھ کر مسلمان تو بے چارے دانت پیس کر رہ جاتے ہیں وہ کر بھی کیا سکتے ہیں۔ انھوں نے جس طرح اس مقدس مقام کو اپنا قبلۂ اول مانا ہے اور یہی حق یہودیوں کو بھی وہ دیتے رہے۔ یہاں شرعاً گنجائش نہیں تھی کہ انہیں کسی ضابطے کا پابند بنایا جاتا۔ پھر بھی بین الاقوامی سیاست میں فطور آنے کے خوف سے مسلمان حکام بھی خاموشی اختیار کرتے رہے کہ جب یہود کو خود اپنے مقدس مقامات کی عظمت کا پاس نہیں ہے تو دوسرے کر بھی کیا سکتے ہیں۔ مگر ان

مواقع پر مقامی یہود کی تو تو میں میں زیارت کے ایام میں باہر کے اور خصوصاً یورپ کے یہود سے ضرور ہوتی رہی ہے۔

خیر گھر کا معاملہ ہے۔ اسے وہ جانیں۔ لیکن اب تو بے چارے مقامی یہود بھی شاید یہ محسوس کرتے ہوں کہ اسرائیل کے نام سے جو حکومت وہاں قائم ہوئی ہے وہ کوئی مذہبی حکومت نہیں بلکہ ملحد اور بے دین سیاست دانوں اور خونخوار سرمایہ داروں کا اڈہ قائم کر دیا گیا۔

دیکھتے جائیے کب تک مقامی یہود صبر سے ان بے دینوں کو برداشت کرتے ہیں ورنہ ان میں بہت قریب ہے کہ مذہبی معاملات میں خانہ جنگی ہو کر رہے گی۔ ایک طبقہ مقامی فلسطینی بنی اسرائیل کا ہوگا۔ اور دوسرا مغربی علاقوں سے آئے ہوئے ان یہودیوں کا جو دین و مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتا۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

دورِ عیسیٰ اور یہود

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَقَفَّیْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ز وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِیْقًا كَذَّبْتُمْ ز وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ ○ (۲۔ البقرہ۔ ۸۷)

"ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی اور ان کے پیچھے ایک کے بعد ایک پیغمبروں کو بھیجتے رہے۔ عیسیٰ ابن مریم کو بھی ہم نے کھلے کھلے نشانات دیئے اور روح القدس سے ہم نے ان کی تائید کردی، تو اے بنی اسرائیل، جب بھی کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسی بات لے کر آیا جس کو تمہارا جی نہیں چاہتا تھا اور تم اپنے آپ کو بڑا جانتے رہے۔ پس بعض کو تم جھٹلاتے رہے۔ اور بعض نبیوں کو تم نے قتل کر ڈالا۔"

10967

حضرت موسیٰؑ کے بعد یہود کے بگاڑ کے موقع پر متواتر انبیاء آتے رہے، ان میں مشہور ترین حضرت داؤدؑ، سلیمانؑ، زکریاؑ، یحییٰؑ وغیرہ ہیں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے انبیاء سلسلہ وار آتے رہے حتیٰ کہ سلسلۂ انبیاءِ بنی اسرائیل کے خاتم اور آخری کڑی حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے

مبعوث فرمائے گئے۔ آپ کی بشارت "احمدؐ" کے بعد صرف اور صرف خاتم الانبیاء والمرسلین حضور اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری باقی تھی اور یہی ذاتِ اقدس ان آیات کے نزول کے وقت مدینۂ طیبہ میں منصبِ نبوت پر سرفراز تھی۔

روح القدس اسلامی اصطلاح میں مشہور و ممتاز فرشتے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کا نامِ نامی ہے۔ یہی فرشتۂ اعظم تمام انبیاء پر کتبِ آسمانی لے کر آتے تھے۔ سلسلۂ وحی کے ساتھ ساتھ تائید و نصرتِ انبیاءِ والمرسلین کی ذمہ داری بھی ان ہی بابرکت ہستی کی رہی۔

یہود کو ان کی قرار دادِ جرم بتائی جا رہی ہے کہ احکاماتِ نبوی اور وحیِ الٰہی کے مقابل حاکم و قاضی تو تمہارا نفس رہا۔ اس لئے خدا کے نبیوں کو تم نے جھوٹا قرار دیا۔ اور بہت سے نبیوں کا خون بھی تمہارے ہاتھوں پر لگ چکا ہے۔ یہ کسی قوم کی انتہائی بدبختی ہے کہ وہ اپنے اندر اٹھنے والی اصلاح کی آوازوں کو دبا دے۔ لیکن یہاں مصلحین کا کیا ٹھکانا۔ انبیاء اور مرسلین کی گردنوں پر بھی یہود کی چھریاں چل گئیں خود ان ہی کی تاریخ کے اوراق پر خونِ انبیاء کے چھینٹے اب بھی نظر آتے ہیں۔

زکریاؑ اور یحییٰؑ نبی کے قاتل۔ داؤدؑ اور سلیمانؑ کی سیرتوں کو مسخ کرنے والے آخر خاموش کس طرح رہ سکتے تھے۔ جب ان کی اور صرف ان ہی کی اصلاح کے لئے عیسیٰ ابن مریم مبعوث ہوئے اور انہیں راہِ راست پر لانے کی کوششیں کرنے لگے تو یہی یہود ان کے بھی دشمن ہو گئے اور رومی سلطنت

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے قتل کا پروانہ مسیح ابن مریم کے لئے خود لے آئے۔ کیا خوب رومیوں کی غلامی برداشت تھی مگر خدا کے نبی کی اطاعت سے جی چرا گئے۔

انبیاء کی بعثت اور کتب آسمانی کا نزول حق کے ساتھ ہوتا ہے، حق سے ناآشنا بنی آدم کو سچائی سے متعارف کرانا ہی کارِ انبیاء ہے۔ مگر جو لوگ خود اپنی اصلاح نہ چاہتے ہوں اور مرض کو عین تندرستی سمجھتے ہوں وہ کس طرح انسانیت کے جامے میں رہ سکتے تھے، جس گلے سے بھی حق کی آواز نکلی، ان ظالموں نے اسے دبا کر خاموش کرنے کی ناپاک کوششیں کیں۔

یہود نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کی دعوت کو نہ صرف رد کیا اور نہ صرف ان کے قتل کے درپے ہوئے بلکہ حضرتِ مسیحؑ کے آسمان پر اٹھا لئے جانے کے بعد بھی ان ظالموں نے حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان لگایا اور سیدنا مسیحؑ کو گالیاں دیں۔

وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ○

(۴۔ النسآء ۱۵۶)

"ان کی کفریہ بکواس اور مریمؑ پر بہتانِ عظیم کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی پھٹکار کردی۔"

حضرت عیسیٰؑ سے یہود کو جو دشمنی ہے وہ بالکل ایسی ہے جیسے آنحضرتؐ سے۔ مگر زمانے کا الٹ پھیر بھی دیکھئے کہ ان کے دستِ راست بھی بنے تو وہی حضرت عیسیٰؑ کو ماننے والے عیسائی۔ اسرائیلی حکومت کے قیام میں عیسائیوں کی تائید و پشت پناہی نہ ہوتی تو یہود کے لئے فلسطین میں مغربی ممالک سے

گھس آنا ممکن نہیں تھا۔

عیسائی بھول گئے کہ یہ یہود کون ہیں۔ اور ہم مسلمان صلاح الدین ایوبی کے بعد سو گئے۔ یہود اب تک تازہ دم حملہ آور بن کر میدان میں ہیں۔ دیکھیں مسیحی عوام کا جھکاؤ کس طرف ہوتا ہے۔ اغلب تو یہی ہے کہ ان کی تائید مسلمانوں کی طرف ہوگی مگر پھر بھی عیسائی اہل کتاب سے ہماری دوستانہ شکایت ضرور ہے کہ بدمعاشوں اور جرائم پیشہ یہود کی ٹولی تمہارے نبی کی نہ صرف تکذیب و قتل پر اٹھ کھڑی ہوئی بلکہ مریمؑ پر بہتان بھی لگایا۔ دوسری طرف امتِ محمدیہؐ جو حضرت مسیح ابن مریمؑ پر آج بھی ہدیۂ سلام بھیجتی ہے اور انہیں اپنا نبی مانتی ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ عیسائی حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا بناتے ہیں۔ (نعوذ باللہ) بیٹا، بیوی، ماں، باپ اگر خدا کے ہوئے تو وہ خدا کیوں کر مانا جائے گا۔ ذات پاک کہاں رہی۔ خیر اس وقت اتنا ہی کہنا ہے کہ اے مسیحی دوستو ذرا سوچو کہ تمہارا جھکاؤ کدھر کو ہونا چاہیئے؟ کوئی ہم سے پوچھے تو ہم بتائیں کہ ساری دنیا کے مذاہب و اقوام کے مقابل ہم عیسائیوں کو اپنے سے بہت قریب مانتے ہیں۔ ہماری کتابِ مقدس میں یہود کو ہمارا دشمن اور نصاریٰ کو دوستی میں قریب بتایا گیا ہے۔

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (۵۔ المآئدہ ۸۲)

"اے مسلمانو! دوستی کے لحاظ سے تم اپنے سے قریب ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لئے کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان میں عالم دین اور درویش صفت لوگ موجود ہیں اور وہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔"

فرنگی قوموں سے ہم مخاطب نہیں۔ ہم تو سچے عیسائیوں سے مخاطب ہو کر پوچھتے ہیں کہ اپنے محسنوں اور دشمنوں میں فرق جانو۔

لعنت کا نشان

وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ بَل لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ○ (۲- البقرۃ ۸۸)

"یہود کہتے ہیں کہ ہمارے دل محفوظ ہیں۔ نہیں۔ بلکہ لعنت کر دی اللہ نے ان کے انکار کے سبب۔ سو بہت ہی تھوڑا سا ایمان ان میں رہ گیا ہے۔"

یہود اپنی تعریف میں کہتے کہ کوئی کچھ بھی کہے جائے ہم پر اثر نہ ہو گا۔ ہمارے دل گنجینۂ علوم ہیں۔ غلاف میں محفوظ ہیں۔ اللہ نے فرمان جاری کیا کہ حق بات کا دل پر اثر نہ کرنا لعنتِ خداوندی کا نشان ہے۔ کہاں چلے ہو فضیلت بگھارنے، تمہارا تو ایمان بھی گھس گھسا کر تھوڑا سا بچ گیا ہے۔

یہ اس لئے فرمایا کہ یہودی قوم اللہ، آخرت، نبوت، وحی و کتاب وغیرہ کو مانتی تھی گو اب یہ ایمان بھی بہت ہی بوسیدہ ہو چکا تھا۔ مگر کلام ہے اللہ کا۔ یہاں انصاف دوستوں دشمنوں سب کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ کسی کا نقص بیان کر دیا تو خوبی کا کوئی تذکرہ نہ ہو یہ تو ہم انسانوں کی روش ہے۔ رب العالمین تو سب کا رب ہے جس طرح ہمارا اسی طرح یہود کا بھی۔ اپنے گنہگار سے گنہگار بندے کی بھی کوئی ہلکی اور نظر نہ آنے والی خوبی بھی اس کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔

اسی لئے فرمادیا کہ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسی تھوڑے سے ایمان کو بندہ کی نجات کا ذریعہ بن جانے کا موقع بار بار دیا جا رہا ہے مگر جب کوئی بندہ اپنی اس مخفی طاقت سے واقف نہ ہو جو اسے گمراہی کے دلدل سے نکال سکتی ہو تو اس لطیف بشارت کا وہ کیا نفع اٹھا سکے گا۔؟

آج ہم مسلمانوں کا بھی ایمان بس تھوڑا سا ہے۔ لیکن گناہگار ہونے کا اقرار تو ہم سب کو ہے۔ یہ متاع اتنی بڑی ہے کہ سلطانی و حکمرانی اور مال و زر کی ساری طاقتیں اس کے مقابل کچھ بھی نہیں۔ مگر ایک ایسی غفلت تو ہم پر مدت سے طاری ہے جو دلوں کو لاپرواہی کے غلاف میں لپیٹ چکی ہے۔ وہ ہے اللہ کی کتاب سے ناواقفیت اور اسی ناواقفیت کی وجہ سے اپنی بچی کھچی ایمانی طاقت کا ہمیں اندازہ نہیں۔

اسی ناواقفیت نے یہود کے کالے کرتوتوں سے ہمیں بے خبر رکھا۔ لاعلمی کے غلاف میں ہم لپٹے رہے۔ اب طوفان سر پر سوار ہے۔ پھر بھی اس ملعون قوم کے اندر اور باہر کی تمام حالتوں کا پردہ اٹھا دینے والا قرآنِ مبین ہمارے مطالعے تک میں اگر نہ آسکا تو عمل وغیرہ کی بات ہم کیسے کریں گے۔ جس لاعلمی اور غفلت نے تمہیں اندھیرے میں رکھا اس کے غلاف سے اپنے آپ کو آزاد کر لو۔ کتابِ مبین تو تمہیں تمام تاریکیوں سے نکالنے کے لئے آئی تھی تم خود اس روشنی کا استعمال کرو۔ تھوڑا ایمان بڑھایا جا سکتا ہے۔ کمزور ایمان کو طاقت ور بنایا جا سکتا ہے۔ کچھ بڑی بات نہ ہوگی اگر آپ اور انسانی برادری کے ہمارے دوسرے بھائی اس کتاب کے مطالعہ سے قرآن مجید کی طرف توجہ فرمائیں۔

دجال کے معتقد

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○

(۲-البقرہ - ۸۹)

"جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک ایسی کتاب آئی جو اُن کے پاس موجود شدہ کتاب کی تصدیق کرتی ہے اور اس کے قبل یہ خود کافروں سے اس کا بیان کرتے رہتے تھے اور ان پر اسے فتح کا ذریعہ جانتے تھے، پھر جب یہ کتاب ان کے پاس پہنچی اور اسے انھوں نے پہچان بھی لیا پھر بھی اس کے منکر ہو گئے۔ سو اللہ کی لعنت ہے ایسے منکروں پر۔"

آج تک یہود ایک نجات دلانے والے کی آمد کے منتظر ہیں جو انہیں ساری لعنتوں و عذاب سے چھٹکارا دلائے گا۔ اور یہ کافروں پر فتح پالیں گے۔ اس عقیدہ اور ان کے اس طویل انتظار نے قوم یہود کو خود اپنے ہی دین سے بدگمان کر دیا۔

ان کی مقدس کتابوں میں جگہ جگہ کسی ایک زبردست شخصیت کی آمد کی اطلاع ہے۔ اس کی بہت کچھ صفات بھی انہیں بتائی گئی ہیں۔ مسیحؑ سے قبل اپنے

toobaa-elibrary.blogspot.com

دورِ مصیبت میں یہ اسی منجی کے انتظار میں تھے، لیکن جب حضرت عیسیٰؑ کی بعثت ہوئی اور انھوں نے توریت کی تصدیق کرتے ہوئے دعوتِ حق مع انجیلِ مقدس ان کے سامنے رکھی تو ان یہود کا پرانا روگ پھر عود کر آیا۔ اپنی سابقہ روش کے مطابق انھوں نے نہ صرف حضرت عیسیٰؑ کی تکذیب ہی کی بلکہ آپ کے قتل کے درپے ہو گئے۔ یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عیسیٰؑ کوئی غیر اسرائیلی نہیں تھے۔ بلکہ بنی اسرائیل ہی کی نسل سے تھے۔ لیکن یہود کی بدبختی کہ اعمالِ شرکیہ کو دینِ حق کے مقابلے میں چھوڑنے کو تیار نہ ہوئے۔

اس طرح سے ان پیش خبریوں کا دور جاری ہی رہا۔ یہود پھر انتظار کرتے رہے کہ ہمارا کوئی مصلح، کوئی نبی، کوئی رہنما اب عنقریب مبعوث ہو گا اور پھر ہماری تقدیر بدل جائے گی۔ حضرت عیسیٰؑ کے بعد سے نزولِ قرآن تک ان یہود پر مسلسل ایسی سخت لعنت اور پھٹکار رہی کہ تاریخ کے صفحات میں اس سے زیادہ ذلت آمیز زندگی کسی اور کی نہیں دیکھی گئی تھی۔

حجاز کی یہودی آبادی کا بھی اس دور میں یہی حال رہا۔ قبائلی جنگ و جدال میں یہود اچھی طرح پیسے جاتے رہے۔ بستیوں کی بستیاں لوٹ لی جاتیں اور پھونک دی جاتیں۔ غلامی کا جوا گلے میں ڈالا جاتا۔ ان مظالم کی تاب نہ لا کر یہودی قبائل کے قبائل اپنا بوریہ بستر سمیٹے خانہ بدوشی کی زندگی گذارتے رہے۔ ایسی مصیبتوں کے موقع پر یہ اپنی مقدس کتابوں کی بشارتوں کو پھر یاد کرتے اور آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہتے کہ کچھ ہی دنوں میں ہماری نجات کا پیغام لے کر کوئی آتا ہی ہے۔ اس کی قیادت میں ہم کفار پر فتح پا لیں گے۔

اور جب اس حقیقی سردار کی آمد اپنے وقت پر ہوئی جس کی آمد کی خبر مسیح ابن مریمؑ بھی دے چکے تھے۔ مُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ کا ظہور قدسی ہوا۔ اور یہود کو سنبھلنے کا آخری موقع دیا گیا۔ مگر حرماں نصیب قوم کے افراد بہت تھوڑی تعداد میں دعوتِ محمدیؐ میں شریک ہو سکے۔ باقی اپنی ہٹ دھرمی اور قومی تعصب کی وجہ سے رسالتِ محمدیؐ کے منکر رہے۔ اپنی سابقہ یہودیت پر محض اس حسد کی بنا پر قائم رہے کہ صاحبِ قرآن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسلی تعلق بنی اسرائیل سے نہیں بلکہ بنی اسماعیلؑ سے تھا۔ گو ان ظالموں کو یہ بھی معلوم تھا کہ جس طرح حضرت اسحاقؑ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے تھے اسی طرح حضرت اسماعیلؑ بھی آپؑ ہی کے بیٹے تھے، جدِ امجد دونوں کے ایک ہی تھے۔ مگر جس کی قسمت میں ہدایت نہ ہو اس کا کیا علاج؟ آنے والا منجی اور دنیا کا سردار آ گیا مگر پھر بھی اپنی کتابِ مقدس کی پیش گوئیوں کی تصدیق نہ پا سکے اور آج تک انتظار کا یہ سلسلہ جاری ہے۔

خاتم الانبیاء سرورِ عالمؐ تو آ چکے۔ رسالت و نبوت ختم ہو گئی البتہ دجال ضرور آنے والا ہے۔ جو یہود میں پیدا ہو گا۔ شاید یہی انہیں اس دنیا کی تمام آفات سے نجات دلا کر ہمیشہ کے لئے جہنم میں لے جائے گا۔

انتظار انتظار میں اتنی طویل مدت گذر جانے کے بعد جب کسی کو منجی تسلیم ہی نہیں کیا گیا تو یہود میں ایک طبقہ اپنی کتابی پیش خبریوں کے متعلق حسنِ ظن قائم نہ رکھ سکا۔ آج دنیا میں جو کچھ رویہ یہ اختیار کر رہے ہیں وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ دجال کے لئے زمین تیار ہو رہی ہے۔ خیر، پھر بھی اہلِ ایمان کا کچھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

بگڑنے والا نہیں کیونکہ ہمیں خاتم الانبیاءؐ نے دجال کے متعلق تمام تفصیلی پیش خبریاں اور نشانات بنا دیئے ہیں۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ دجال یہود میں پیدا ہوگا۔ احادیث کے ذخیرے میں حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ تمام ارشادات اب بھی محفوظ ہیں۔

مسلمانو! خوب سمجھ لو کہ اب دنیا کی ہلاکت کا سائرن بجنے والا ہے۔ قربِ قیامت کے تمام نشانات جو حضور نے بتا دیئے تھے وہ واضح ہونے جا رہے ہیں۔ سال، مہینہ اور دن نہیں بتایا جا سکتا مگر علامات ایسی کچھ دکھائی دے رہی ہیں کہ اس دھرتی پر دجال کا ظہور جلد ممکن ہے اور نزولِ مسیحؑ کے ایام بھی قریب ہیں۔ ایک عالمگیر اور سب سے بڑی عالمگیر جنگ کے آثار کی ابتدا ہے اور ان ہی یہود سے تمہارا مقابلہ عالمی پیمانہ پر ہونا یقینی اور حتمی ہے۔

رہبر اور سردار کے منتظر یہود اب دجال پر مجتمع ہوں گے اور تم کو اور ساری دنیا کو مسیح ابن مریمؑ کی قیادت میں سرورِ کائناتؐ کے دین پر قائم ہونا ہے وہ ایام اب زیادہ دُور نہیں۔ اور فتح و کامیابی اہلِ ایمان اور صرف اہلِ ایمان کی ہوگی۔ انشاء اللہ۔

حق کے منکر

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ -

(۲-البقرہ-۹۰)

"وہ بری حالت ہے جسے اختیار کرکے یہ اپنی جان چھڑانا چاہتے ہیں۔ اس کلام سے جو اللہ کا نازل کیا ہوا ہے۔ اور انکار کرتے ہیں محض اس ضد پر کہ اللہ نے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہا نازل فرمایا اور اس حرکت سے وہ اللہ کے غضب بالائے غضب کے مستحق ہوئے۔ اور ایسے منکرینِ حق کے لئے رسوائی کا عذاب ہے"

قرآن مجید نے یہود کی اس باغیانہ روش کا بار بار تذکرہ کیا ہے کہ وہ صرف نسلی حق کو ماننے پر ہی تیار ہوتے ہیں اور وہ بھی آدھے پونے پورے وہاں بھی نہیں اترتے۔ مسیحؑ تو خود ان ہی کی نسل سے تھے۔ تب بھی یہود نے انجیل کا انکار کر دیا۔ پھر کسی غیر یہودی کی زبان سے کلامِ الٰہی کو وہ سننا کیونکر گوارا کر سکتے تھے۔

ان کی یہ حرکت کسی مغالطے یا بھول کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ یہود اپنے تئیں نبوت اور کتاب کو صرف بنی اسرائیل کی نسل میں ہی دیکھنا چاہتے تھے اور یہ دولت

toobaa-elibrary.blogspot.com

بنی اسماعیل میں ان سے پوچھے بغیر بھیج دی گئی پھر کیا تھا۔ بھڑک گئے۔ یہودی قوم نبوت کو اپنا موروثی حق سمجھتی تھی اور ایک عرب کو اس کا مدعی پاکر حسد و رشک کی بنا پر اس سے پنجہ آزمائی کو تیار ہو گئی۔ مقابلے میں اللہ کے نبیؐ سے یہ کیا جیت سکتے تھے۔؟ خدا کی طرف سے ایسی مار ان یہود پر پڑی کہ تمام عالم میں یہ قوم تتر بتر ہو گئی۔ اپنی اجتماعی، سماجی اور وطنی زندگی کو ختم کرنے پر تیار ہو گئی۔ دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر آمادہ رہی، مگر حق کے اقرار پر آمادہ نہ ہو سکی۔ اور اتنی عظیم مشکلات کو برہنائے نسلی تعصب سہنے کے لئے رضامند ہوئی۔ اس پر کچھ نہ کچھ تو ان کو داد ضرور ملنی چاہیے تھی ـــ اس آیت میں بھی یہی مذکور ہے کہ بُری حالت پر جانے کو تیار ہوئے کہ جان چھوٹے اس کتاب سے اور اس نبیؐ سے جو ہماری نسل کا نہیں۔ گو اس کی اصل سے باخبر کرنے کے لئے پورے حجاز میں اس کی آمد کی خبریں عوام میں پہنچانے کے لئے وعظ کی مجالس منعقد کرتے رہے اور آنے والے رسول کی میلاد کی محفلیں ان ہی کے دم سے آباد تھیں۔ لیکن جب آ گئے تو سب سے پہلے یہود نے ہی اس کا انکار کر دیا۔

اس گناہ کی پاداش میں اللہ تعالےٰ نے مندرجہ بالا آیات میں انہیں دو دو غضب کا مستحق قرار دیا۔ خدا غریقِ رحمت کرے ہمارے قدیم مفسروں کو۔ فرما گئے کہ دو مرتبہ غضب بھی اپنے اندر ایک لطیف اندازِ بیان رکھتا ہے۔ ایک غضب تو مسیحؑ اور انجیل کے انکار کے سبب ہوا اور دوسرا غضب خاتم النبیینؐ اور قرآن کے انکار پر۔

مگر ایک لطیف نکتہ بھی ان آیات میں پوشیدہ ہے کہ محض نسل کی وجہ سے اصل کے انکاری ہوئے تو پھر اس اصل حق کا انکار ظالمو! تم نے کیوں کیا؟ جو تمہاری نسل بنی اسرائیل میں عیسیٰؑ لے کر آئے تھے؟ یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی

قوم انکارِ حق کی راہ پر پڑ جاتی ہے تو پھر کوئی سی بھی دلیل اسے راہِ حق پر لانے کے لئے کارگر نہیں ہوتی۔ یہی روش نزولِ قرآن کے وقت یہود مدینہ کی تھی۔ پورے حجاز میں ان ہی کی آواز پر عوام میں حضورؐ کی آمد کا چرچا گفتگو کا موضوع بنا ہوا تھا۔ ہم لکھ آئے ہیں کہ ان ہی کی بتائی ہوئی علامتوں سے انصارِ مدینہ نے حضورؐ کو پہچان کر ایمان لانے میں سبقت کی اور یہود پھر آنے والے کی میلاد پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔

مگر جب عرب میں صاحبِ قرآنؐ کا اقتدار قائم ہو گیا اور آپؐ کی دعوت سے اب عرب ہی نہیں بلکہ ملکوں ملکوں میں قرآن کی آواز پہنچنے لگی۔ تو یہود کو آنے والے نبی کی میلاد پڑھنے کے لئے گنجائش نہیں رہی کہ حق کا انتظار بھی کرتے ہیں اور جب حق آ جائے تو مخالفت کرتے ہیں ایسے دورنگے لوگوں کا مقام اہلِ ایمان کی وادیوں میں کب تک رہ سکتا تھا۔ آخر کار یہود حجاز سے چلے گئے۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

دعوتِ ایمان پر یہود کا ردِ عمل

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَیَکْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَہٗ ق وَھُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَھُمْ ط قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِیَآءَ اللّٰہِ مِنْ قَبْلُ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ وَلَقَدْ جَآءَکُمْ مُّوْسٰی بِالْبَیِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِہٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ○

(۲۔البقرۃ ۹۱-۹۲)

"اور جب ان سے کہا گیا کہ ایمان لاؤ اس کلام پر جو اللہ نے نازل کیا ہے۔ تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اس کلام پر ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل کیا گیا ہے۔ اور جو کچھ اس کے سوا ہے اس کے انکاری ہیں۔ حالانکہ یہ قرآن خود بھی حق ہے اور اس کلامِ حق کی بھی تصدیق کرتا ہے جو یہود کے پاس ہے۔ اے اللہ کے نبیؐ آپ ان یہود سے کہیئے کہ تم نے اس سے پہلے خدا کے نبیوں کو کیوں قتل کر ڈالا اگر تم ایمان والے تھے؟ اور تمہارے پاس موسیٰؑ بھی کھُلے کھلے نشانات لے کر آچکے ہیں مگر ان کے طور پر جاتے ہی تم نے بچھڑے کو سب کچھ بنا لیا اور تم ظالم ہو۔"

ان کی عقل کی پہنچ بھی خوب ہے۔ گویا خدا بھی نسلوں کے چکر میں حق و

صداقت کو کسی ایک نسل میں محدود رکھے گا۔ تمام بنی آدم خدا کی مخلوق ہیں، ان کی ہدایت کے لئے جب جب اس نے انبیاء اور رُسل بھیجے، چاہے وہ کسی بھی دور میں آئے ہوں کسی بھی نسل اور وطن سے تعلق رکھتے ہوں، تمام بنی آدم پر لازم ہے کہ وہ خدا کے ان تمام نبیوں پر ایمان لائیں۔ اور اللہ کی تمام کتابوں پر ایمان رکھیں، ورنہ خدا کے کسی ایک کلام کی تصدیق اور کسی دوسرے دور میں نازل ہونے والے کلام کی تکذیب سے آدمی مومن نہیں رہ سکتا۔ اس طرح ایک کلام کی تصدیق بھی بے معنی ہے جبکہ خدا کے دوسرے کلام کی اس نے تکذیب کر دی ہو اسی وجہ سے یہود کو ملّتِ ابراہیمی سے رخصت دے دی گئی۔ قرآن میں اس امرِ حق کو واضح کیا گیا کہ تمام نبیوں اور تمام کتابوں کو مانو اس طرح مذاہبِ عالم کو ایک عالمی برادری آپ سے آپ بغیر وحدتِ ادیان کے بھی نصیب ہو سکتی ہے کہ سلسلۂ انبیاء اور تنزیلِ کتبِ آسمانی میں کسی کا بھی انکار نہ کیا جائے۔ بحمداللہ آج مسلمان مذاہبِ عالم کی صدارت کے مقام پر ہیں کہ تمام انبیاء و رُسل اور تمام کتبِ آسمانی پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ بات دوسری ہے کہ مذاہبِ عالم اپنی اصل کے لحاظ سے اول تو دینِ حق تھے۔ بعد کے لوگوں نے اس حق پر ردّے چڑھا کر توحید و رسالت کے عقائد کو شرک کے ساتھ ملوّث کر کے ایک ایسی معجونِ مرکب تیار کر دی جو عالمِ انسانیت کو صحت کے بجائے روگ سے زیادہ قریب کرنے والی ہے۔ یہ معجون جن لوگوں نے تیار کی ہے وہ ہر زمانے میں کچھ نہ کچھ ڈال نکال کی پالیسی پر چل کر دین کی اصل شکل کو مسخ کر چکے ہیں۔ اور تمام دنیا میں جہاں بھی دینِ حنیف کی شکل بگاڑی گئی ہے۔ اس میں یہود کی استادی اور نمونہ ہمیشہ اہلِ باطل کے کام آیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اللہ کے نبی اور اس کا کلام آنے کا مقصد ہی بنی آدم کا سدھار ہوتا ہے اگر کلام اللہ کے آنے کے بعد بھی لوگ اپنی سابقہ روش کو چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوں تو مومن نہیں کہے جاسکتے۔ اس لئے یہود سے پوچھا جارہا ہے کہ جناب ہدایت یافتہ صاحب! اگر آپ بڑے مومن ہی تھے تو اس سے قبل اپنے ہی انبیاء کا قتل کیوں کیا تھا؟ اور تمہاری قومی تاریخ ان کے خون سے رنگین کیوں دکھائی دے رہی ہے؟ کسی منصف آدمی کو شاید تعجب ہو مگر خود یہودی کتب میں مذکور ہے کہ نحمیاہ نبی کے زمانے میں اکابرِ بنی اسرائیل اپنے آباو اجداد کے خلاف دربارِ الٰہی میں مناجات کہتے کہ :۔

”وہ نافرمان تھے اور تیرے باغی تھے۔ انھوں نے تیری شریعت کو پیٹھ پیچھے پھینکا اور تیری طرف بلانے والے تیرے نبیوں کو جو ان کے خلاف گواہی دینے والے تھے قتل کر ڈالا اور انھوں نے تجھے غصہ دلانے کے بڑے بڑے کام کیے۔“

(نحمیاہ باب ۹ آیت ۲۶)

چلو یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ پچھلی نسل نے جو بھول کی ہو اس پر لعنت کرتے جاؤ اور خدا سے مناجات کرتے وقت فریادی بنو کہ انھوں نے بہت برا کام کیا مگر خود تم وہی کام کرتے جاؤ جو پہلوں نے کیا ہے اور مذہبی دیندار بھی ساتھ ساتھ بنے رہو اس سے بڑا مذہبی جھانسا اور کیا ہوگا۔؟

ہم مسلمان اپنا ایک ایسا دین رکھتے ہیں جو صرف خدا کی طرف سے ہے اس میں ہمیں یہ تعلیم دی گئی کہ پہلے لوگوں کو اچھے نام سے یاد کرو یا خاموش رہو۔ باقی

ساری فکر اپنی کرو۔ دوسروں کے تذکرے اگر یہاں ہیں بھی تو عبرت و نصیحت کے لئے کہ اگلا گرا پچھلا ہوشیار۔

مگر یہود کو اپنے دین و مذہب پر ایسا گھمنڈ تھا کہ کلامِ حق گویا صرف ان ہی کے پاس تھا۔ انہیں یہاں یہ بتادیا گیا کہ نالائقو! حضرت موسیٰؑ کے پیٹھ پھیرتے ہی بچھڑا پوجنے لگے۔ یہ کیوں نہیں کہتے کہ ساری دنیا میں گوسالہ پرستی کا مرض باوجود اہل کتاب ہونے کے تمہارے ہی نمونے سے پھیلا ہے۔ اب اگر شرم آتی ہو تو بات دوسری ہے۔ مگر موسیٰؑ کی موجودگی میں صرف چند روزہ سفرِ طور سے واپسی تک توحید پر قائم نہ رہ سکے تو ہزاروں سال بعد کیا باتیں بناتے ہو کہ جو تنزیل ہمارے پاس ہے اسی پر ایمان لائیں گے اور اس کے علاوہ کہیں اور کلامِ الٰہی آ نہیں سکتا کہ اسے ماننے کے ہم مکلف ہوں۔ خدا کی توحید کے ساتھ ساتھ ہر جگہ بچھڑا بھی لے گئے تو قتلِ انبیاء کے فعل کے بعد براق تو انہیں ملنے سے رہا۔

سُن لیا۔ مانیں گے نہیں

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (۲۔البقرۃ ۹۳)

”اور جب ہم نے تم سے قول و قرار لیا تھا اور کوہِ طور کو تم پر اونچا کر دیا۔ کہ جو کچھ ہم تمہیں دے رہے ہیں طاقت سے پکڑے رہو اور سنو تو تمہارے اسلاف نے کہا تھا کہ سُن لیا مگر ہم سے نہیں ہو سکے گا۔ اور ان کے دلوں میں بچھڑا پلا دیا گیا تھا۔ آپ کہہ دیجئے اے نبیؐ کہ اگر تم ایمان والے ہو تو یہ عجیب ایمان ہے تمہارا جو ایسی بُری حرکت کا تمہیں حکم دیتا ہے۔“

دعوئ ایمانی تو انہیں ہر وقت رہا ہے البتہ قبولیتِ حق ہر وقت مانع رہی۔ اسی لئے حجت الزامی سے انہیں یہاں قائل کیا گیا کہ کھلی آنکھوں خدا کے نبی کو دیکھ کر اور کوہِ طور سے احکامات خداوندی موصول ہونے کے بعد بھی تم نے یہ کب کہا تھا کہ ہم اطاعت کریں گے۔ بلکہ یہی نا کہ سن تو لیا مگر ہم سے ہو نہ سکے گا۔ قرآن نے یہاں پھر بھی یہود کی پردہ پوشی کی ورنہ ان کی کتبِ مقدسہ تو یہ بتا رہی ہیں کہ ظالم سننے کو بھی تیار نہ تھے، چنانچہ حسبِ ذیل عبارت توریت میں دیکھ لیجئے:

”خداوند یوں فرماتا ہے کہ راستوں پر کھڑے ہو اور دیکھو اور پرانے راستوں کی بابت پوچھو کہ اچھی راہ کہاں ہے؟ اسی پر چلو اور تمہاری جان راحت پائے گی پر انھوں نے کہا اس پر نہ چلیں گے اور میں نے تم پر نگہبان بھی مقرر کئے اور کہا نرسنگے کی آواز سنو، انھوں نے کہا ہم نہ سنیں گے۔“ (یرمیاہ باب ۶ آیت ۱۶-۱۷)

اُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ کا الزام قرآن نے ان پر بار بار لگایا۔ اور معاصرینِ نزول قرآن میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہود اہلِ کتاب تو بچھڑا نہیں پوجتے؟ یہ الزام ان پر کیسا؟ اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ یہود گوسالہ پرستی کو کسی دور میں بھی اپنے دلوں سے پورے طور پر نکال نہ سکے۔ جیسے پانی رگوں میں پہنچ کر جزوِ بدن ہو جاتا ہے، مشروب سے یہ اشارہ ہوا کہ عجل پرستی ان کے قلب کے ساتھ وابستہ ہے۔ اسی لئے جیوش انسائیکلوپیڈیا جلد ۵ صفحہ ۵۲۴ میں بتایا گیا کہ:۔

”بیل کے تقدس کا اعتقاد بنی اسرائیل میں مدت دراز تک قائم رہا۔“

شعبدہ بازی اور چمتکار کو نمسکار آپ نے بھی بہت دیکھا سُنا ہو گا۔ مگر اس قوم کی تاریخ کو قرآن کی روشنی میں ان ہی صفحات پر ان کے ایک شعبدہ باز سامری نامی شخص کے قصہ میں ملاحظہ فرمائیے۔ جو آئندہ آ رہا ہے۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

موت اور یہود

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً
مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○
وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ
بِالظَّالِمِينَ ○ وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَىٰ حَيَاةٍ
وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا ۚ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ
وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِ أَنْ يُعَمَّرَ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ
بِمَا يَعْمَلُونَ ○

(۲- البقرۃ ۹۴/۹۵/۹۶)

"ان سے کہو کہ اگر واقعی اللہ کے پاس آخرت کا گھر تمام انسانوں کو چھوڑ کر تمہارے لئے مخصوص ہے، تو موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔ لیکن وہ اس کی تمنا ہرگز کبھی نہ کریں گے کیونکہ اپنے ہاتھوں سے برے کرتوت جو سمیٹ چکے ہیں۔ اور اللہ کو ان ظالموں کا حال خوب معلوم ہے۔ تم ان یہود کو جینے کا حریص سب سے زیادہ پاؤ گے۔ حتیٰ کہ جینے کی تمنا اور حرص میں یہ مشرکین سے بھی آگے ہیں۔ ان کا ایک ایک یہودی یہ چاہتا ہے کہ کاش وہ ہزار ہزار برس جیتا رہے۔ مگر عمر دراز مل بھی جائے تب بھی اسے عذاب سے دور تو نہیں ڈال سکتی؟ اللہ دیکھ رہا

ہے جو کچھ یہ ظالم کر رہے ہیں۔"

یہود کا اب بھی یہ دعویٰ ہے کہ خدا کے یہاں ان کو مخصوص مقام حاصل ہے اور جنت میں ان کے سوا کوئی اور نہیں جا پائے گا اور نہ انہیں عذاب ہوگا۔ ان آیات میں جنت کے ان جبری وارثوں کو للکارا گیا ہے کہ بہشتی ہو تو مرنے سے کیوں ڈرتے ہو۔ صرف زبان سے موت کی تمنا ہی کر کے دکھا دو۔ معلوم تو ہو کہ آپ خود بھی جنت میں جانا پسند کرتے ہیں یا نہیں؟ گو اللہ کا فیصلہ تمہارے لئے جنت کا ہوا یا نہ ہوا ہو۔ اس کی بحث نہ کرو۔ موت کی ہوا کھائے بغیر جنت میں کوئی جانے سے رہا۔

مگر ہر شخص کو اپنے اچھے برے اعمال کا کچھ نہ کچھ تو اندازہ رہتا ہی ہے۔ قرآن میں بتایا گیا کہ بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ۔ انسان کو اپنے نفس پر بصیرت حاصل ہے۔ یعنی اسے اتنی واقفیت تو ضرور ہوتی ہے کہ وہ کیا ہے۔ اور اپنی زندگی میں اس نے کیا کچھ کیا ہے۔؟

ایمان اور عمل صالح سے لدے ہوئے لوگ یہاں زیادہ رہنا پسند ہی نہیں کرتے۔ گو ہر آدمی کو اتنا ہی جینا ہے جتنا اللہ نے اس کے لئے مقرر فرما دیا ہے۔ مگر آدمی کو جب معلوم ہو کہ میں جنتی ہوں تو یہاں زیادہ دن رہنے بسنے کی تمنا وہ بھلا کیوں کرنے لگا۔ مگر جو اپنے ہاتھوں اعمالِ بد کو پہلے بھیج چکا ہو اس کی اتنی ہمت نہیں کہ موت کی وادی میں جان بوجھ کر قدم رکھنے کو تیار ہو۔ لیکن گردن داب کر ملک الموت جب لے جاوے تب مرے بغیر چارا نہیں۔

یہاں کسی کو یہ اشکال ہو کہ معاصرین یہود اگر چھاتی ٹھونک کر جھوٹ موٹ ہی زبان سے موت کی تمنا کر لیتے تو بات بگڑ جاتی۔ مگر ایسا ہونا ممکن نہیں تھا کہ جو قوم

toobaa-elibrary.blogspot.com

بچھڑے کی معمولی آواز سے اس قدر خائف تھی کہ صدیوں تک بارگاہِ عجل میں سجدہ ریز ہوتی رہی وہ اتنی ہمت کہاں سے لاتی کہ نبی آخر الزماںؐ اور آپ کے اہلِ ایمان ساتھیوں کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر موت کی تمنا کر ڈالتی۔ بزدل لوگ شاید یہی سمجھتے ہوں گے کہیں زبان سے بات نکلی اور مر گئے تو یہ مردانگی کی موت بہت مہنگی پڑے گی۔ اس لئے چپ سادھ لینا اور الزام سہنا ہی بہتر ہے اور یہ بھی کیا عجب تھا بلکہ عین ممکن تھا کہ بارگاہِ نبوتؐ میں موت کی تمنا کرتے ویسے ہی لقمۂ اجل بن جاتے۔ جہاں روز جبرئیلؑ کا آنا جانا ہوتا ہو اور خدا کا کلام نازل ہو رہا ہو، وہاں اس طرح کی معمولی سی بات کا ہو جانا قطعی ممکن تھا۔ مگر یہ نامردے میدان میں آتے تب ہی اس کا مشاہدہ ہو سکتا تھا۔

ان کی حیاتِ دنیا پر ٹوٹنے کی ہوس آج بھی نیویارک اور واشنگٹن کی سڑکوں پر دیکھ لو اور ہالی ووڈ سے پیرس تک بدکاری کے جتنے کام ہو رہے ہیں ان میں ۷۰ فیصد یہود ملوث ہیں۔ مشرکوں سے بھی زیادہ مشتاقِ حیات قوم کو بس جینے کو لے جیسا بھی ہو ذلت سے ہو یا عزت سے اس کے برخلاف ایک مومن تو ہر وقت ذلت کی زندگی کے مقابلے میں عزت کی موت کو ترجیح دیتا ہے اور یہی اہلِ ایمان کا سرمایہ حیات ہے۔ اسی سرمایہ کی کمی سے عرب مسلم فلسطین کی جنگ ہار گئے۔ ورنہ دست بدست کی قدیم لڑائیوں میں اہلِ ایمان کا مقابلہ جہاں بھی ہوا مشرکین و یہود کبھی ٹک نہیں پائے۔ موجودہ دور میں ہتھیاروں کی جنگ ہوتی ہے۔ آدمی کہاں لڑتے ہیں ایک ٹی بی کا مریض اور ایک بزدل بھی آج کی لڑائی میں I.C.B.M. کے کسی سینٹر سے بٹن دبا کر لاکھوں جواں مردوں کو ایک سیکنڈ میں موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔ یہ کوئی

ہمت کی بات نہیں ہوئی۔ مقابلے میں انسانی قلب و جسم کی طاقت نہیں آئی بلکہ ایسے آلاتِ حرب کام میں لائے گئے، جنہیں استعمال کرنے میں کسی مردانگی کی نہیں صرف تکنیکی معلومات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہی کچھ عرب اسرائیل کی حالیہ ۱۹۶۷ء کی جنگ میں ہوا بھی ہے۔

قرآنِ پاک کی تعلیم پر عرب عامل ہوتے اور میدان میں اسلام کو لے آتے تو پھر محض کسی تکنیکی معلومات کی کمی سے جنگ ہارنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ اہلِ ایمان نے مادی طاقت سے زیادہ خدا کی نصرت پر بھروسہ کیا ہے۔ اگر کہیں ہارے بھی تو مادی طاقت کی کمی سے نہیں بلکہ ضعفِ ایمانی کی وجہ سے ہارے ہیں۔ دنیا میں جینا ایک دن ہو یا ایک ہزار برس۔ اجل آنے پر دربارِ خداوندی میں ہر ایک کو حاضر ہونا ہے۔ مسلمانی نام ہی اسی عقیدے کا ہے جس میں لقاء اللہ کی طلب ہو۔ پھر موت سے آدمی ایک بار بغل گیر ہونے کی ٹھان لے تو دنیا کا کوئی بھی کام اس کے لئے آسان ہے۔ دعوتِ محمدیؐ کے پروانے ہر دور میں بے دھڑک موت کے آرزو مند رہے ہے

تیری اطاعت پر مرنے والا فنا کے تیروں سے بے خبر ہے
اجل کی اس نے ہنسی اُڑائی اُسے بھی مارا تھکا تھکا کر

toobaa-elibrary.blogspot.com

جبرئیل کے دشمن اور سامری کے مرید

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ
بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ
لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ
وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ ۝

(۲۔ البقرۃ ۹۷ – ۹۸)

"آپ کہو کہ جو جبرئیلؑ سے عداوت رکھے تو جبرئیلؑ نے تو صرف اللہ کے حکم سے اس قرآن کو آپؐ کے قلب پر اتار دیا ہے، جو تصدیق کرتا ہے اس کلام کی جو اس کے پہلے اتارے جا چکے ہیں اور ہدایت و خوش خبری ہے ان کے لئے جو ایمان لانے والے ہیں۔ جو شخص بھی اللہ کا دشمن ہو اور فرشتوں کا اور اس کے رسولوں کا اور جبرئیل و میکائیل کا تو وہ سن لے کہ اللہ تعالیٰ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے۔"

جبرئیل علیہ السلام ایک عظیم المرتبت فرشتہ کا نام ہے۔ انبیاء پر کتب سماویہ کے نزول کی تمام تر ذمہ داری ان ہی کے سپرد ہے۔ قرآن میں انھیں رُوحُ الْاَمِیْن شَدِیْدُ الْقُوٰی۔ ذُوْمِرَّۃٍ۔ ذِیْ قُوَّۃٍ۔ مُطَاع۔ اَمِیْن اور رُوحُ الْقُدُس کے لقب سے متعارف کرایا ہے۔ بڑے سے بڑا پیغمبر بھی

بشر ہی ہوتا ہے اسی لئے جسم لطیف رکھنے والے فرشتوں کو اللہ کا کلام انبیا پر نازل کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ تجلیات لاہوتی کی شعاعوں کو فرشتوں کے جسم لطیف کو بشری و خاکی جسم سے زیادہ مناسبت اور قربت ہونا فطری بات ہے۔ اس لئے سفارت اور توسط کے فرائض ملائکہ کو انجام دینے ہوتے ہیں۔

جس درجہ کی نبوت ہو اور جس درجہ کی کتاب ہو اسی درجہ کا ملکوتی قافلہ اپنے سردار حضرت جبرئیلؑ کی قیادت میں زمین پر کلام الٰہی کو لے کر اترتا ہے، وحی اور صاحبِ قرآن کا مرتبہ تو کیا پوچھنا۔ براہِ راست جبرئیل امینؑ پورے ۲۳ برس تک آتے جاتے رہے۔ پیغمبر اعظم پر فرشتہ اعظم کا نزول رب العرش العظیم کے کلام کے ساتھ ساتھ ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ نزولِ قرآن کی تکمیل ہو گئی۔

جبرئیلِ امینؑ سے یہود کو ناواقفیت نہیں تھی بلکہ توریت کے لانے والے بھی یہی تھے۔ موسیٰؑ پر جو فرشتہ اترتا تھا وہ بھی جبرئیل امین ہی کی شخصیت تھی مگر یہود از راہِ عناد یہ کہنے لگے کہ جبرئیل (علیہ السلام) ہر وقت ہمارے خلاف احکامات لے آتا ہے۔ ہمارے بڑوں کو اس کی وجہ سے بہت تکلیف اٹھانی پڑی ہے۔ کوئی اور فرشتہ اس قرآن کو لے آتا تو ہم مان لیتے۔

یہودی بچکانہ پن کی ایک نادر مثال ہی سمجھیے اس واقعہ کو۔ ورنہ کلام الٰہی کا اصل بھیجنے والا تو خدا ہے۔ جبرئیلؑ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو واسطہ ہوئے۔ اب اگر احکاماتِ قرآنی کو نہ ماننے کا بہانہ ان شخصیات کے رد کر دینے اور ذاتی دشمنی یا پرخاش سے ہو تو اس عداوت کا تعلق براہِ راست ملائکہ اور حضورؐ سے نہیں بلکہ یہ دشمنی تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوئی جس نے اپنا کلام نازل کیا تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس طرح یہود خود اپنے خالق اور مالک کو اتنا غافل سمجھنے لگے کہ خدا تو وحی میں سہل احکامات بھیجتا رہا اور لانے والا جبرئیلؑ بیچ میں اسے بدل کر سخت کر دیتا ہے یہی بدگمانی ان ظالموں کو حضرت موسیٰؑ کے متعلق بھی تھی۔ ورنہ یہ مطالبہ ہی کیوں ہوتا کہ خدا کا کلام ہماری نظروں کے سامنے اترے تو جانیں ان آیات قرآنی سے یہودی لیڈر سامری کا جبرئیل کو دیکھ لینا ثابت بھی ہے۔

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ۝ (۲۰ طٰہٰ ۹۶)

"سامری بولا کہ میں نے وہ دیکھا جو کسی کو نہیں دکھا۔ پھر میں نے پیغام لانے والے کے پاؤں کے نیچے سے ایک مٹھی بھر مٹی اٹھالی اور یہ مٹی ڈال دی اس بچھڑے میں اور میرے جی کو یہی سوجھ گیا۔"

جب آلِ فرعون کا سارا مال و اسباب بنی اسرائیل کے ہاتھ آیا۔ تو دوسرا مال تو کیا اٹھا پاتے، اسرائیلی خواتین نے مصریوں کے زیورات خوب خوب پہن لئے جتنا پہن سکتی تھیں اور جتنا اٹھا سکتی تھیں اٹھا لائیں۔ ادھر شام کی طرف کوچ کا نقارہ بجا اور راستے میں زیورات سے لدی لدائی اسرائیلی خواتین کو ریگستانی علاقے میں سفر پر اس بوجھ کو لادے لادے رہنا مشکل نظر آیا۔ بس کیا تھا سامری نامی ایک یہودی، چالاک شعبدہ باز نے اسی وقت اس کا حل نکال دکھایا۔ تمام زیورات کو ایک جگہ جمع کرا لیا۔ گویا سونے کو NATIONALISE کر لیا اور تمام زیورات کو گلا کر ایک شکل دے دی۔ جو بچھڑے سے مشابہ تھی۔ بچھڑے کا اثر دل میں تو باقی تھا ہی اسی لئے توجہ بھی اسی طرف گئی۔

ادھر جبرئیلؑ کا آنا جانا روز جاری تھا۔ توریت کا نزول ہو رہا تھا۔ ایک موقع پر سامری صاحب نے ان ہی حضرت جبرئیلؑ کے قدموں کی نورانی شعاعیں جہاں روشنی ڈال چکی تھیں وہاں سے ایک مٹھی بھر مٹی اٹھالی۔ اُدھر سونے کا بچھڑا بن کر تیار کھڑا تھا۔ بیلوں کے ذریعہ کھینچ کھینچ کر قافلہ اسے اپنے ساتھ لئے چلتا۔ سامری نے اس بچھڑے میں یہ مٹی ڈال دی۔ مال غنیمت تھا ایک مزاج کا اور فرشتے کے قدم سے زمین کی مٹی کا ایک مزاج بنا اور دونوں کے یکجا ہونے پر تکرار شروع ہوئی۔ اور بچھڑے سے کچھ الٹی سیدھی آوازیں نکلیں۔ بس شور برپا ہو گیا بنی اسرائیل میں کہ خدائے تعالےٰ ہم میں تشریف لے آئے۔ اِدھر موسیٰؑ اللہ تعالیٰ کی طلبی پر طور تشریف لے گئے تھے۔ یہودیوں نے اعلان کر دیا هٰذَا اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ ۝ "ہمارا اور موسیٰؑ کا خدا یہیں موجود ہے مگر موسیٰؑ تو بھول کر کوہ طور پر چلے گئے۔"

کیا عجیب و غریب واقعات ہیں بنی اسرائیل کے۔ ان کو پائے جبرئیلؑ سے ایسی زبردست طاقت ور چیز ہاتھ آئی کہ آج تو کسی کو ہاتھ آنی ممکن ہی نہیں شعاعی طاقت کے ظہور کے اس دور میں بھی پائے جبرئیلؑ کی ہم پلّہ کسی کرن کا اثر کسی مٹی پر ہو اور وہ مشتِ خاک ہاتھ آئے تو دنیائے سائنس میں ہل چل مچ جائے۔ بنی اسرائیل کے نصیب میں کب تھا کہ اسے محفوظ رکھتے۔ ان کے نصیب میں ہوتا تو عمالقہ سے لڑنے میں نامردی دکھانے کے باعث چالیس سال تک انہیں صحرا نوردی کا جو عذاب بھگتنا پڑا وہ ہلکا ہو جاتا، اگر اسی مشت خاک پائے جبرئیلؑ کو عمالقہ پر چھوڑ دیتے۔ مگر ظالموں نے بچھڑے کے منہ میں اسے جا چھوڑا، اب تک تو لوگ بے سند ہی بچھڑا پرستی کرتے ہوں گے مگر بنی اسرائیل نے اس کی سند بھی مشرکین

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے حوالے کردی۔ اس طرح سے جبرئیلؑ کے قدموں کے نشان کا حصہ ایک غلط کام میں استعمال کر بیٹھے جس کی سزا انہیں مدتوں بھگتنی پڑی اور اہلِ کتاب ہو کر بھی بچھڑا پرستی کے بانی قرار پائے، لاحول ولاقوۃ۔

اس مضمون کے مطالعے کے دوران اگر کسی کو یہ اشکال ہو کہ توریت تو یکمشت تختیوں پر لکھ کر دے دی گئی تھی۔ پھر بار بار جبرئیلؑ کا موسیٰؑ کے پاس آنا کیا معنی رکھتا تھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ الواح پر منقش احکامات تو صرف چند ہی تھے جو دعوتِ توحید کے بنیادی اصول کہے جانے چاہئیں۔ بعد میں جب جب حضرت موسیٰؑ کو بنی اسرائیل کے لئے احکامات اور تفصیلات کی ضرورت ہوتی، وحی کا سلسلہ جاری ہو جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ توریت نامی کتاب میں آج بھی صرف اتنے ہی احکامات نہیں ہیں جو تختیوں پر لکھ کر دیئے گئے تھے بلکہ اور بھی بہت سے احکامات اور بنی اسرائیل کو مختلف جرائم پر دی گئی سزائیں بھی توریت کا حصہ ہیں اور خود قرآن میں اللہ تعالیٰ نے توریت کے لئے تنزیل کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ۔ تنزیل کہیں ایک ہی بار کوہِ طور پر ختم نہیں ہو گئی جبرئیلؑ کا تنزیل کے لئے بار بار آنا ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔

بدعہد

اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ وَلَمَّا جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ڎ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

(۲ - البقرۃ ۱۰۰ - ۱۰۱)

"اور یہ کیا حرکت ہے ان یہود کی کہ جب بھی انھوں نے کوئی عہد کیا، ان کے کسی نہ کسی فریق نے اسے پھینک دیا۔ بلکہ ان کی اکثریت بے ایمان ہے۔ اور جب اللہ کی طرف سے ان کے پاس پیغمبر تشریف لائے تصدیق کرتے ہوئے اس کتاب کی جو اُن کے پاس ہے تو ان اہلِ کتاب میں سے ایک فریق ایسا نکلا کہ اللہ کی اس کتاب کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال دیا۔ جو ان کے پاس پہلے سے موجود ہے۔ اور ایسی حرکت کرنے لگے جیسے وہ کچھ بھی نہ جانتے ہوں۔"

عہد شکنی، غداری، نافرمانی اور طغیان کے ابواب میں بنی اسرائیل کی ایک مخصوص تاریخ ہے۔ توراۃ کے اوراق اور انجیل کے صفحات میں یہ داستانیں بکھری پڑی ہیں۔ خدا کے ساتھ ان کا عہد و پیمان تھا کہ جو بھی نبی آئے اور توراۃ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو بچا جانے تم اس کے ساتھ ہو جانا۔ ان ظالموں نے فضا تو اتنی اچھی بنا دی کہ گھر گھر رسول آخر الزماںؐ کی آمد کا چرچا ہونے لگا۔ اور جب حضورؐ کی تشریف آوری ہوئی تو اہلِ کتاب یہود اپنی سابقہ وعظ گوئی میں جو پیش خبری دے چکے تھے اسی سے مکر گئے۔

بحث و تکرار میں جب اہلِ ایمان سے ان کا مقابلہ ہوتا تو خود اپنی کتاب کے کتاب اللہ ہونے پر مشکوک باتیں کرتے۔ حتیٰ کہ ان کا ایک قول قرآن پاک میں اس طرح نقل کیا گیا ہے:۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِہٖ مُوْسٰی نُوْرًا وَّھُدًی لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَہٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَھَا وَتُخْفُوْنَ کَثِیْرًا ۝ (۶۔الانعام ۹۱)

”انھوں نے اللہ کی کوئی قدر نہ جانی جب یہ کہہ بیٹھے کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی کلام نازل نہیں کیا تم لوگ وہ کتاب کس نے اتاری تھی جسے موسیٰؑ لے کر آئے تھے۔ جو لوگوں کے لئے ہدایت تھی اور جسے تم نے الگ الگ اوراق پر نقل کر رکھا ہے۔ کچھ حصہ تو لوگوں کو بتاتے ہو اور بہت کچھ چھپائے رکھتے ہو۔“

یہ انتہائی جہالت اور مخاصمت کا نمونہ جو تاریخِ اُمم سابقہ میں کسی اُمت کے بگڑے لوگ نہ بتا سکے۔ مگر یہود نے یہ ریکارڈ توڑ دکھایا۔ صاحبِ قرآن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں کہنے لگے کہ یہ تو بشر (آدمی) ہیں اور اللہ نے آج تک کسی آدمی پر اپنا کلام نہیں نازل کیا، پھر یہ قرآن آپ پر کیسے وحی اور نزول

ہو گیا۔ اسی لئے ان مداریوں کو ان ہی کی رسی میں باندھکر پوچھا گیا کہ موسیٰ کون تھے؟ کیا ان پر وحی نہیں آئی تھی؟ توریت کس نے نازل کی۔ پھر یہ اوراقِ توریت کی نسبت موسیٰؑ کو چھوڑ کر تم اور کس کے ساتھ جوڑ سکتے ہو؟“

ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰؑ بشر ہی تھے، آپ کے بھائی بھی تھے، بہن بھی تھی، والدہ کا تذکرہ بھی قرآن میں ہے۔ اور آپ کی اہلیہ محترمہ کا ذکر بھی قرآن و توریت میں موجود ہے۔ تو کیا کسی کے ماں باپ بھائی بہن، بیوی اور کنبہ برادری ہوا سے بشریت سے خارج قرار دیا جا سکتا ہے۔؟

انبیا کی موجودگی میں کفار نے ان کی بشریت پر یہ اعتراض کیا اور منصب نبوت پر ان کے قیام کو ناممکن قرار دے کر سرے سے نبوت ہی کا انکار کر دیا۔ پھر بعد کے غالی معتقدین نے ان ہی جہلاء کے عقائد کو اس طرح قبول کیا کہ چونکہ فلاں صاحب نبی تھے اس لئے بشر نہیں تھے جبکہ کفار کا پہلے سے ہی یہ اعتراض تھا کہ چونکہ یہ صاحب بشر ہیں اس لئے انہیں رسول نہیں مانا جا سکتا۔

آج بھی یہود و نصاریٰ کی نقل میں یہ حرکت ہمارے کچھ نادان بھائی کر رہے ہیں۔ نہیں جانتے کہ اس طرح کے باطل اعتقادات سے بگڑی امتیں اپنے رسولوں کو خدا کی ذات و صفات میں شریک کر کے گمراہ ہو چکی ہیں۔

Public Library
Rawalpindi

toobaa-elibrary.blogspot.com

فنِّ جادوگری اور یہود

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا
كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ
السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ
وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا
تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ
وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ
وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ
اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ړ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا
بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا
لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○ ع

(۲۔ البقرہ ۱۰۲۔۱۰۳)

"اور انھوں نے اتباع کیا ان باتوں کا جس کا چرچا شیاطین صفت لوگ سلطنتِ سلیمانی کا نام لے کر بتایا کرتے تھے۔ یہ کفر یہ بات سلیمان نے کبھی نہیں کہی۔ لیکن شیاطین ہی یہ کفر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے تھے اور ان باتوں کی طرف بھی یہود خوب لپکے ہیں جو شہر

بابل میں دو فرشتوں پر اترا ہوا بتاتے تھے۔ اور وہ دونوں تو ایک ایسا علم سکھاتے تھے کہ اوّل تو کہہ دیتے، دیکھ ہمارا وجود ایک امتحان ہے تو تو کہیں کافر نہ ہو جائیو! بس پھر سیکھ لیتے ان دونوں سے ایک علم اور اس کا استعمال یوں کرتے کہ جدائی ڈالتے کسی مرد اور اس کی بیوی کے درمیان اور بغیر اذنِ الٰہی کے یہ لوگ اس ذریعہ سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے، اور کچھ ایسا علم سیکھ بیٹھے جو ان کے لئے ضرر کا باعث ہے۔ اور اس میں ان کو نفع مطلق نہیں اور وہ یہ جانتے بھی ہیں کہ جو اس طرح کی جادو کی چیزیں سیکھے گا آخرت میں اس کا کچھ بھی حصہ نہیں رہا۔ کتنی بری چیز ہے جسے خریدنے میں انھوں نے اپنی جان داؤں پر لگا دی۔ اور اگر یہ لوگ ایمان لاتے اور ان بیہودہ باتوں کے (جادو ٹونے) اختیار کرنے کے بجائے تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ کے یہاں بہتر معاوضہ پاتے۔ کاش کہ یہ عقل سے کام لیتے۔"

یہود کو خدا نے کتاب کا وارث بنایا تھا۔ اس کتاب پر عمل کر کے وہ تمام دنیا کے لوگوں پر فضیلت حاصل کر سکتے تھے مگر بجائے علم کتاب کے ان میں سے مکار صفت لوگوں نے اور ہلکٹ قسم کے مذہبی پیشواؤں نے جادو منتر کا علم سیکھنا سکھانا جاری کر رکھا تھا۔ جادو کے متعلق آج تک انسانی معاشرے میں اچھا خیال قائم نہیں ہو سکا کیوں کہ اللہ نے انسان میں سمجھ بوجھ کا جو فطری مادہ رکھا ہے اور انسان کے لاشعور میں سچائی کا جتنا مخفی عنصر موجود ہے اس کی موجودگی میں روئے زمین پر جادو کا علم چند سفلی قسم کے لوگوں کو چھوڑ کر کسی کے نزدیک بھی فضیلت کی وجہ نہ بن سکا۔ علم چاہے کسی قسم کا ہو۔ سائنس فنِ طب، علمِ کلام، جغرافیہ، نفسیات علمِ نباتات، حیاتیات

toobaa-elibrary.blogspot.com

وغیرہ جتنے انسان نے آج تک ایجاد کئے ہیں۔ اس میں خدائی رہنمائی سے اُسے خوب فضیلت حاصل رہی اور آج بھی کوئی قوم کسی علم میں آگے بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے تو یہ علم انسانی معاشرے میں ان کے لئے فضیلت اور بڑائی کا سبب بن جاتا ہے لیکن جادو ٹونے، ٹوٹکے، چھوچھا، جنتر منتر، جھاڑ پھونک وغیرہ کا سفلی علم کبھی بھی انسانی دنیا میں علمی فضیلت کا معیار نہ بن سکا۔ اور عموماً اس طرح کے علوم کے ماہرین دنیا میں بھیک مانگنے والے مداریوں اور شعبدہ باز لوگوں کی سی ذلیل و خوار زندگی بسر کرتے آرہے ہیں۔ مگر انبیاء و رُسل کے منبروں پر بیٹھنے والے یہودی علماء نے علم کتاب چھوڑ کر علم سحر سیکھا۔ یہود کا رجحان جب جادو ٹونے کی طرف ہوا تو عام انسانی معاشرے میں پائے جانے والے سچائی کے وجدان کی نسبت سے ان کے سامنے یہ سوال بار بار آتا رہا کہ اہل کتاب ہو کر یہ کیا ڈھونگ رچا رہے ہو؟ دین و مذہب کی باتیں کرنے والے کتاب، وحی و الہام کے علوم کا چرچا کرنے والے ہو کر جادو کے علوم سے دنیا فتح کرنے نکلے ہو اس طرح کی آوازیں یہود کے مذہبی تقدس کو اکثر چیلنج کرتی ہوئی سننے میں آتیں۔ اس موقع پر ان مذہبی مداریوں نے ایک اور افسانہ گھڑ نکالا کہ حضرت سلیمانؑ کی ساری سلطنت جادو پر قائم تھی۔ اور اسی زمانے کے علوم ہمارے پاس ہیں۔ سلیمانؑ خدا کے پیغمبر تھے اور جادو کے علم سے سلیمانؑ کی پیغمبری میں کوئی نقص نہ آسکا تو ہم کو یہ علوم سیکھنے سکھانے میں کس کی مجال ہے کہ ناجائز کہہ سکے۔ اس طرح خود اپنے کالے کرتوتوں کو چھپانے کے لئے بہت سے معاملات میں یہود نے اپنے نبیوں اور بڑے لوگوں کی زندگیوں کو بد اخلاقی کے تارکول سے سیاہ کر دیا تاکہ آئندہ نسل جب کوئی اعتراض کرے تو کہا جا سکے کہ جناب خدا کے بڑے بڑے بزرگ جب یہ کام

کرتے تھے تو ہم تم کو کرنے میں کیا حرج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں حضرت سلیمان کی حیات طیبہ کو صاف طور پر الگ کر کے بتایا کہ جادو کفریہ علم ہے اور سلیمانؑ نے کبھی کفر نہیں کیا۔ البتہ جن و شیاطین اور انسان کا مِلا جُلا معاشرہ پہلی بار حضرت سلیمانؑ کے دورِ اقتدار میں وجود میں آیا۔ اس وقت شیاطین اور جنات اور بعض خبیث انسان اپنی دھاک جمانے کو یہ چرچا کرتے کہ سلیمانؑ کو اتنی زبردست قوت ہمارے جادو کے بَل پر حاصل ہے۔ یاد رہے کہ حضرت سلیمانؑ نے جس طرح انسانوں پر حکومت کی ہے اسی طرح جنات اور شیاطین پر بھی اور ہر ایک سے اس کی طاقت کی مناسبت سے آپ نے کام لیا ہے۔ بعض شیاطین سے دیگیں بنواتے جو ہزاروں انسان مل کر نہ بنا سکیں۔ بعض کو سمندر میں غوطے لگواتے، زنجیروں میں باندھ رکھتے اور ان سے بڑی بڑی عمارتیں بھی تعمیر کرواتے، اس طرح زمین پر ایک مرتبہ آدم کی فضیلت پھر قائم ہو گئی کہ خدا نے وہ تسخیر کی طاقت انسان کو دی ہے اگر قدرت اس کا ساتھ دے تو وہ اس طاقت سے ساری مخلوق کو قابو میں کر سکتا ہے۔

دوسری بات بابل میں ہاروت و ماروت سے متعلق ہے۔ یہود کا بڑا گروہ بابل کی اسیری کے زمانے میں یہ علم سیکھنے لگا تھا۔ خود اہلِ کتاب تھے مگر کتاب کو جانتے نہیں تھے۔ بابل میں جادو کا اتنا زور تھا کہ کسی کی جوان بہو بیٹی کو اپنے ساتھ کر لینے میں بدکار لوگ اس علم کا استعمال کرتے۔ یہود اہلِ کتاب تھے۔ جادو کا ان پر جب وار ہوا تو گھبرا گئے۔ خدا کی کتاب جانتے نہیں تھے اور نہ اس کی طاقت سے واقف تھے۔ انہیں یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ جادو کا توڑ خود ہمارے پاس کلام الٰہی میں بھی ہو سکتا ہے لوہے کو لوہا کاٹنے کی کہاوت کے مطابق یہ بھی جادو سیکھنے کی طرف متوجہ ہوئے لیکن

toobaa-elibrary.blogspot.com

اللہ تعالیٰ نے بروقت ان یہود کی رہنمائی کے لئے دو فرشتوں کو بھیج کر ایسا علم ان کے لئے بھیج دیا جو جادو کا توڑ تھا۔ اس طرح پوری قوم جادو کے اثر سے محفوظ ہو گئی مگر یہود نے اسی ہاروت اور ماروت والے علم کو دوسرے کی بہو بیٹیوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں لگا دیا۔ اور اس طرح جادو کا توڑ کرنے والا علم ان یہود کے ہاتھوں پڑ کر غلط راہ میں استعمال ہونے لگا۔ دشمنوں کے شر سے حفاظت کے علم کو ان ظالموں نے گنڈے تعویذ اور دھاگے ڈورے میں سمو کر دوسروں کی بیویوں کو اپنے اوپر عاشق کرنے اور پرائی عورتوں سے آنکھ لڑانے میں لگا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حرکت پر انہیں سرزنش فرمائی اور سلیمانؑ و ہاروت و ماروت کو اس فعلِ قبیح سے بری قرار دیا۔

فنِ جادوگری میں یہود کی دلچسپی تو بابل کی اسیری کے دور میں شروع ہوئی اور جادو میں جب ان لوگوں نے مقامی آبادی سے بھی زیادہ استادی دکھانی شروع کی تو حضرت مسیح کے ۳۸۵ سال قبل شہنشاہِ ایران نے یہودی جادوگروں کو ملک بدر کر دیا اور پھر جہاں جہاں یہ علمار کرام تشریف لے گئے، علمِ سحر کے تمام نکات عملیات کے طریقے نیز مشکل و جان لیوا تجربے کرا کے ہر ملک کے عوام کو علومِ سحر سے سرفراز فرما دیا۔ بائبل میں بھی ان کی جادوگری کا بیان ہے۔

"تیری جادوگری سے سب قومیں گمراہ ہو گئیں۔"

(مکاشفہ باب ۱۸ آیت ۲۳)

"انھوں نے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو آگ پر چلوایا اور فال گیری سے کام لیا۔ اور اپنے کو بیچ ڈالا تا کہ خداوند کی نظر میں بدی کر کے اسے غصہ دلائیں اس لئے خداوند اسرائیل سے

بہت ناراض ہوا۔" (سلاطین دوم باب ۷، آیت ۱۷، ۱۸)

یہودی کتب کے ان حوالوں سے ہی یہ ثابت ہوا کہ جادوگری کے سبب اللہ بنی اسرائیل پر ناراض ہوا۔ بابل سے اخراج کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک یہود نے علمِ سحر کو ایک قومی فن بنا دیا۔ اخلاق، دینیات، معیشت و امورِ سلطنت سے انہیں اب کوئی دلچسپی نہیں رہی۔

بعثتِ مسیحؑ کے وقت یہود رومی سلطنت کے غلام تھے اور اسی غلامانہ ذہنیت کی جادوگر قوم نے حضرت مسیح کے معجزات کو جادو پر غالب دیکھا تو بگڑ گئی، اور قتلِ مسیح کا پروانہ اپنے آقاؤں سے یعنی رومی عدالت سے لے آئے۔ اب کسی کو یہ سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہو گی کہ حضرت عیسیٰؑ کے معجزات تمام انبیار کے معجزات میں اپنی نوعیت کے اعتبار سے عجیب تھے اور فنِ طب میں انسان کی ترقی کے آخری حدود کا تعین اور فنِ سحر میں جادوگری کے توڑ بہت ہی بروقت تھے۔ یہی وہ زمانہ تھا کہ ایک جانب فنِ طب میں یونانیوں کا زور تھا، دوسری جانب فنِ سحر میں بنی اسرائیل دنیا کی امامت کر رہے تھے۔ ایسے موقع پر حضرت مسیحؑ کو دی گئی، نشانیاں موقع کی مناسبت سے نہایت ہی اہم رول ادا کرنے میں کامیاب تھیں۔ کوڑھیوں کو درست کر دینا۔ مادر زاد اندھوں کو بصیرت عطا کر دینا، گونگوں کو گویائی عطا کرنا، حتیٰ کہ باذنِ الٰہی مردوں کو زندہ کر دینا۔ یہ معجزاتِ عیسوی اتنے زبردست تھے کہ یونانی فنِ طب مبہوت ہو کر رہ گیا۔ اور یونانی فنِ طب تو کیا آج کی ترقی یافتہ ادویات (PHARMACEUTICAL) (MEDICINES) اور سرجری SURGERY تک اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں اور نہ آگے بھی کر سکیں گی۔ اسی طرح

toobaa-elibrary.blogspot.com

پاگلوں کو درست کر دینا، بدروحوں کو نکال باہر کرنا اور آسیب زدہ لوگوں کو چنگا کر دینے سے فنِ سحر کی کمر لوٹ کر رہ گئی۔

بعثتِ محمدی کے وقت یہود جب حضورؐ کا مقابلہ دلائل سے نہ کر سکے تو خدا کے آخری نبیؐ پر بھی جادو کا وار کر ہی دیا۔ مگر یہاں کیا اثر ہونے والا تھا! قرآن پاک کی آخری دو سورتیں سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کا نزول ہوا اور رہتی دنیا تک مسلمانوں کے ہاتھ میں جادو کے توڑ کا قدرتی ہتھیار دیا گیا۔ اس طرح اس علمِ سحر کو ادھ مرا کر دیا گیا، جو تھوڑی بہت سانس اس میں باقی رہی وہ علوم و فنون میں انسان کی آج کی ترقی نے ختم کر دی اور اس سفلی علم سے بڑی حد تک ابنائے آدم کو قریب قریب چھٹکارا مل گیا۔

مناسبتِ مضمون کے لحاظ سے ہم یہاں ایک بات مسلمانوں کے تعلق سے واضح کر دینا چاہیں گے۔ وہ یہ کہ ہماری شریعت حقہ نے جادو ٹونے کو قطعاً حرام قرار دیا ہے اور اس سفلی علم کا شکار اگر کوئی ہو جائے تو اسے قرآنِ پاک کی آخری دو سورتیں سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کو یاد رکھنا چاہیئے جو تمام قسم کے جنتر منتر نیز شیطانی وسوسوں کے مقابلہ میں خداوندِ قدوس کی قوت قاہرہ کا ایک زبردست مظہر ہیں۔ کسی بھی شیطانی سازش کے مقابلے میں یہ دونوں سورتیں اہلِ ایمان کا ایک زبردست ہتھیار ہیں اور کسی طرح کے جادو ٹونے سے انہیں ڈرنے کی مطلق ضرورت نہیں۔

مجلسِ نبویؐ میں یہود کی لفظی خیانت اور پہلی جنگِ عظیم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (۲۔ البقرۃ ۱۰۴)

"اے ایمان والو راعنا نہ کہا کرو بلکہ انظرنا کہہ دیا کرو۔ اور بات کو دھیان سے سنو اور منکرینِ حق کو دردناک عذاب ہوگا۔"

سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارکہ مدینہ طیبہ میں چار و ناچار یہود بھی شرکت کرتے دورانِ تقریر میں حضورؐ سے کسی بات کی مزید تفصیل معلوم کرنے کے لئے "راعنا" کہتے۔ یہ لفظ عبرانی اور عربی دونوں زبانوں میں تھوڑے سے فرق کے ساتھ مختلف معنی میں بولا جاتا تھا۔ "راعنا" کے معنی ہیں ہمارا بھی رعایت کیجئے۔ بات کو سمجھ لینے دیجئے۔ مگر یہود از راہ شرارت اس لفظ کو زبان موڑ کر "راعینا" کہتے جس کے معنی ہوتے ہیں "ہمارے چرواہے" اور عبرانی زبان میں اس طرح بولنے سے اس کے معنی یوں ہوتے کہ سن تو تو بہرا ہو جائیو۔ مجلسِ نبویؐ میں ان کی یہ شرارت صرف ان ہی کو معلوم تھی۔ اتنی خفیف سی حرکتِ حلقوم اور اس بے ادبی و گستاخی سے عام لوگ واقف نہیں تھے، اللہ تعالیٰ نے آدابِ مجلسِ نبویؐ میں یہ قاعدہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

مقرر کر دیا کہ راعنا لفظ نہ کہا جائے بلکہ اگر اس طرح کلام کو سمجھنے میں کہیں پوچھنا ضروری ہو تو اُنظرنا کہہ دیا کرو۔ اور زیادہ مناسب تو یہی ہے کہ کلامِ الٰہی کو خدا کے نبی کی زبانِ مبارک سے سنتے وقت خاموش رہا جائے، غور سے سماعت کرنے پر تمام باتیں ٹھیک طرح سے سمجھ میں آجائیں گی۔

مدینے کے یہودیوں کی عام روش تھی کہ دعوتِ حق کو قبول کرنے والے نو مسلموں کو سوال میں سوال، مذہبی مناظرہ بازی اور ریب و تشکیک کا شکار بنا ڈالا جائے۔ عین موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرما کر ثابت کر دیا کہ حضورِ اکرم پر قرآن کا نازل کرنے والا مخالفین کی زیرِ لب حرکتوں سے بھی واقف ہے۔ جبکہ خود حضور اور آپؐ کے جاں نثار ساتھیوں کو یہود کی اس شرارت و مخفی بے ادبی کا پتہ نہیں تھا اور اس جرم و بے ادبی کا کوئی ظاہری ثبوت بھی نہیں تھا ورنہ ان منکرینِ حق کو عذابِ بعد الموت کے پہلے ہی اس دنیا میں اہلِ ایمان کے ہاتھوں عذاب کا مزہ چکھا دیا جاتا۔

اور آج بھی دنیا کی مجلسی زندگی میں یہود کی شرکت سے ان کی پرانی عادت کا پتہ چلتا ہی رہتا ہے۔ چنانچہ اس حقیقت کو کون جھٹلا سکتا ہے کہ پہلی جنگِ عظیم میں شرکت کا فیصلہ امریکی قوم نے مطلق نہیں کیا تھا۔ لیکن وہائٹ ہاؤس میں اُس وقت ایک با اثر یہودی شخصیت برنارڈ باروخ کی پہنچ صدر ولسن تک ہو گئی اور اس خائن یہودی نے زبان کو بیچ دینے کا کرتب صفحۂ قرطاس پر لا کر صدر ولسن کی بعض تقاریر میں لفظی تغیر کر کے کچھ کا کچھ کر دیا اور اس کی اسی حرکت سے امریکہ کو جنگ کی آگ میں کودنا پڑا۔

وارسا کانفرنس میں امریکہ اور چار بڑوں کی میٹنگ کا ڈرافٹ لفظی ہیر پھیر سے یہودی سازش کا شکار ہوا اور مفتوح قوموں کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے لئے دنیا کے بڑوں کی گفتگو سے ضبطِ تحریر میں آنے والا ریزولیشن ایک یہودی کی مکاری کا شکار ہوا۔ ڈاکٹر ڈیلن اپنی کتاب "صلح کانفرنس" میں عالمی سیاست کے ماہرین کے فیصلے کو لفظی تغیر سے فاتح و مفتوح قوموں کے درمیان خلیج قائم کرنے کا مجرم یہودیوں کو قرار دیتا ہے۔

راعنا کو راعینا کر دینے والے اپنے اس کرتب سے دنیا کے انسانوں کو دکھی کرنے میں اب بھی بڑی خوبصورتی سے اپنا کام انجام دیئے جا رہے ہیں، مجلسِ نبویؐ میں یہود کی لفظی خیانت کی اطلاع قرآن نے بروقت اور فوراً دے کر اہلِ مدینہ کو ان کے فتنے سے آگاہ کر دیا۔ مگر امریکہ کی خفیہ پولیس جو عالم کی مانی ہوئی اور بہترین و جدید آلات سے لیس تنظیم ہے وہ بھی پہلی جنگِ عظیم میں امریکہ کی شرکت کی وجوہات سے لاعلم رہی۔ لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتر جانے کے بعد ڈاکٹر ڈیلن کی تحقیق سے پتہ چلا کہ یہود کے زبانی و قلمی کرتب سے ناواقفیت کی بنا پر امریکہ نادانستہ طور پر اس جنگ میں کود پڑا۔ امریکہ میں جبرئیلؑ تو آتے نہیں تھے کہ ان بے چاروں کو یہود کی لفظی شرارت کا پتہ چل سکتا۔ یہ فضیلت اور بزرگی تو ان ہی کو حاصل ہے جن کی خدمت میں جبرئیلؑ بذریعہ وحی مخفی شرارتوں تک کا پتہ دے جاتے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

غیر ضروری سوالات

أَمْ تُرِيدُونَ أَن تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِن قَبْلُ ۗ وَمَن يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝

(۲۱ - البقرہ ۱۰۸)

"اے ایمان والو! کیا تم اپنے رسولؐ سے ایسے سوالات کرنا چاہتے ہو جیسے اس سے قبل موسیٰؑ سے سوالات کئے جا چکے تھے اور جو کوئی ایمان کو بدل کر کفر کو اختیار کرے گا تو بلاشبہ وہ سیدھی راہ سے دور جا پڑا۔"

یہاں خطاب کا رُخ تمام تر اہلِ ایمان سے ہے کہ تم سوال در سوال کی عادت چھوڑ دو جس طرح دورِ موسیٰؑ میں اللہ کے کلیم پر یہود بار بار سوالات کی بوچھار کرتے تھے۔ مدینے کی مقامی آبادی میں مسلمان مبلغین کا واسطہ یہود سے پڑتا تو یہ لوگ بچاسوں قسم کے اعتراضات کرتے۔ اس کا کچھ نہ کچھ حصہ یہ مخلص مبلغین آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کرتے تاکہ دعوتِ قرآنی کو عوام میں پیش کرتے وقت جو سوالات اٹھ کھڑے ہوتے ہیں انہیں تسلی بخش جواب دیا جا سکے۔

لیکن اہلِ ایمان مخلص کارکنانِ دعوت کو یہ کہہ کر تنبیہ کر دی گئی کہ یہ سوالات اسی نوعیت کے ہیں جو حضرت موسیٰ کو پریشان کرنے کے لئے یہود کیا کرتے تھے۔ اور امرِ واقعہ بھی یہی تھا کہ یہودِ مدینہ شکوک و شبہات پیدا کرنے کی غرض سے قیل و قال

کرتے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے براہِ راست کلام کیوں نہیں فرماتا۔ وحی کی کیفیت کیا ہے؟ اعمال کا وزن کس طرح ہو گا۔ ہبوطِ آدم کس طرح ہوا؟ عرش و کرسی کیا ہیں؟ وغیرہ۔ اس طرح انہیں کسی امرِ حق کی تلاش نہ تھی بلکہ محض عوام میں ریب و تشکیک کا مرض پیدا کرنے کی غرض سے الجھاؤ پیدا کرنا چاہتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ اہلِ یونان اور رومی عوام کے عقائدِ باطلہ کو توریت کی چادر میں لپیٹ کر اہلِ مدینہ کو شہنشاہِ کائنات کے کلام سے بدل کر دینا چاہتے تھے۔ پھر یہود کی اس حرکت سے عوام الناس میں باہم حجت اور مناظرہ بازی کا ایک ایسا ماحول پیدا ہونے کا امکان ہو چکا تھا جس کی وجہ سے اہلِ عرب خانہ جنگی میں مبتلا ہو جاتے اور یکسوئی سے اللہ کے نبی سے پیغامِ الٰہی سننے کے بجائے ذہنی انارکی اور دماغی عیاشی کے دلدل میں جا گرتے اسی لئے نہ صرف یہ کہ اس موقع پر سوال در سوال اور بال کی کھال نکالنے سے منع فرمایا گیا بلکہ اب یہ فرمان جاری ہو گیا:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِن تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ج وَإِن تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ ۗ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّن قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ۝

(۵ - المائدہ: ۱۰۱ - ۱۰۲)

"اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوالات مت کرو کہ اگر ان کی حقیقت تم پر ظاہر کر دی جائے تو تمہیں ناگوار ہو۔ اور اگر قرآن کے نازل ہونے کے ایام میں تم اس طرح کے سوالات کرو گے

toobaa-elibrary.blogspot.com

> تو تم پر ظاہر کر دیئے جائیں گے۔ اب تک خدا نے ایسے سوالات کے متعلق درگذر ہی فرمایا ہے۔ اس لئے کہ وہ بڑا غفور اور رحیم ہے۔ تم سے پہلے لوگوں نے اسی قسم کے سوالات کئے تھے پھر وہ لوگ انہیں سوالات کی وجہ سے کفر میں بتلا بھی ہو گئے۔"

ان آیات کے نزول کے بعد اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پوری یکسوئی کے ساتھ کلامِ الٰہی کی طرف متوجہ ہو گئے اور تمام غیر ضروری سوالات یک لخت بند کر دیئے کتاب عزیز کی طرف صحابہ کی اسی توجہ سے تمام دینی و دنیاوی علوم میں ایمان و یقین کا وہ بلند مرتبہ ان کو حاصل ہوا جو رہتی دنیا تک کسی کو نصیب نہیں ہو سکتا۔

کائنات کی ابتداء (مادہ، روح اور آدم) سے قبل کی مخلوق کون تھی اور دیگر بہت سے مابعد الطبیعی امور میں ضرورت سے زیادہ بحث و مباحثہ کرنے سے آدمی کے اردگرد ریب و تذبذب کا ایسا جال تیار ہو جاتا ہے جس میں وہ متعلقہ شخص خود ہی الجھ کر رہ جاتا ہے۔ اور دوسروں کو راہِ حق کی بات بتانے کے بجائے اپنی سواء السبیل چھوڑ بیٹھتا ہے۔

اس حکمِ الٰہی کی قدر تو صرف انہیں لوگوں کو ہو سکتی ہے جو فلسفہ اور قیاس و گمان کی سیکڑوں کتب میں الجھ کر حق کو نہ پا سکے بلکہ رہا سہا اطمینانِ قلب بھی کھو چکے تھے لیکن جب کلامِ خداوندی اور صاحبِ قرآن کی تعلیم سے روشناس ہوئے تو اپنا کھویا ہوا اطمینانِ قلب انہیں پھر حاصل ہو گیا۔ اور حق کی منزل پوری طرح پالی۔

یہود و نصاریٰ کا

غلط پندارِ نجات اور وہم

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ
تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○
بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ
عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○

(٢- البقرة ١١١- ١١٢)

> "اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ جنت میں یہود و نصاریٰ کے سوا اور کوئی داخل نہیں ہو سکے گا، یہ ان کی خیالی آرزو ہے۔ ان سے کہیئے کہ اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔ کیوں نہیں، جنت میں تو ہر وہ شخص جائے گا جو اپنی گردن اللہ کے لئے جھکا دے اور نیکی کرنے والا ہو۔ پس اس کا اجر اس کے رب کے پاس جنت ہی ہے۔ اور ایسے تمام لوگوں کو نہ کوئی خوف اور نہ کوئی غم ہو گا۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہود کو بزرگ زادگی اور نسلی شرافت و قومی تعصب کا روگ تو لگا ہی ہوا تھا مگر یہ چھوت کی بیماری عیسائیوں کو بھی ان کا مقابلہ کرتے ہوئے لگ گئی یہ بھی یہود کے مقابلے میں اپنے گروہی نجات کا ڈھنڈورا پیٹنے لگے۔ عیسائی جب نہلے پر دہلا مار چکے تو حجاز میں ان کی زبانوں سے بھی اپنی نجات کے دعوے سُنے جانے لگے اس موقع پر اہلِ ایمان کو چاہیئے تھا کہ وہ بھی اپنی نجات کا دعویٰ کر بیٹھتے اور دوسرے تمام کو دوزخی قرار دیتے۔

مگر اللہ کے نبی کی موجودگی میں جس جماعت کی تشکیل ہو رہی تھی اسے اس بیماری سے چوکنا رہنے کی ہدایت کی گئی اور ساتھ ہی ساتھ یہود و نصاریٰ کے اس خیالی پلاؤ کا نمک نکال دیا گیا اور نجاتِ اُخروی و داخلہ جنت کا ایسا صحیح قانون بھی بتا دیا گیا جسے رہتی دنیا تک چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ جنت میں تو وہ سبھی لوگ داخل ہوں گے جو اپنی گردن خدا کے آگے جھکا چکے ہوں گے۔ اور اپنی عملی زندگی میں نیکوکار رہوں گے پھر چاہے وہ کسی بھی نسل، رنگ اور وطن سے تعلق رکھتے ہوں یا دنیا کی نظروں میں نہایت ہی ذلیل و بے وقعت ہی کیوں نہ سمجھے جاتے ہوں۔ اس کے مدِ مقابل جن کی گردن خدا کے آگے نہیں جھکتی وہ آگ کی چھریوں سے ابدالآباد تک ذبح کئے جاتے رہیں گے۔ جنت میں مفت کا داخلہ لینے کہاں چلے ہو؟۔

خیالی آرزوؤں اور تمناؤں سے کچھ بھی ہونے والا نہیں ہے، اس لئے اے ایمان والو! تم تو خدا کے سامنے اپنی گردن ڈال ہی دو۔ پھر تمہیں جنت کے دعوے نہیں کرنے ہیں بلکہ یہ مقام تو تمہیں قانونِ خداوندی کے تحت مل ہی جائے گا، یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ بَلیٰ مَنْ اَسْلَمَ فرمایا گیا ہے۔ ہم نے اس کا ترجمہ

"گردن ڈالنا" کیا ہے۔ دینِ اسلام کی صحیح تعریف یہی ہے کہ آدمی خدا کے سامنے اپنا سر جھکا دے تو مسلم ہوا اور اسلام لے آیا، ایسا مانا جائے گا۔ پھر بعد کی منزل میں اسے اعمالِ صالحہ کی ذمہ داری اللہ کی طرف سے دی گئی ہے۔

اس آیت کے ہوتے ہوئے بھی مسلمانوں میں آپسی گروہ بندیاں اور نجات کی دعوے داری ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ بھلے آدمی! تم تو خدا کی کتاب کے حامل ہو اور تمہاری وساطت سے اہلِ عالم کو صحیح طریقۂ زندگی دیا گیا۔ پھر یہ عجیب سی حرکت تمہارے اندر بھی ہوتی آرہی ہے کہ ہر گروہ دوسرے گروہ کو دوزخی قرار دیتا ہے، اور اپنی نجات کا پروانہ خود اپنے ہاتھ میں لئے پھرتا ہے۔

سچ ہے کہ یہود کی یہ خصلت اگر ہم اپنے اندر پیدا کرلیں گے تو اعمال صالحہ سے ذہن و جسم کو ایسی تھکان محسوس ہوگی، جیسے ان یہود و نصاریٰ کو ہو چکی ہے۔ پھر آدمی بس خالی خولی تمنا اور آرزو لئے بیٹھا رہے گا کہ میری نجات اور جنت میں میرا داخل ہونا یقینی ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ مرنے کے بعد اگر ایمان اور حسن عمل ساتھ نہ ہوں گے تو زنجیروں میں جکڑ کر وہیں لے جایا جائے گا، جہاں خدا کے نافرمانوں کو ایک دن پہنچنا ہے۔ اللہ محفوظ رکھے اور ہم سب کو ایمان اور حسنِ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہود و نصاریٰ کے اختلاف میں

ہمارا مقام

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۖ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ (۲۔ البقرہ ۱۱۳)

"یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی کسی راہ پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہود کے پاس کچھ نہیں۔ اور یہ دونوں فرقے کتاب بھی پڑھتے ہیں۔ اور اسی طرح سے وہ لوگ بھی اپنی بڑائی ہانکتے ہیں جنہیں کچھ بھی علم نہیں ہے ان تمام ٹولیوں کے درمیان اختلاف کا فیصلہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن فرمائے گا۔"

ان آیات میں تین فرقوں کا بیان ہے جو ایک دوسرے کو غلط قرار دیتے تھے ایک یہود، دوسرے عیسائی۔ یہ دونوں فرقے اہلِ کتاب تھے، بالترتیب ایک توریت کے حامل تو دوسرے انجیل کے، ایک تیسرا گروہ ان تمام لوگوں پر مشتمل بنایا گیا جن کے

پاس کتاب کا علم تو تھا نہیں بلکہ یونہی بے پر کی دینداری ہانکتے تھے، آج بھی مسلمانوں کو چھوڑ کر مذاہب عالم کا تجزیہ کیا جائے تو یہی تین گروہ بنتے نظر آتے ہیں۔

یہ تیسرا گروہ جس کے پاس علم نہیں ہے، سرے سے خارج از بحث ہے۔ رہے یہود و نصاریٰ، تو بنیادی طور پر قرآن کے نزدیک یہ غلط نہیں تھے بلکہ یہودیت اور نصرانیت کو ان لوگوں نے جس طرح سے مذہبی جتھے بندی کا قلعہ بنا کر ایک دوسرے پر وار کئے، اسے غلط قرار دیا گیا اور انہیں اسی دینِ حنیف کی دعوت دی گئی جس سے اعراض کر کے یہ دونوں گروہ وجود میں آئے تھے، اصل جڑ تو ملتِ ابراہیمی ہے۔ یہودیت و نصرانیت تو بعد کی پیداوار ہیں۔

جب توریت کے احکامات میں ہیر پھیر کر دی گئی تو یہودیت وجود میں آئی، اور اس ہیرا پھیری کی اصلاح کے لئے سیدنا مسیح علیہ السلام بھیجے گئے تاکہ یہودی بن جانے والوں کو از سرِ نو دینِ ابراہیمؑ پر قائم کر کے مسلم حنیف بنایا جا سکے۔ حضرت مسیحؑ نے انجیل مقدس خدا کی طرف سے پیش کی اور آپ کی دعوت پر جو جماعت تشکیل پائی، وہ بھی جماعت المسلمین ہی تھی مگر ان میں جب بگاڑ آیا تو دعوتِ مسیحؑ کے مخاطب مسلم نہ ہو کر صرف نصاریٰ بن کر رہ گئے، یہی دونوں بگڑے ہوئے گروہ جب آپس میں متقابل ہوئے تو ایک دوسرے کی مذہبی بنیادوں تک کی بے حرمتی کرنے پر آمادہ ہو گئے اور ان ہی کی آپسی مارا ماری اور تشدد سے دینِ ابراہیمی مجروح ہوتا رہا۔ لیکن جب عیسوی ۶۱۰ء سے ۶۳۳ء تک تنزیل قرآن پاک پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی تو اس کتابِ الٰہی کے خطوط پر جو جماعت حقہ وجود میں آئی وہ نہ یہودی تھی نہ نصرانی۔ نہ موسیٰؑ کی منکر تھی نہ عیسیٰؑ کی منکر تھی، نہ توریت کو رد کرتی تھی اور نہ انجیل کا انکار کرتی تھی بلکہ تمام انبیاء

مرسلین اور تمام کتب آسمانی کو اللہ کی کتاب تسلیم کر کے پھر اسی ملّتِ ابراہیم پر قائم ہوئی جسے مِلَّتَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ط وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ٥ کہا گیا۔

ایک یہودی حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا انکار کر کے بھی یہودی بنا رہے گا لیکن اگر اسی قسم کی ذرا سی بھی کوئی حرکت کسی مسلم نے کی تو باوجودیکہ وہ قرآن اور صاحبِ قرآن جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لاکھ مانتا ہو، شریعتِ اسلامی اسے کبھی مسلمان تسلیم نہیں کرے گی۔ یہ اس لئے کہ اللہ کے کسی نبی کی تکذیب کے بعد آدمی کا ایمان ہمارے دین میں تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں تو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ، مسلمان وہ ہے جو خدا کے پیغمبروں کے درمیان تفریق نہیں کرے گا اور سب کو مانے گا۔ البتہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے بعد انہیں خدا کا بیٹا قرار دیا اور بہت سی کفریہ بدعات ایجاد کر لیں، ان کی تکذیب ہم ضرور کرتے ہیں۔ خدا کو ہم بیوی، بچے، خاندان و سسرال والا نہیں مانتے۔ اس طرح کی گستاخی کو ہم نے ربِ کائنات کے لئے کبھی برداشت نہیں کیا اور نہ کریں گے۔

اسی طرح سے عیسائی یہودیوں کو بے بنیاد کہہ کر اور قرآن و حضورِ اکرم کی نبوت کا انکار کر کے بھی عیسائی رہ سکتے ہیں۔ لیکن مسلمان نہ تو توریت کا انکار کر سکتا ہے اور نہ حضرت موسیٰؑ کی نبوت کا اسی طرح انجیل اور حضرت عیسیٰؑ کے انکاری ہونے پر اس کی اسلامیت بھی باقی نہیں رہ سکتی۔ ہاں یہ بات دوسری ہے کہ فی زمانہ توریت و انجیل جو یہود و نصاریٰ کے پاس ہے جس میں خدا کے کلام کے ساتھ ان کی اپنی تاریخی و دیگر

حکایات بھی شامل ہیں، ہم ان پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے۔

اس حقیقت سے یہود و نصاریٰ کو بھی انکار نہیں ہے کہ ان کی دونوں کتبِ مقدسہ میں کمی و بیشی، نیز ان کی قومی تاریخ، علوم فلسفہ، تذکرہ سلاطین و مبلغین بھی اصل کلامِ الٰہی کے ساتھ شامل کر دیئے گئے ہیں اور بہت سی چیزیں حسبِ منشا نکال ڈالی گئی ہیں۔ اسی بنا پر ہم توریت و انجیل کو غیر محرف شدہ نہیں کہہ سکتے، بلکہ ہمیں یقین ہے کہ ان میں اصل کلامِ الٰہی اب بھی شامل ہے۔

سوال ان کتابوں کو رد کرنے کا نہیں اور نہ ہی عیسیٰؑ و موسیٰؑ کو رد کرنے کا ہے بلکہ ان شکلوں کا ہے جو بعد میں ردّ و بدل کر کے وجود میں لائی گئیں۔

اس بحث کو تسلیم کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنی اصل حیثیت کی طرف لوٹیں اور اسی دینِ حق کو قبول کریں جو ان کا اپنا دین ہے۔ یعنی ملتِ ابراہیمی۔ اس دین کو قبول کرنے والا اگر یہودی ہے تو وہ موسیٰؑ کو بھی یہیں پائے گا۔ عیسائی ہے تو عیسیٰؑ کو بھی پائے گا۔ یہاں سب کی تصدیق ہے کسی کی تکذیب روا نہیں ہے۔ جسے اصل پر آنا ہے وہ آئے اور اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہے، ورنہ انتظار کرے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خود ہی فیصلہ فرما دے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا تھا۔؟

تیسرا طبقہ جو علم کتاب نہیں رکھتا اس سے تو بحث ہی فضول ہے۔ سوال تو پہلے اہلِ کتاب کے ایک ہونے کا ہے۔ اس ضمن میں یہ بتا دینا بھی مناسب ہوگا کہ ہم نے یہود و نصاریٰ سے کبھی بھی بغض و کینہ نہیں رکھا۔ بلکہ یہ یہود جب ٹھکانے کے ہوتے تھے اور یہ عیسائی کسی درجہ میں بھی اپنے دین پر قائم تھے، تب ان کی لڑکیوں کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

رشتۂ نکاح میں باندھنے کی اجازت بھی ہمیں تھی۔ گو پھر وہ دوسرے غیر اہلِ کتاب کی مانند ہونے لگے تو ان باتوں کا سوال ہی کیا باقی رہتا ہے۔ ہماری غیر متعصب ہونے کی اس دلیل سے عیاں ہے کہ قرآن اور خدا کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیت نصرانیت اور اصل دین "ملتِ ابراہیم" کے فاصلے کم کئے اور انہیں اصل کی طرف دعوت دے کر وہ کارنامہ انجام دیا ہے جو مذاہبِ عالم کی صدارت کرنے والی ہستی کے شایانِ شان ہے۔

یہود کی حمایت میں

قرآن کا ایک بیان

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○

(۲۔ البقرہ ۱۱۴)

"اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو سکتا ہے جس نے اللہ کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے منع کیا اور مسجدیں اجاڑنے کے لئے دوڑا ہو، ایسے لوگوں کو حق نہیں پہنچتا کہ اس میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے۔ ان لوگوں کو دنیا میں بھی ذلت ملے گی اور آخرت میں بھی بہت بڑا عذاب"

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ہم حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ "موضح القرآن" سے جوں کا توں ذیل میں درج کرتے ہیں تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ حضرت فرماتے ہیں:۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

انھوں نے حضرت عیسیٰؑ سے دشمنی کی اور ہم نے ان کو مانا۔ اللہ فرماتا ہے کہ جب نصاریٰ نے غلبہ پایا تو مسجد بیت المقدس کو ویران کیا۔ اور یہود کی مسجدیں اجاڑیں یہود کی ضد سے، یہ کیا انصاف ہے کہ آدمیوں کی ضد سے اللہ کی مسجدیں ویران کریں اور فرماتا ہے کہ یہ بھی لائق نہیں کہ یہ لوگ اس ملک میں حاکم بن کر رہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے وہ ملکِ شام مسلمانوں کے ہاتھ لگایا۔"

قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کسی مخلوق کا نہیں۔ اسی لئے دوست و دشمن سب کے ساتھ انصاف کرتا ہے، یہود کی اب تک کی تاریخ جو قرآن نے بیان کی ہے، اسے دیکھتے ہوئے یہود کی طرف داری کوئی آدمی نہیں کر سکتا۔ یہاں تو یہود کے دشمن نصاریٰ کی خبر لی گئی ہے اور انہیں ان کے غلط کام پر ظالم کہا گیا۔ ورنہ دنیا کی مکارانہ سیاست میں آج بھی دشمن کا دشمن دوست سمجھا جاتا ہے۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور نکلا اور جی ہاں ایک اور دلیل ہاتھ آگئی کہ قرآن کا نازل کرنے والا اظہارِ ناراضگی کے وقت بنی آدم کی طرح تعصب نہیں رکھتا ورنہ اپنے دشمن کے دشمن کو اس کے ظلم پر متنبہ کرنا اور اپنے دشمن کے مخالف کو بجائے دوست بنانے کے ناحق فعل پر اسے قابلِ ملامت قرار دینا کسی مفاد پرست شخصیت کا کام نہیں۔ سبحان اللہ سبحان اللہ رب العالمین کی شانِ عدل بھی کیا خوب ہے۔

سلاطین روم کے عروج کا زمانہ تھا۔ ان ہی میں ٹائیٹس (TITUS) نامی بادشاہ بیت المقدس پر حملہ آور ہوا۔ اور نہ صرف بیت المقدس میں یہود کے عبادت خانے اجاڑے بلکہ خوب توڑ پھوڑ کی اور توراۃ تک کو جلا ڈالا، اور اپنے دورِ اقتدار

میں مسجد بیت المقدس میں آنے اور خدا کی عبادت سے یہودیوں کو روک دیا۔ نزولِ قرآن کے ایام میں اس واقعہ کی تذکیر سے یہود کو بڑی سبکی ہوتی۔ جب مسیحی انہیں منہ چڑاتے اور اس واقعہ کو خود اپنی بڑائی اور طاقت کا سبب بتاتے، حالانکہ رومی سلطنت کے اس فعلِ خبیث سے عیسائیوں کو خوش ہونے کی کوئی شرعی وجہ نہیں تھی لیکن محض یہود کی ضد سے وہ تالیاں پیٹ کر مسرت کا اظہار کرتے قرآن نے ان ہی واقعات کو یاد دلا کر انہیں شرم دلائی اور ظالم کہا ہے۔

ایسے موقع پر مسیحی عوام کو اپنی طرف راغب کر کے یہود کو مزید احساسِ کمتری کا شکار بنایا جا سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہود کی طرف داری کی بلکہ ان کے خلاف پرچار کرنے والے عیسائیوں کو کہہ دیا کہ تمہیں بیت المقدس میں حاکم و متولی ہو کر داخلے کا حق ہی کب تھا۔؟ تمہیں اور ایسے تمام لوگوں کو جو اللہ کے گھر کی بے ادبی اپنے دورِ اقتدار میں کر چکے ہوں، ڈرتے ڈرتے مسجد میں عبادت کر کے چپ چاپ چلتے بننا چاہیئے۔ تولیت اور حاکمیت کیسی؟

ان کے اقتدار اور تولیت کے حقوق کو ساقط قرار دے کر انہیں بھی اللہ کے گھر میں ذکر اللہ کی اجازت دے دی اسے کہتے ہیں کھرا انصاف کہ کہیں بھی ظاہر تو کیا مخفی اشارہ تک عدل کے خلاف نہ مل پایا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دورِ اقتدار اور تولیت اقتدار اور تولیتِ مسجد اقصیٰ میں کبھی بھی یہود و نصاریٰ کو اس عبادت گاہ میں آنے سے نہیں روکا۔

یہ سطور ۱۹۶۹ء میں لکھی جا رہی ہیں، جون ۱۹۶۷ء میں یہود نے حملہ آور ہو کر رومی شہنشاہ ٹائیٹس (TITUS) سے بھی پچاس گنا زیادہ ظالم بن کر بیت المقدس پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

غاصبانہ قبضہ جما لیا۔ اس ظلم کو سوگنا کرنے کے لئے اگست ۱۹۶۹ء میں مسجدِ اقصیٰ میں آگ لگا دی۔ توبہ توبہ کیسی نمک حرامی کی اس ظالم قوم نے اپنے خدا کے مقابل کر اس کی عبادت گاہ کا بھی کوئی پاس و ادب نہ رکھا۔ اور مسلمانوں کی ضد میں اپنی ناک بھی کٹوالی۔ آخر یہود کا تعلق بھی مسجدِ اقصیٰ سے تھا ہی، مگر رومیوں کی پیروی میں اور آج کے دورِ الحاد میں یہ بات انہیں کہاں یاد رہی ہوگی۔

یہی بیت المقدس ہے کہ خلافتِ راشدہ کے زمانے میں خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؓ کو یہاں کے پادریوں نے خود ہی دعوت دی اور اس قبلۂ اول کی کنجیاں خلیفۂ ثانی کے حوالے کر دیں تاکہ مسلمان اپنی ایمانی، اخلاقی و مادی طاقت کے ذریعہ اس مقدس مقام کی حفاظت کریں اور ملتِ ابراہیمی کی دونوں شاخوں یعنی یہود و عیسائی اور خود ملتِ ابراہیمی کے محافظ مسلمانوں کے لئے یکساں طور پر اس کے دروازے کھول دیں، مسلمانوں نے مسجدِ اقصیٰ کو عام شہروں کی طرح قوتِ بازو سے نہیں لیا بلکہ وقت کی یہودیت و نصرانیت نے تاریخ میں پہلی بار ایک عمدہ فیصلہ کر کے اس مسجد کی عظمت کے پیشِ نظر اس کے حقیقی متولی کو دعوت دے کر اس کے حوالے کر دیا۔ تب سے یہ مسجد نصاریٰ و یہود اور مسلمانوں کی مشترکہ عبادت گاہ بنی رہی۔ اور مسلمان اپنی آنکھوں کی پلکوں سے معراجِ نبویؐ کے نقوش کی جاروب کشی کرتے رہے۔

اس کے بعد مسلمانوں کا زوال شروع ہوا، اور صلیبی فاتحوں نے جب اس مقام پر قبضہ کیا تو پھر یہود اور مسلمانوں کے آثار مٹانے کی ناپاک کوشش کی، لیکن صلاح الدین ایوبی نے ان ظالموں کی سرکوبی کی اور تب سے جون ۱۹۶۷ء تک یہ متبرک مقام برابر مسلمانوں کے ہاتھ میں رہا۔ اس دور میں تمام یہود و نصاریٰ کو یہ حقوق حاصل تھے کہ وہ اس

مقامِ مقدس کی زیارت کو آئیں اور اپنے اپنے طریقے پر خدا کا نام لیں لیکن جون ۱۹۶۷ء میں یہودیوں کا قبضہ ہوا تو باہر سے کسی مسلمان اور عیسائی کو انھوں نے اس مقدس مقام عبادت کے لئے آنے نہیں دیا۔ تاریخ اپنے آپ کو ضرور دہرائے گی۔ یہود اس مقام پر قابض نہ رہ سکیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جب ہم مسلمان اپنے رب سے ان گناہوں کو معاف کرا چکے ہوں گے جس کے سبب قبلۂ اول ہم سے چھین لیا گیا، تب پھر یہود کا قبضہ اس مقام پر نہیں رہ سکے گا۔ اس میں کسی طرح کا کوئی شک و شبہ کسی مومن کو ہرگز نہیں۔

اے امتِ محمدیہؐ تم بھی اس آیت کی روشنی میں اپنا رویہ متعین کر لو کہ آپسی مارا ماری میں، مسلک کے اختلاف کے سبب سے شیعہ و سنی کسی وہابی و مقلد، کسی بریلوی و دیوبندی کو خدا کے گھر میں عبادت کرنے سے منع نہ کرو گے۔ تم اس رحمۃ للعالمین کی امت ہو جو نجران کی عیسائی جمہوریت کے وفد کو بطور مہمان کاشانۂ نبوت میں جگہ دیتا ہے۔ اور جب ان مہمانوں کی نماز کا وقت آتا ہے تو انہیں مسجدِ نبویؐ میں خدا کی عبادت کے لئے اجازت دیتا ہے۔ اسی نبیؐ کے ماننے والے ہو کر کسی کلمہ گو کو خدا کی عبادت کرنے سے ہرگز نہ روکو اور اپنی مساجد کے دروازے ہر فرقے کے مسلمانوں کے لئے کھول دو۔ خدا تمہارا بھی سینہ کشادہ کر دے گا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ملّتِ یہود کے عزائم

وَلَنۡ تَرۡضٰى عَنۡكَ الۡيَهُوۡدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمۡ‌ؕ قُلۡ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الۡهُدٰى‌ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ بَعۡدَ الَّذِىۡ جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ‌ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ○ (۲- البقرہ ۱۲۰)

"تم سے یہودی کبھی راضی نہ ہوں گے اور نہ نصرانی ہی خوش ہوں گے اس وقت تک جب تک تم ان کی ملت کی پیروی نہ اختیار کرلو۔ صاف کہدو کہ ہدایت کا راستہ وہی ہے جو اللہ نے بتایا ہے۔ اور اگر اے نبی تم علم آجانے کے بعد ان کی خواہشات کا اتباع کروگے تو خدا کی گرفت کے مقابلے میں تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔"

یہود کا تصورِ دین اتنا متعصب تھا کہ جب تک کوئی ان کی ملتِ یہود کی پیروی نہ کرے تب تک وہ غیر یہود سے راضی نہ ہوسکتے تھے۔ اس کی جوابی ومنطقی کارروائی نصاریٰ کی طرف سے بھی ویسی ہی کی گئی کہ جب تک کوئی ان کی ملت کی اتباع نہ کرے وہ خوش نہیں ہوسکتے۔ ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ یہودیت اور نصرانیت دراصل ملتِ ابراہیمی میں بگاڑ کے نشانات تھے۔ فی الواقع یہ کوئی مذہب نہیں رہ گئے تھے بلکہ توریت اور انجیل کے احکامات کو پسِ پشت ڈال کر ٹولی بازی سے یہ گروہ

وجود میں آئے۔

یہاں نبی آخرالزماں سے کہا گیا کہ یہود ونصاریٰ کا برسرِ حق ہونے کا دعویٰ ہمارے نزدیک سرے سے ناقابلِ سماعت ہے۔ اس لئے ان کی رضا طلبی کی کوئی کوشش آپؐ کریں گے تو ایک طرف تو ہم ناراض ہوں گے، دوسری طرف یہ بھی آپ سے خوش نہ ہوں گے بلکہ انھیں راضی کرنے کے لئے تو آپؐ کو خدا کی راہِ ہدایت چھوڑ کر یہود ونصاریٰ کی ملّت اختیار کرنی ہوگی۔ اور یہ آپؐ کی شانِ رسالت کے قطعاً خلاف ہے۔

اس حکم سے یہ مطلب ہرگز نہیں نکلتا کہ حضورؐ ان کی رضاجوئی کے لئے کچھ مداہنت برتنا چاہتے ہوں گے، بلکہ حقیقت دراصل یہ تھی کہ عام مسلمانوں کو نبیؐ سے خطاب کرتے ہوئے یہ حکم دیا گیا کہ تم ان یہود ونصاریٰ کو راضی کرنے کی فکر چھوڑ دو۔ جب تک تم بھی ان ہی کی طرح خدا کے دین میں اضطراب وشک میں پڑ کر بے راہ نہ ہوجاؤگے تب تک وہ تم سے راضی نہیں ہوسکتے۔ اس لئے انہیں تو ان کے حال پر چھوڑ کر، اس راہِ ہدایت پر چل پڑو جو اللہ نے تم پر واضح فرمادی ہے۔ ورنہ یاد رکھو کہ خدا کو ناراض کرکے تم کسی اور ولی وناصر کا سہارا لے کر اس کے غضب سے محفوظ نہ رہ سکوگے۔

دینِ ابراہیمی کے جسدِ ملی میں، جو بیماری بنی اسرائیل کے دورِ امامت میں ان کی جاہلیت کی وجہ سے لگ چکی ہے وہ بذاتِ خود یہودیت ہے۔ یہودیت کوئی مذہب نہ ہوکر صرف ملتِ ابراہیمی کے مرض کا پتہ بتانے والی ایک علامت تھی، جس طرح جسم کی اندرونی خرابی کا پتہ دینے کے لئے جلد کی سطح پر پھوڑے ابھر آتے ہیں انہیں جسم کی اصل نہیں قرار دیا جاسکتا ٹھیک یہی حیثیت نصرانیت کی ہے کہ خدا کا ایک مقدس

toobaa-elibrary.blogspot.com

نبیؑ کا بیٹا بنا دیا گیا۔ اور حضرت مسیح کی والدہ محترمہ صدیقہ حضرت مریمؑ کے متعلق عقائد میں غلو کر کے نصرانیت کا ظہور ہوا تو یہ کوئی مذہب یا ملّت کا ظہور یا عروج نہیں تھا بلکہ ملّتِ ابراہیمی کے اساسی اور بنیادی عقائد کی چوکھٹ میں کیل ٹھونکی گئی اس کیل کو ملت کیسے کہا جا سکتا ہے ؟ پھر یہ لوگ اپنے آپ کو ملّتِ ابراہیمی کا جزو بتاتے تب بھی بات کچھ ٹھکانے کی ہوتی۔ یہاں تو دعویٰ ہی از خود ملت ہونے کا ہے اور وہ بھی ملّتِ واحدہ نہیں بلکہ دو دو ملتوں کا ہے جو کسی طرح بھی انصاف کی عدالت میں تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

پھر اس مریضانہ طرزِ فکر کے حامل یہود اور نصاریٰ کی رضا جوئی کے لئے ہم اپنی کسی ملّی اساس میں تبدیلی کو کیوں گوارا کریں ؟ جو حق اور ہدایت کی راہ ہمارے ربّ نے بتائی ہے اس پر چل کر ربّ العالمین کے حضور پہنچ جائیں۔ چاہے یہود و نصاریٰ ہمارے ساتھ چلیں یا نہ چلیں اس کی پرواہ ہمیں مطلق نہیں کرنی چاہیئے۔ یہی کچھ اشارات اس آیت کے شانِ نزول کے اسباب میں بتائے گئے ہیں ـــــ ہمارے دینی و سیاسی زوال میں بڑا دخل اس بات کا بھی ہے کہ پچھلے ڈیڑھ سو سال کی مدت میں یہود و نصاریٰ کی تہذیب و تمدن، معاشرت معیشت و سیاست سے ہم مرعوب نہیں رہے بلکہ ان بگڑی ہوئی ملتوں کی نقالی سے بہروپیے بن گئے اور اہلِ مغرب کی پیروی سے اپنی اسلامیت کا جوہر بھی کھو بیٹھے۔ آج مشرقِ وسطیٰ میں شکست اسلام کو نہیں ہوئی بلکہ یہود و نصاریٰ کی نقل کرنے والی امتِ مسلمہ کو گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ جبکہ اسلام اور خالص اسلام ابھی میدان میں اتارا جانا باقی ہے۔

خدا کرے فرزندانِ توحید اب ہر معاملہ میں یہود و نصاریٰ کی مشابہت چھوڑ دیں اور جو کچھ کریں، خدا اور اس کے رسولؐ کے حکم کے ماتحت کریں، اور صرف اپنے قدموں پر کھڑے ہو جائیں۔

وعدۂ امامت

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ○ (۲- البقرہ - ۱۲۴)

"جب آزمایا ابراہیمؑ کو اس کے رب نے بہت سی باتوں میں پھر وہ ان تمام آزمائشوں میں پورا اُتر گیا۔ تب اللہ نے فرمایا کہ میں تجھ کو لوگوں کا امام بنا دوں گا۔ ابراہیمؑ عرض کرنے لگے کہ کیا یہ وعدہ میری اولاد سے بھی ہے ؟ رب نے فرمایا کہ میرا وعدہ ظالموں کے لئے نہیں ہے۔"

بنی اسرائیل اس پر بہت مغرور تھے کہ وہ اولادِ ابراہیم ہیں اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ نبوت و امامت ابراہیم کی اولاد میں رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے غرور کا سر نیچا کر دیا۔ اور منصب امامت سے متعلق وعدے کا تذکرہ کرتے ہوئے صاف صاف فرما دیا کہ ابراہیمؑ کے اس سوال پر ہم نے اسی وقت فرما دیا تھا کہ تمہاری اولاد میں ان لوگوں سے میرا وعدہ ہے جو ظالم نہیں ہوں گے۔

قرآن مجید میں ظالم اور ظلم کے متعلق بہت کچھ ارشادات ہیں اگر انہیں ایک جگہ جمع کر کے بیک وقت تمام مقامات پر نظر ڈالی جائے تو جامع طور پر ایک بات نکھر کر سامنے آتی ہے، وہ یہ کہ شرک ہی سب سے بڑا ظلم ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ

"بے شک شرک ہی سب سے بڑا ظلم ہے۔"

ملتِ ابراہیمؑ کے افراد جب توحید کو چھوڑ کر مشرکانہ عقائد میں گرفتار ہوئے تو ان کے جدِ امجد سے کیا ہوا خدا کا وعدہ ایسے ناخلف لوگوں پر بھلا کیسے پورا ہو سکتا ہے۔ بلکہ ایسے لوگوں کو امامت و پیشوائی، سرداری و سیادت پر باقی رکھنے کا بھی کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

باقاعدہ طور پر جب اللہ تعالیٰ نے یہود کو منصبِ امامت سے ہٹا کر امتِ مسلمہ کو اس منصب پر قائم فرمایا تو فتح و نصرت کے وعدے بھی اب اسی کے لئے ہیں۔

لیکن جب ہم بھی اپنے اصلی مشن کو چھوڑ کر غیر دینی حرکتیں کرنے لگے تو خدا کی نصرت کا ہاتھ ہم سے اٹھ گیا۔ خدائی وعدے شرطوں کے ساتھ پورے ہوتے ہیں جب ان شرطوں کو یہود نے پورا نہ کیا تو ان کی چودھراہٹ کے خاتمے کا اعلانِ خداوندی ہوگیا اب اس دور میں ہمارا بھی یہی حال ہے۔ ہمارے رب نے اور ہمارے رسولؐ نے ہم سے جو وعدے کئے ہیں وہ اسی وقت پورے ہوں گے جب ہم ظلم عظیم کو ترک کرنے کی ٹھان لیں گے۔

اے اللہ! تو امتِ مسلمہ کے حال پر توجہ فرما۔ تو ہی سب سے بڑا توجہ فرمانے والا ہے۔ آمین۔

معمارِ کعبہ اور امتِ مسلمہ

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ ص وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ج إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ○ (۲۔ البقرۃ ۱۲۷-۱۲۸)

"اور یاد کرو اس وقت کو جب اٹھا رہے تھے ابراہیمؑ دیواریں خانۂ کعبہ کی اور اسماعیلؑ بھی تو یہ دعا کرتے جاتے تھے کہ اے ہمارے رب! ہماری اس کوشش کو قبول فرما۔ بلاشبہ تو ہی خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب ہم دونوں کو تیرا مسلم بنا دے۔ اور ہماری اولاد میں بھی ایک امتِ مسلمہ تیرے کام کے لئے کھڑی کر دے، اور تیری بندگی ہم کس طرح انجام دیں اس کا بھی طریقہ ہمیں بتلا دے اور ہمارے حال پر توجہ فرما۔ بے شک تو ہی توجہ فرمانے والا اور مہربانی فرمانے والا ہے۔"

خدا پرستوں کا قبلہ اور توحید کا مظہرِ اعظم اللہ کا وہ گھر ہے جسے طوفانِ نوحؑ کے بعد پہلی بار حضرتِ ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو ساتھ لے کر دورِ آدم سے رکھی رکھائی بنیادوں پر تعمیر کیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کام میں تسلسل کسی ذہنی اور جسمانی تھکاوٹ کا دیر تک سبب نہ بن سکے اس لیے مزدور جب کام کرتے ہیں تو اکثر زبان سے کچھ نہ کچھ کلمات ادا کرتے رہتے ہیں۔ اللہ کے گھر کے معمار اپنی زبانِ مبارک سے ربِ کعبہ سے دعا گو ہیں کہ ہم دونوں کو مسلم بنادے اور ہماری اولاد میں ایک جماعت کو کھڑی کر جو امتِ مسلمہ ہو۔

جب توحید کا دائرہ شخصی اور انفرادی سے جماعتی ہونے کا وقت آجائے تو ہماری اولاد کو اس کے لئے پسند فرما اور ہماری اس مسلمانی کو امتِ مسلمہ کی غیر متزلزل بنیادوں پر تیرے لئے اور محض تیرے لئے کھڑی کردے۔

دعاء ابراہیمؑ میں لفظ "مسلمین" اور امتِ مسلمہ کی تکرار سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابراہیمؑ کا مشن یہودیت اور نصرانیت نہیں تھا بلکہ اسلام اور خالص اسلام تھا۔

مِلَّةَ اَبِيۡكُمۡ اِبۡرٰهِيۡمَ‌ؕ هُوَ سَمّٰٮكُمُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ۵ (۲۲۔ الحج ۷۸)

"تم اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت پر قائم رہو اور اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔"

مسلم نام ہے ہر اس شخص کا جو رب العالمین کے سامنے گردن ڈال دے اور طابع فرمانی کا رویہ اختیار کرے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے لئے بھی دعا کی کہ مجھے مسلم بنادے اور تمام اہل توحید کے لئے اس نام کو دنیا میں جاری اور ساری کر دیا۔

یاد رہے کہ کسی بھی نبی کے ابتدائی پیروکار ہمیشہ سے کتبِ سماوی میں مسلم ہی کہلائے۔ مگر آگے جب ان کی اسلامیت میں بگاڑ آیا تو پھر ہر ایک نے اپنے باپ کا رکھا ہوا نام بدل کر الگ الگ نام سے جماعت سازی شروع کر دی اور ملتِ اسلامی سے اپنا رشتہ کاٹ کر کوئی یہودی ہوا کوئی نصرانی۔ کوئی مجوسی ہوا کوئی صحابی۔ اور کچھ نہ ہو سکا تو پھر احمقانہ مذہبی چکر میں مشرک ضرور ہو گیا۔

دعائے خلیلؑ کا ظہور اور بعثتِ محمدیؐ

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ‌ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ○ (۲۔ البقرۃ ۱۲۹)

"اے ہمارے پروردگار اُٹھا کھڑا کر (بھیج دے) ان میں سے ایک رسول ایسا جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب و دانائی کی تعلیم دے اور انہیں صاف ستھرا کر دیوے۔ یقیناً تو بڑا غالب اور حکمت والا ہے۔"

اس آیتِ کریمہ میں حضرت ابراہیمؑ کی ایک خاص الخاص دعا کا تذکرہ ہے۔ الفاظ کو سرسری طور پر پڑھنے والا بھی سمجھے گا ایک عظیم اور صاحبِ کتاب و حکمت نبی کی بعثت میری اولاد میں ہو" یہ تمنا ہے کہ خدا کا خلیل بارگاہِ رب العزت میں ہاتھ پھیلا کر دعا گو ہے۔ اس دعا کو آنجنابؑ کی دوسری دعاؤں کی طرح ربِ اکبر نے شرفِ قبولیت بخشا۔ البتہ ہر شے کا ایک وقت مقرر ہے۔ اللہ کے خلیلؑ کی یہ دعا ظاہری شکل میں اس وقت سوفی صد ظہور میں آئی جب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری ہوئی۔ آپؐ ہی کی یہ دعا تھی کہ نبی آخر الزماں میری اولاد میں ہوں، اور دعائے خلیلؑ مستجاب ہو کر ظہورِ محمدیؐ میں متشکل ہوئی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے صاحبزادوں میں حضرت اسماعیلؑ اور اسحاق علیہم السلام کو منصبِ نبوت پر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ دعوتِ توحید کا سلسلہ منظم طور اپنی زندگی میں جاری فرما گئے۔ لیکن پھر بھی سلسلۂ انبیاء تو کبھی نہ کبھی موقوف ہونا ہی تھا۔ اسی لئے دعا میں آخری نبیؐ کے ظہور اور بعثت کی درخواست کر دی کہ جب تمام نبیوں کا نبی بھیجنا ہو تو یہ شرف بھی میری اولاد کو عطا کیا جائے۔

حدیث صحیح میں ارشاد نبوی ہے کہ میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا کا ظہور ہوں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ۔

کیا یہود کیا نصاریٰ سب ہی حضرت ابراہیمؑ کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اور مسلمان بھی اپنا پیغمبر اور روحانی باپ و نیز خدا کا خلیل اور مسلم حنیف مانتے ہیں۔ آپ ہی کی دعا کا جب ظہور ہوا تو تمام اہلِ کتاب پر لازم تھا کہ وہ حضورؐ پر ایمان لے آتے۔ مگر جس کے نصیب میں لکھا تھا وہی ایمان کی بیش بہا دولت سے مالا مال ہوا۔

کسی کو یہ اشکال ہو کہ ہم اس دعا کا ظہور حضرت محمدؐ کو ہی کیوں مانیں؟ تو ہم عرض کریں گے کہ خدا کے نبی تسلیم کرنے اور جانچنے کے جتنے بھی اصول اور طریقے ہو سکتے ہیں، تمام استعمال میں لانے کے بعد اور کتبِ سابقہ نیز عقل و فہم کی روشنی میں خوب اچھی طرح دیکھ بھال کر اگر کسی شخصیت کو خدا کا آخری نبی مانا جا سکتا ہے تو وہ صرف صاحبِ قرآن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہی ہے۔ یہود یا کسی اور بدنصیب کو ضد اور تعصب کی بنا پر حق بات گلے سے نہ اترتی ہو تو اس کا علاج ہمارے پاس نہیں۔ نصاریٰ کو بہت کچھ توفیق ملی اور آج بھی آپ سنتے پڑھتے آ رہے ہوں گے کہ فلاں عیسائی مسلمان ہو گیا۔ فلاں پادری یا انگریز نے اسلام قبول کر لیا۔ مگر شاید بہت کم

سن پائے ہوں گے کہ فلاں یہودی نے اسلام قبول کر لیا اور حضورؐ پر ایمان لے آیا۔

فَقَلِیْلًا مَّا یُؤْمِنُوْنَ

"بہت ہی تھوڑے ہیں جو ایمان لائیں گے۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

وصیتِ ابراہیمی اور اسلام

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۭ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۭ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (۲۔ البقرۃ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲)

"اور ابراہیمؑ کی ملت سے تو وہی پھر جائے گا جس نے اپنے آپ کو احمق بنا لیا ہو، بلاشبہ ہم نے ابراہیمؑ کو دنیا میں بھی منتخب فرمایا تھا اور آخرت میں تو نیک لوگوں میں ان کا بڑا اہم مقام ہوگا۔ یاد کرو وہ وقت جب ان کے رب نے فرمایا کہ ابراہیمؑ تم مسلم ہو جاؤ (گردن ڈال دو) تو ابراہیمؑ سر جھکا کر عرض کرنے لگے کہ میں رب العالمین کے لئے مسلم ہو گیا اور یہی وصیت کر گئے ابراہیمؑ اپنے بیٹوں کو۔ اور یعقوبؑ نے بھی اپنی اولاد سے یہی کہا کہ اے میرے بیٹو بے شک اللہ نے تمہارے لئے دینِ اسلام پسند فرمایا۔ سو تم مسلمانی کے سوا کسی اور موت نہ مرنا۔"

یہ تین آیات ملتِ ابراہیمؑ کی حقیقت کو بے نقاب کر دینے میں ایک اہم ترین تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں۔ دینِ اسلام کے معنی ہیں اللہ کے حکم پر سر جھکا دینا۔ اطاعت اختیار کرنا۔ کامل سپردگی اور فرماں برداری کے ساتھ گردن ڈال دینا۔ اسلام کی یہ تعریف اگر کسی کے گلے اتر جائے تو اسے یہ ماننا پڑے گا کہ اصل دین صرف دینِ اسلام ہی ہے۔

ایک باپ اپنی اولاد سے، ایک آقا اپنے خادم سے یہی کچھ تو چاہتا ہے کہ اس کی اولاد اور اس کے خادم اس کی فرماں برداری کریں۔ پھر خدا سے یہ بدگمانی کیسے کی جا سکتی ہے کہ وہ ایسے دین بھی پسند کر سکتا ہے جو اس کی نافرمانی اور بغاوت کی بنیاد پر قائم ہوں۔

اسلام کے معنی گوشت کھا لینے اور لنگی باندھ لینے یا کچھ خاص باتیں اپنا لینے سے واضح نہیں ہو سکتے۔ اسلام کی حقیقت تو اس وقت منظرِ عام پر آتی ہے جب اس کے ماننے والے خدا کے ہر حکم پر اپنا سر جھکا دیں۔ اور یہی کچھ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے رب کے حکم پر کر دکھایا۔ اب اگر کسی کو یہ وہم ہو کہ کیا صرف ایک ہی دین دینِ حق ہو سکتا ہے اور دوسرے ادیان میں سچائی کا عنصر موجود نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آج روئے زمین پر جتنے مذاہب و ادیان ہیں وہ سب ملتِ ابراہیمی سے روگردانی کرنے کے بعد وجود میں آئے ہیں۔

یہی حال یہود کا بھی ہے۔ اسلام اور دینِ حنیف سے اجتماعی طور پر مرتد ہونے کے بعد انہیں جو دلچسپی اپنی یہودیت سے رہی وہ ملتِ ابراہیمی سے ہرگز نہیں رہی۔ اس ارتداد کے باوجود دین کی بعض باتیں باقی رہتی ہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سچائی اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

حق کی بعض باتیں تمام مذاہب میں آپ کو مل جائیں گی اور سچائی کی باتیں کسی مذہب میں پائے جانے کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ وہ خود ایک دین ہے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ جڑ سے یہ شاخیں جب الگ ہو گئیں تو جڑ کے اثرات شاخوں میں کسی حد تک باقی رہے اور یہ جوہر ان کا اپنا نہیں تھا بلکہ اصل دینِ حق کا تھا جس سے یہ طویل مدت ہوئی جدا ہو چکے تھے۔

وصیتِ یعقوبیؑ اور اسلام

اَمۡ کُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ یَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُۙ اِذۡ قَالَ لِبَنِیۡهِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِیۡؕ قَالُوۡا نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًاۚۖ وَّنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ ۝ (۲-البقرہ ۱۳۳)

"بھلا کیا تم اُس وقت موجود تھے. جب یعقوبؑ کو موت آئی اور انھوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم میرے بعد کس کی بندگی کروگے۔ وہ بولے ہم عبادت کریں گے آپ کے معبود کی جو آپ کے باپ ابراہیمؑ اسمٰعیل اور اسحاق سب کا معبود ہے۔ (بس اسی ایک واحد معبود کی) اور ہم سب اس کے مسلم بنے رہیں گے۔"

حضرت ابراہیمؑ اور یعقوبؑ کی مشترکہ وصیت کا بیان ابھی آپ پڑھ چکے ہیں یہاں خاص طور سے حضرت یعقوبؑ کی اس وصیت کا تذکرہ ہے جو آپؑ نے بستر مرگ پر اپنے تمام بیٹوں کو اکٹھا پاکر ارشاد فرمائی۔ اسلاف پرستی کے مرض میں گرفتار لوگوں سے خطاب کا نہایت ہی بہترین اور موثر اسلوب اختیار فرما کر ان آیات میں یہود سے دریافت کیا گیا کہ تم اس وقت موجود تھے، جب حضرت یعقوبؑ کو موت آئی۔ ظاہر ہے کہ یہ اندازِ بیان بزرگ زادوں کو چوکنا کرنے کے لئے ایک زبردست

toobaa-elibrary.blogspot.com

کان پھاڑ دینے والے دھماکے سے کم نہ تھا۔ نزولِ قرآن کے وقت کھری کھری بات ان کے سامنے رکھ دی گئی کہ تم اس وقت ہرگز موجود نہ تھے جب یعقوبؑ دنیا چھوڑ رہے تھے اور اپنے بیٹوں سے تجدیدِ معاہدہ کے طور پر سوال کر رہے تھے کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے۔ اس وقت حضرت یعقوبؑ کے تمام بیٹوں میں چوتھے بیٹے یہودہ بھی موجود تھے۔ اور سب کے سب خدائے واحد کی عبادت اور اسلام پر قائم رہنے کا وعدہ اپنے باپ سے کر چکے تھے۔ سچے بزرگ زادے اور اسلاف کے پیروکار ہو تو اسلام پر قائم رہو۔ غیر اسلام کو چھوڑو۔ یہودیت کی وصیت تمہارے باپ نے ہرگز نہ کی بلکہ تمہارے بزرگ نے اسلاف پر قائم رہنے کا وعدہ تمہارے اسلاف سے لیا تھا۔ وصیت کرتے وقت حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے ان کے پاس موجود تھے۔ توریت میں حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں کے نام اس طرح بتائے گئے ہیں:۔

"روبن[1]۔ شمعون[2]۔ لاوی[3]۔ یہودہ[4]۔ اشکار[5]۔ زبلون[6]۔
یوسف[7]۔ بن یامین[8]۔ دان[9]۔ نفتالی[10]۔ جد[11]۔ آشر[12]۔"

(پیدائش باب ۳۵۔ آیت ۲۴-۲۶)

یہاں ایک بات کا خلاصہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا ایک اور نام اسرائیل ہے۔ آنجناب کی شہرت اسی نام سے زیادہ ہوئی۔ قرآن پاک میں دونوں نام استعمال کئے گئے ہیں۔ توریت میں بھی اس کا خلاصہ یوں بیان ہوا ہے:۔

"اور خدا نے اس سے کہا۔ تیرا نام یعقوب ہے۔ تیرا نام آگے کو یعقوبؑ نہ کہلائے گا بلکہ تیرا نام اسرائیل ہوگا۔"

(پیدائش باب ۳۵۔ ایت ۱۰-۱۱)

مسیحؑ سے دو ہزار سال قبل کے اس واقعہ کا تذکرہ صاحبِ قرآن کی زبانِ مبارک سے دنیا کے لوگ جوں کا توں سُن رہے ہیں۔ یہ ایک بڑا اعجازِ محمدیؐ تو ہے ہی۔ ساتھ ہی ساتھ تاریخِ انسانی میں مذاہب کی اصل کا پتہ بھی لگ گیا کہ ہر مذہب اوّل تو اسلام ہی تھا بعد میں پھر اس کے ماننے والوں نے چاہے جو نام دے کر اس کی شکل میں پھیر بدل کر دیا ہو۔ اس کی جواب دہی خدا کے نبیوں پر نہیں۔ ان کا کام حق پیش کر دینا تھا۔ رہے وہ لوگ جو حق کی شکل کو بگاڑتے رہے۔ وہ خود بنی آدم میں ایک اسلام کو پھاڑ کر کئی کئی مذاہب کے موجد بنے وہی اصل مجرم ہیں کہ بنی آدم کو مختلف مذاہب میں تقسیم کرا کے لڑا دیا۔

قرآن کی تعلیم میں تمام انبیاء پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی اصل بھی یہی ہے کہ تمام انبیاء کا دین۔ دینِ اسلام تھا۔ بات ادھوری رہے گی اگر یہود کی کتب سے وصیتِ یعقوبی کو ثابت نہ کیا جائے۔ چنانچہ جیوش انسائیکلوپیڈیا جلد ۷ صفحہ ۲۴ پر یہ مضمون درج ہے:۔

"یعقوبؑ نے اپنی موت سے قبل اپنے بیٹوں کو تین احکام دیئے۔ (۱) بت پرستی نہ کرنا۔ (۲) خدائے تعالیٰ کی بے حرمتی نہ کرنا۔ (۳) میرے جنازے کو کوئی نافرمان

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہاتھ نہ لگائے۔"

اسی طرح قصصِ یہود جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ میں لکھا ہے :-

"یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ تم بت پرستی کی طرف جھکو گے۔ جواب میں سب بیٹوں نے عرض کیا کہ سُن اے اسرائیل ہمارے باپ! ہمارا خدا وہی خدائے لم یزل ہے جس طرح تیرا ایمان ایک خدا پر ہے، اسی طرح ہم سب کا ایمان ایک خدا پر ہے۔"

ردِّ شرک اور ملّتِ ابراہیمی

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (۲۔ البقرہ ۱۳۵)

"اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم یہودی ہو جاؤ یا نصرانی ہو جاؤ تب تم کو ہدایت نصیب ہو گی۔ آپ کہہ دیجئے کہ بلکہ صرف ملّتِ ابراہیمؑ پر چل کر ہدایت مل سکتی ہے اور ابراہیمؑ مشرک نہیں تھے۔"

یہاں اہلِ کتاب کی بیہودہ بکواس کا منہ توڑ جواب دیا گیا ہے کہ کہاں چلے ہو یہودیت اور نصرانیت کی دعوت دینے۔ اصل تو ملتِ ابراہیمیؑ ہے جس کی دعوت کے تم ایک زمانے میں علمبردار بھی رہے ہو۔ پھر اس وقت تو تم باوجود اہلِ کتاب ہونے کے بھی مشرکانہ عقائد میں الجھ چکے ہو۔ جبکہ ابراہیم علیہ السلام خالص توحید کے داعی تھے۔ اور آپ نے شرک سے ہمیشہ بیزاری کا اعلان کیا تھا۔

کیا یہودی اور کیا نصرانی۔ شرکیہ عقائد اور اعمال میں اپنے دین کو خلط ملط کر چکے ہیں۔ یوں کہنے کو اہلِ کتاب ہیں۔ باقی مشرکین کے عقائدِ باطلہ اور اہلِ کتاب کی روش میں زیادہ فرق نہ پہلے تھا اور نہ اب ہے۔ ان ظالموں نے اللہ کے بعض نبیوں کا انکار کیا تو یہاں تک کہ ان کو قتل بھی کر ڈالا۔ اور اگر بعض کو مانا بھی تو اس طرح غلو کیا کہ خدا کی ذات اور صفات میں انہیں شریک کر ڈالا۔ جیسے عزیر علیہ السلام۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو یہود نے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نصاریٰ نے۔

مشرکین مکہ بھی ختنہ اور حج کی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ کو اپنا بزرگ مانتے تھے۔ لیکن اللہ کی ذات وصفات میں اپنے خیالی معبودوں کی صورتیں بنا کر انہیں شریک بنایا۔ اسی لئے یہ تینوں فریق ملتِ ابراہیمیؑ سے قانونی طور پر خارج کر دیئے گئے۔ اوّل تا آخر صرف وہی لوگ ملتِ ابراہیمیؑ کے پیروکار تسلیم کیے گئے جو مشرک نہ ہوں۔ ملتِ ابراہیمیؑ کی تعمیرِ نو میں شرک کے بندھنوں سے جکڑی ہوئی تمام مذہبی اکائیوں کو آواز دی گئی کہ معمورۂ عالم میں پھر سے دینِ ابراہیمیؑ کی روشنی کا مینار کھڑا کریں اور اس کام میں سب مل جل کر تعاون کریں۔

صرف اسلام کے حق ہونے کی بنیادی وجہ

قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○

(۲- البقرہ - ۱۳۶ - ۱۳۷)

”مسلمانو! تم کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو نازل کیا گیا ہم پر اور جو نازل کیا گیا۔ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوب پر اور یعقوب کے پوتے، نواسے جو بھی حق بات لے کر آئے اور موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو جو کتابیں عطا ہوئیں۔ ان پر بھی ہم ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے عطا کیا گیا اسے بھی ہم مانتے ہیں۔ اور ہم کسی نبی میں فرق نہیں مانتے اور ہم سب اللہ کے فرمان کو ماننے والے ہیں اور مسلم ہیں۔ پھر اے مسلمانو اگر یہ بھی اسی طرح ایمان لائیں جیسا کہ تم ایمان رکھتے ہو تب ہی یہ ہدایت یافتہ ہوں گے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور اگر یہ لوگ اس سیدھی بات سے پھر جائیں تو سمجھ لو کہ یہ صرف مخالفت پر آمادہ ہیں تو اے نبی آپ کو ان سب کے مقابلے میں صرف اللہ کافی ہے۔ اور وہی خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔"

ظاہر میں اس آیت کریمہ پر لکھا جانے والا مضمون شاید کسی کو مشتعل کر دے لیکن اس عنوان کو ٹھنڈی قوتِ فیصلہ کے ساتھ پڑھا جائے تو ہر کسی پر یہ بات واضح ہو گی کہ اسلام کا دعویٰ برحق دین ہونے کا اپنے اندر کتنا وزن رکھتا ہے۔ اسلام نامی مذہب کوئی ایسا مذہب نہیں جس کی ابتداء کا کوئی سال، سن یا زمانہ بتایا جا سکتا ہو، بلکہ یہ وہ مذہب ہے کہ جس کی عمر ٹھیک اتنی ہی ہے، جتنی آدم علیہ السلام سے اب تک بنی آدم کی بنتی ہے۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو جو تعلیم دی۔ وہ آفاقی اور عالمگیر ہونے کے ساتھ ساتھ تمام بنی آدم کی ہدایت کے لئے بھیجے جانے والے خدا کے برگزیدہ اور پسندیدہ بندوں پر اور ان کی تعلیم پر ایمان لانے سے شروع ہوتی ہے۔ تمام انبیاء کے نام گنا دینے سے قرآن کی ضخامت اور پڑھنے والے کی مشکلات کا خیال رکھا گیا ہے۔ ورنہ خدا کے لئے کیا مشکل تھا کہ تمام انبیاء کے نام ہی قرآن میں نازل فرما دیتا لیکن ایک نہایت ہی مختصر اور جامع طریقہ بیان اختیار فرمایا گیا کہ اپنے ایمان کا اعلان کرتے وقت عالم انسانیت میں اس بات کا اقرار کرو کہ ہم ان تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی تعلیمات کو مانتے ہیں۔ جس کی نسبت کسی مشہور مذہب سے بحیثیت نبی ہونے کے کی گئی ہو۔ نزولِ قرآن کے وقت اور آج بھی مذاہب عالم میں یہود و نصاریٰ کا جو مقام ہے وہ ظاہر ہے، اسی لئے بیان اس طرح شروع ہوا کہ ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحاقؑ، و یعقوبؑ ہی نہیں بلکہ یعقوبؑ کے نواسے، پوتے

اور موسیٰؑ و عیسیٰؑ پھر تمام انبیاء جو خدا کی طرف سے بھیجے گئے سب پر ایمان لانے کا اقرار ہم کرتے ہیں۔ کسی کو اگر اسلام اور مسلمانوں کے اس دعوے سے ناراضی ہو تو وہ بھی اپنے ایمان کو اسی وسیع اور عالمگیر بنیاد میں بتا دے اور اللہ کے تمام ان بندوں پر جو اللہ نے عالمِ انسانیت کی ہدایت کے لئے بھیجے۔ ان پر اور ان کی تعلیمات پر ایمان کا مدعی ہو کر دکھا دے تو ہمیں خوشی ہو گی کہ ایسے منصف اور عادل شخص کے ہاتھ ہم بیعت کر لیں اسلام اور غیر اسلام کا پھر سوال بھی باقی نہیں رہتا۔

دینِ اسلام اگر کسی ایک شخصیت کو تسلیم کرتا اور باقی کو رد کر دیتا تب تو تعصب کی ایک وجہ بتائی جا سکتی تھی لیکن یہاں تو معاملہ ہی اور ہے کہ نہ صرف اِس نبیؐ اور اِس قرآن پر ایمان لانے کی بات ہے۔ بلکہ تمام نبیوں اور تمام کتابوں کو تسلیم کرنے کا اعلان ہے۔ یہاں تو مسلمان ہو کر موسیٰ علیہ السلام اور توریت کو نہ مانیں تو مسلمانی باقی نہیں رہتی اور عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کریں تو کفر و الحاد کا حکم لگ جاتا ہے۔ بلکہ دو قدم آگے ایمان کے اقرار میں تمام انبیاء میں کسی ایک کو بھی دوسرے کے مقابل فریق نہیں بنایا جا سکتا اور نہ خدا کے نبیوں میں تفریق کی جا سکتی ہے۔ کوئی ہمیں بتائے کہ آخر اس دعوے میں کمزوری کہاں ہے۔ پھر یہ بھی سمجھ لو کہ ایمان کا نمونہ ان مسلمانوں کو بتایا گیا جو حضور سید المرسلین کے دور کے مسلمان تھے۔ قرآن کے اوّلین مخاطب اور سب سے پہلے ایمان لانے والے لوگ تھے۔ ان کا ایمان مثال کے طور پر پیش کیا گیا۔ کہ ایسا ایمان اور اس نمونہ کا ایمان سامنے رکھ کر ایمان لائے

toobaa-elibrary.blogspot.com

تب قبول ہو اور شخصِ متعلق ہدایت یافتہ ہو۔ کسی عیسائی کو یا کسی موسائی کو غصہ اس وقت آنا چاہیئے تھا جب موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کا انکار کیا گیا ہو۔ یہاں تو ان پر بھی اور ان کی تعلیم پر بھی ایمان لانے کا حکم ہے پھر کوئی ناک بھوں چڑھائے تو کیوں۔

اسی طرح جو لوگ شرک کی بھول بھلیوں میں بھٹک کر یہ تک نہیں بتا سکے کہ کس دور میں ان کا کونسا نبی اور کونسی کتاب تھی جس پر ایمان لاتے کس بنیاد پر ان کا مذہب کھڑا ہے۔ ایسے لوگوں سے بھی اتفاق و اتحاد میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تمام نبیوں پر ہمارا ایمان ہے۔ چاہے ہم انہیں نام اور کتاب کے لحاظ سے جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔ تب ایسے راہ بھولے لوگوں کو بھی ناراض ہونے کی وجہ نہیں رہی کہ ہم تو ان کے بھی بھولے بسرے نبیوں، رسولوں اور کتابوں کو مانتے ہیں۔

قرآن میں ایک جگہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ فرمایا گیا ہے۔ یعنی اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ اس فرمانِ الٰہی کی روشنی میں اگر کوئی سوچ بچار کرے تو اسے ماننا پڑے گا کہ قومی، وطنی، نسلی و مذہبی تعصب کے مقابلے میں قرآن نے تمام بنی آدم کو ایک ہی امت میں سمو دینے والا دین، دینِ اسلام کو بتایا ہے۔ اب اگر اسلام بھی علاقائی اور نسلی حق کو مانتا ہو اور زمان و مکان کی قیود کی پابندی میں جکڑا ہوا ہو تو یہ دعویٰ کرنے کا بے شک اسے حق نہیں رہے گا کہ وہی صرف دینِ حق ہو سکتا ہے۔ لیکن سچائی کی تمام قدروں کو تسلیم کرنا اور تمام انبیاء و تمام کتبِ آسمانی پر ایمان لانا،

حتیٰ کہ اللہ کے جس دین کے بنیادی عقائد میں کچھ رسولوں کو نہ ماننا پکے کافروں کی علامت قرار دی گئی ہے اگر وہ دین بھی پوری عالمِ انسانیت کا دین نہ ہوا تو کیا آدم کے گھرانے کو منتشر کرنے والے کسی طریقہ، زندگی کو پوری آدمیت کا دین قرار دیا جا سکتا ہے۔

لاجواب دلیل

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ (۲۔ البقرہ ۱۴۰)

"کیا تم یہ بات کہنے کی جرائت کر سکتے ہو کہ ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحاقؑ و یعقوبؑ اور ان کی اولاد یہودی یا نصرانی تھے؟ اے نبیؐ! آپ فرما دیجئے کہ بھلا تم کو زیادہ علم ہے یا اللہ کو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو خدا واسطے کی گواہی کو جو اس کے پاس امانت ہو اسے چھپا ڈالے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں۔"

یہودی اور نصرانی علمائے دین اپنے مذہب کا تعلق و نسبت ان بزرگوں سے بتا کر عوام میں اپنی جعلی درویشی قائم کئے ہوئے تھے۔ قرآن نے ایک "لاجواب" دلیل سے یہ ثابت کر دیا کہ ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ و یعقوبؑ اور ان کی اولاد میں سے کوئی ایک بھی یہودی یا نصرانی مذہب رکھتا ہو تو دعویٰ پیش کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ احمقانہ مذہبی تصورات کے حامل بھی ہٹ دھرمی سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ حضرات یہودی یا نصرانی تھے۔ پھر عقل کے معمولی تقاضوں کو

بالائے طاق رکھ کر وقت کے علمائے یہود و نصاریٰ یہ دعوے کر بیٹھتے تو حجازی عوام تو ان کے منہ پر تھوک ہی دیتے اور تاریخ کے صفحات میں آج ان علماء کی تصویر سرکس کے جوکروں جیسی ہو جاتی۔ شاید اسی لئے بے چارے اتنی ہمت نہ دکھا سکے اور خاموش رہے۔ ورنہ جھوٹ موٹ دعویٰ کرنے میں لگتا ہی کیا تھا۔ خوش قسمت ہیں آج کے یہود و نصاریٰ کہ ان کے سلف نے کم از کم یہاں تو سمجھداری کا ثبوت دیا۔ ورنہ تاریخ کا ہر طالبِ علم اس حرکت پر ان کی عقل کا ناپ تول کر کے اچھی طرح خبر لیتا۔

اَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ "تم کو زیادہ علم ہے یا اللہ کو۔"

اس غضبناک لہجے کا جواب آج تک کوئی نہ دے سکا اور نہ قیامت تک اس قولِ فیصل کو جھٹلانے کی کوئی جرائت کر سکتا ہے کہ مذکورہ انبیاء علیہم السلام صرف اسلام کے داعی تھے۔ یہودیت اور نصرانیت سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا اچھا ہو ہم مسلمان بھی اس آیۂ کریمہ سے کچھ سبق لیں۔ ہم میں بھی فرقوں اور ٹولیوں کی کمی نہیں۔ ہمارے بعض ناپختہ رہنما اپنے مکتبۂ فکر (SCHOOL OF THOUGHT) کو مسائل کے اختلافی حدود سے آگے بڑھا کر مذہبی جتھا بندی کی شکل دیتے ہیں پھر سلف صالحین میں سے بعض مقدس ہستیوں کو اپنی جتھا بندی کا امام اوّل بتا کر صرف اپنے جتھے کو ناجی اور ہدایت یافتہ ثابت کرتے ہیں۔ بے چارے عوام کو اتنی عقل کہاں کہ بغیر بتائے وہ کچھ فیصلہ کر سکیں۔ البتہ جہاں جہاں عوام کو یہ معلوم ہوا ہے کہ خدا کے پاکباز بندوں کا نام لے کر انہیں بے وقوف بنایا گیا ہے۔ وہاں ان ناپختہ رہنماؤں کے چہروں سے نقاب

toobaa-elibrary.blogspot.com

اُٹھ گیا ہے۔

آج ہم میں بھی وہابی، دیو بندی، بریلوی، سنّی، شیعہ، اہلِ حدیث وغیرہ گروہ یہ دعویٰ تو ہرگز نہیں کرتے کہ ایسے ہی نام دھاری ہمارے اسلاف تھے بلکہ ہر ایک کو یہ ماننا ہی پڑے گا کہ یہ نام بس نام ہیں۔ نام کی حد تک تو ان جماعتوں سے اختلاف کرنا مشکل ہے۔ البتہ جڑ بنیاد کے لحاظ سے کوئی بھی یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ صاحبِ قرآن سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی اور تمام سلف صالحین اسلام اور ایمان کے سوا کسی اور نام کو پوری امت کے لئے پسند کر سکتے تھے۔

بس ہم بھی تعارف اور مکتبۂ فکر کی حد تک تو ان جماعتوں اور جتھوں کو تسلیم کر سکتے ہیں۔ لیکن مستقل مذاہب کی حیثیت سے ان ناموں کو دین کی اصل ہرگز نہیں قرار دیا جا سکتا۔ جس کے تسلیم کرنے کے بعد دوسرے مکتبۂ فکر کو دین سے خارج قرار دینا لازم آتا ہو۔

اختلاف آراء کی کالی گھٹاؤں کو بارانِ رحمت کے نزول کا سبب ہونا چاہیئے نا کہ ظہورِ ظلمت کا۔

اگلا گرا پچھلا ہوشیار

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَةٍۢ بَیِّنَةٍ ؕ وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ○ (۲۔ البقرہ ۲۱۱)

"آپ بنی اسرائیل سے پوچھ لیجئے کہ انہیں ہم کتنے کھلے کھلے نشانات دکھا چکے ہیں، پھر یہ بھی ان سے پوچھو کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت پانے کے بعد جو قوم اسے بدل ڈالتی ہے۔ اسے اللہ نے سزا بھی کتنی سخت دی ہے۔"

دنیا میں سب سے زیادہ طویل مدت تک قومی لحاظ سے اگر کسی کو نوازا گیا تو وہ بنی اسرائیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مسلسل انعامات اس قوم کو حاصل رہے لیکن جب اس قوم نے خدا کی نعمت کی ناشکری کی تو تمام بنی آدم کے لئے نمونۂ عبرت بھی اسی قوم کو بنا دیا گیا۔

امتِ وسط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں دنیا کی امامت کے لئے تیار ہو رہی تھی اسے روزِ اوّل سے ہی بتا دیا گیا کہ اس نعمتِ عظمیٰ کی ناقدری کرنے سے بچے رہنا اور اللہ کی طرف سے راہِ ہدایت ملنے کے بعد یہود کی طرح تم بھی اپنے اصل دین کو مسخ نہ کرنا۔ ورنہ یاد رکھنا تمہارے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ اپنے بگاڑ کا تجربہ یہود سے زیادہ کسی کو نہیں اور خدا کی مار کا ذائقہ بھی سب سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

زیادہ انھوں نے چکھا ہے، اس لئے مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ ان اندھیری وادیوں میں نہ بھٹکنا جہاں یہود بے چراغ ہو چکے تھے۔ ورنہ انجام بھی کچھ اسی طرح کا ہوگا جو یہود کا ہو چکا ہے۔ اس تنبیہ کو پڑھ لیجئے اور اپنی سابقہ دینی و دنیوی عروج و عزت پر نگاہ ڈالئے۔

مسلمانوں کو چھوٹے ہوئے آثارِ قدیمہ کے نقوش یہی کچھ ہیں بتائیں گے کہ پہلے ہم کیا تھے اور اب کیا ہیں۔ اُمم سابقہ کے واقعات قرآن مجید میں اسی لئے بیان کئے گئے ہیں کہ ہم اپنی حالت پر غور کریں۔ اگلے گرے ہیں تو پچھلوں کو ان کی غلطیاں دیکھ کر اور ان کے واقعات سے سبق لے کر ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔

یہود کا ایک تاریخی واقعہ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی م
اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ
قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ
قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ
دِیَارِنَا وَاَبْنَآىِٕنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا
قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ○ (۲۔ البقرہ ۲۴۶)

"کیا تم نے موسیٰؑ کے بعد سردارانِ بنی اسرائیل کے حال پر غور نہیں کیا۔ جب انھوں نے اپنے نبی سے درخواست کی کہ ہمارے لئے بادشاہ کا تقرر کر دیجئے۔ تاکہ ہم فی سبیل اللہ جنگ کریں۔ نبی نے فرمایا کہ ایسا تو نہیں ہوگا کہ تم کو جنگ کا حکم دیا جائے۔ اور تم مکر جاؤ۔ سردارانِ بنی اسرائیل کہنے لگے یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ ہم کو گھر سے نکال دیا گیا اور ہم اپنی اولاد سے جدا کر دیئے گئے۔ پھر جب انہیں جنگ کا حکم ہوا تو تھوڑے لوگوں کے سوا باقی سب اس وعدے سے پھر گئے۔ اور اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک ایک ظالم کو خوب جانتا ہے۔"

اس واقعہ کی بائبل میں جو تفصیل بیان کی گئی ہے وہ اس قدر طویل

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں کہ کئی صفحات بھی ناکافی ہوں اس لئے اہلِ علم کے لئے اشارتاً عرض کریں گے کہ مزید تحقیق کے لئے بائبل کی کتاب سموئیل حصہ اوّل باب ۸ تا ۱۲ دیکھ لیں البتہ بیان شدہ واقعہ قرآن و بائبل کی روشنی میں کچھ اس طرح معلوم ہوتا ہے۔

سیدنا مسیح علیہ السلام سے گیارہ سو سال قبل کا یہ واقعہ ہے حضرت موسیٰ ؑ کے بعد کچھ عرصے تک تو بنی اسرائیل کا دینی اور دنیوی بندوبست اچھا رہا۔ لیکن جب ان کی نیت میں فساد آیا۔ تو جالوت نام کا بادشاہ ان پر چڑھ آیا۔ اور قومی و ملی طور پر انہیں منتشر کر دیا۔ نہ صرف ان سے فلسطین کے بہت سے مقامات چھین لئے۔ بلکہ بنی اسرائیل کو گھر سے بے گھر کر دیا۔ اور ان کے بال بچوں کو بے عزتی کے ساتھ اپنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا۔ اور عہد کا صندوق بھی چھین کر لے گیا۔ بنی اسرائیل کو اس وقت دینِ اسلام پر پھر سے قائم کرنے اور انہیں ایک صالح جماعت بنا ڈالنے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے حضرت سموئیل علیہ السلام کو عطا کی۔

یوں تو بہت پہلے سے حضرت سموئیل علیہ السلام بنی اسرائیل کو ان کی بے راہ روی پر روک ٹوک کرتے چلے آ رہے تھے لیکن حضرت سموئیل ؑ کی تنبیہ سے ایک عرصے تک یہ خبردار نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے زیردست عمالقہ ہی کو ان پر مسلط کر دیا۔ اور زبردست قوم جب حاکموں پر چڑھ دوڑتی ہے تو بڑا تکلیف دہ انقلاب ہر زمانہ میں آجاتا ہے۔ یہی حال بنی اسرائیل کا اس دور میں ہوا۔ اور اب وہ جالوت بادشاہ کے مضبوط حصار میں آزادی کے لئے تڑپ رہے تھے۔ اسی جالوت کے دورِ اقتدار میں بنی اسرائیل کے اہل الرائے شام کے کوہستانی علاقوں میں جمع ہو کر وقت کے نبی سے درخواست کرتے ہیں کہ انہیں متحد کر کے دشمنوں سے جنگ

کرنے کے لئے ایک بادشاہ کا تقرر کر دیجیے اس وقت کے اسرائیلی گروہ کی بداعمالی و بزدلی نیز ان کے دینی انحطاط کا حضرت سموئیل ؑ کو طویل تجربہ پہلے سے تھا اس لئے اسرائیلی سرداروں سے آپ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم لڑائی جاری نہ رکھ سکو گے اور یہ جوش بس کچھ دنوں میں سرد پڑ جائے گا۔ قوم یہود کے چودھریوں کو حکم شرعی اور احکاماتِ نبوی کی خاطر لڑنا ہی نہیں تھا وہ تو صرف اپنے گھر بار اور عزت و آبرو کی حفاظت اور سابقہ رنجش کا بدلہ اپنے دشمنوں سے لینا چاہتے تھے اسی لئے دلیل میں کہہ گئے کہ گھر سے بے گھر ہوئے بیوی بچوں سے جدا ہوئے۔ پھر بھی ہم ایک امام کی قیادت ملنے کے بعد بزدلی کیسے دکھا سکتے ہیں؟ پھر ہمارے جینے کا مقصد ہی کیا رہے گا۔ حضرت سموئیل علیہ السلام نے ان کی اس دلیل کو تسلیم فرمایا۔ اور ان پر بحکم الٰہی ان ہی میں سے ایک کو بادشاہ مقرر کر دیا (جس کا تذکرہ آگے آئے گا۔) لیکن سموئیل علیہ السلام کا اندیشہ صحیح ثابت ہوا۔ اور دشمنوں کے مقابلے میں یہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ کمزوروں پر ظلم کرنا آسان ہے۔ ظالموں سے پنجہ آزمائی کرنا مشکل ہی ہوتا ہے۔ اس میں قومی لحاظ سے بڑا کلیجہ درکار ہے بلکہ زیادہ صحیح تو یہ ہے کہ آدمی کو بے کلیجہ ہونا چاہیئے۔ تب ہی جا کر ظالم کا ظلم ٹوٹتا ہے۔ تعداد چاہے کم ہو یا زیادہ مگر دلیری اور عالی ہمتی چاہیئے۔ مگر یہ کیسی بدنصیبی ہے ہماری کہ ہم مسلمان اِس وقت شکست کھا گئے ایک ایسی قوم سے جو حیاتِ دنیا کی حریص اور دنیا کی سب سے زیادہ بزدل قوم ہے۔ ان کی تاریخ خود ان کی بزدلی کے افسانے سناتی ہے اور ان کا منہ چڑاتی ہے اور ہماری تاریخ اپنی بہادری اور عالی ہمتی میں اپنی مثال آپ ہے۔ مگر یہود نے ہمارے منہ پر طمانچہ مار کر یہ ثابت کر دیا کہ بزدل بھی تمہیں شکست دے سکتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

برسوں ہو گئے تمہیں بھی تمہارے علمائے دین یہی کہتے چلے آرہے ہیں کہ دینی لحاظ سے تمہارا مقام بہت نیچا ہو رہا ہے۔ سنبھل جاؤ ورنہ کچھ ایسی بات بھی ہو سکتی ہے جس کی تاریخِ اسلام میں مثال بھی نہ مل سکے۔

مولانا علی میاں مدظلہ العالی کی تقریریں آج سے برسوں قبل دیارِ عرب میں سنی اور پڑھی گئیں وہ اس بات پر گواہ ہیں کہ اس عالم دین نے اپنے نیم الہامی خطبوں میں عربوں سے وہی کچھ کہا تھا جو حضرت سموئیلؑ آج سے تین ہزار سال قبل اپنی قوم سے ارشاد فرما چکے تھے۔ سچ ہے حضورؐ کا قول کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ (میری امت کے علماء ایسے ہوں گے جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء)

تابوت سکینہ

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

(۲۔ البقرہ ۲۴۷-۲۴۸)

"اور ان کے نبی (سموئیلؑ) نے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ تب یہودی سردار کہنے لگے کہ طالوت ہم پر حاکم کیسے ہو سکتا ہے۔ اس سے زیادہ مستحق تو ہم ہیں جبکہ طالوت کی مالی حالت بھی ٹھیک نہیں۔ نبی نے ارشاد فرمایا۔ بس اللہ نے تم پر اسی کا انتخاب کر دیا ہے۔ علم و جسم میں اللہ نے اُسے کشادگی عطا کی ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اقتدار عطا فرماتا ہے۔ اللہ ہی بڑی وسعت

toobaa-elibrary.blogspot.com

والا خوب علم رکھتا ہے۔ اور ان کے نبی نے یہ بھی فرمایا کہ طالوت کی سلطنت قائم ہونے کا غیبی نشان یہ ہوگا کہ تمہارا وہ صندوق تمہیں پھر واپس ملے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے تسلی ہوگی اور آلِ موسیٰؑ اور آلِ ہارونؑ کے چھوڑے ہوئے تبرکات اِس صندوق میں ہوں گے فرشتے اِس صندوق کو اٹھالائیں گے۔ اگر تم ایمان والے ہو تو یہ نشان تمہارے لئے کافی ہے۔"

اسرائیلی قومی سرداروں نے جالوت سے جنگ کرنے کے لئے ایک بادشاہ کے تقرر کی درخواست حضرت سموئیل علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی وہ یہ سمجھے کہ ہم میں سے کسی کو اگر یہ منصب مل جائے تو مفت میں دولتِ اسرائیل کے بادشاہ بننے کا موقع ہاتھ آئے، لیکن ہوا کچھ اور یعنی حضرت سموئیلؑ نے اس مہاجر گروہ پر سردار ہونے کا اعلانِ خداوندی ایسے شخص کے لئے کر دیا جو پہلی صف کے لوگوں میں نہیں بلکہ یہود کے سب سے چھوٹے قبیلے بن یامین کا ایک غریب آدمی طالوت نامی تھا۔ یہودی سردار بھنک گئے اور نبی کے فیصلہ پر نکتہ چینی کرنے لگے۔ گویا ان کے نزدیک سرداری کے لئے علم و لیاقت جسمانی ڈیل ڈول کے مقابل مہاجنی اور ساہوکاری صفت زیادہ اہم تھی۔ اس بیان سے ہمارا یہ اندازہ صحیح ثابت ہوا کہ یہود کی قیادت ہمیشہ ظالم ساہوکار اور سود خور مہاجن کرتے رہے ہیں۔ دنیا کو یاد رکھنا چاہیئے کہ موجودہ حکومتِ اسرائیل کے تمام اعلیٰ حکام یورپ کے سرمایہ دار اور کمینہ صفت یورپی سیاست کے مہرے ہیں۔ دین و مذہب کے ماننے والے ان کے قائد پہلے بھی بہت کم تھے اور آج بھی علم و لیاقت کے مقابلے میں مالی وسعت ہی کو قیادت کے لئے وجہِ فضیلت

بنا دینے والی یہ قوم اپنی نظیر آپ ہے بہر حال قیادت کے اختلاف کا حل وقت کے نبی نے ایک غیبی نشان کی دستیابی کی پیش خبری سے کر دیا۔ یہ قصہ یوں ہے کہ بنی اسرائیل اپنے زمانۂ عروج میں ایک صندوق سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ جس میں توریت کی تختیاں، منّ کا نمونہ، توریت کا اصل نسخہ، جو حضرت موسیٰؑ نے اپنے دورِ نبوت میں لکھوا کر بنی اسرائیل کو دیا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کا عصا اور آپؑ کا عمامہ اور اسی طرح کی دیگر متبرک چیزیں اس صندوق میں تھیں۔ اس صندوق کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہو چکا تھا کہ جب تک یہ صندوق ان کے پاس ہے عروج و اقتدار قائم رہے گا لیکن شرکیہ عقائد اور فاسد اعمال میں جب کوئی قوم گرفتار ہوتی ہے تو بزرگوں کے تبرکات سے ان کا بچاؤ کبھی نہیں ہوا۔ ہاں البتہ جو صالح لوگ ہیں ان کی نیکی اور ایمان میں اور دین و دنیا کی کامیابی میں یہ تبرکات ضرور سببِ رحمت بنے رہتے ہیں۔ مگر کسی بھی زمانہ کی داعیٔ توحید قوم جب مشرک ہو جاتی ہے تو بذاتِ خود بزرگوں کی موجودگی بھی انہیں نفع نہیں دیتی تو بزرگوں کے تبرکات انہیں کب بچا سکتے تھے بلکہ قانونِ الٰہی تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے بدکاروں سے خدا کے صالح بندوں کے مقدس نشانات چھین لئے جائیں تاکہ خیر و برکت کی ان کی ساری آس ٹوٹ کر رہے۔

حضرت سموئیلؑ کے فیصلے پر سردارانِ بنی اسرائیل کے اعتراض کے بعد حالات کچھ ایسے بگڑ گئے کہ شاید حضرت سموئیلؑ کی وقعت بھی اسرائیلی سرداروں اور عوام کی نظروں میں کم ہو جاتی مگر اللہ تعالیٰ نے بروقت ایک ایسا غیبی نشان مقرر کر دیا جس کی وجہ سے تین کام ایک ساتھ درست ہو گئے۔ ایک تو طالوت کی قیادت

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا اختلاف دور ہوگیا اور تمام لوگ ان کو بادشاہ ماننے پر قدرتی طور پر رضامند ہوگئے۔ دوسرے تابوتِ سکینہ بنی اسرائیل کو واپس ملا۔ جو ان کی توبہ قبول ہونے کی علامت تھا۔ تیسری بات یہ ہوئی کہ بنی اسرائیل کے سردار اور قوم کے چودھری وقت کے پیغمبر کی نافرمانی سے بچ گئے ورنہ ان کے حکم کو نہ ماننے پر انہیں اور بھی آفاتِ سماوی وارضی سے دوچار ہوکر برباد ہونا پڑتا۔ اب رہا یہ معاملہ کہ تابوتِ سکینہ کو بنی اسرائیل کے دشمن جب لے گئے تھے تو واپس کیونکر ہوگیا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ادھر اللہ کے نبی کے فرمان پر بنی اسرائیل مجتمع ہوئے اور اُدھر اللہ تعالیٰ نے تابوتِ سکینہ کے غاصبوں پر وبا بھیجی۔ یہ لوگ اس قدر پریشان ہوئے کہ بیل گاڑی پر لاد کر اس صندوق کو بنی اسرائیل کی پناہ گیر چھاؤنیوں کی طرف ہانک دیا۔ خدا نے اس صندوق کو فرشتوں کی نگرانی میں حضرت طالوت کے خیمہ کے عین سامنے لا کھڑا کیا۔

اطاعت و ایمان باللہ کی طاقت

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو اللّٰهِ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ○

(۲۔ البقرہ ۲۴۹)

”پھر جب طالوت فوجوں کو لے کر آگے بڑھے۔ تو فرمایا اللہ تمہارا امتحان ایک نہر کے ذریعے لینا چاہتا ہے۔ جو کوئی بھی اس میں سے پانی پیئے گا وہ میرا ساتھی نہیں۔ جو کوئی بھی اسے نہ چکھے گا بس وہی میرا ساتھی رہے گا۔ ہاں مگر کوئی اگر چاہے تو صرف اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھرے۔ لیکن تھوڑے سے لوگوں کے سوا سب نے سیراب ہوکر اس نہر کا پانی پی لیا۔ پھر جب طالوت اور ان کے ایمان والے ساتھی نہر کے پار ہوئے تو کچھ لوگ بولے کہ آج تو ہم میں طاقت نہیں کہ جالوت

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور اس کے لشکر کا مقابلہ کر سکیں مگر جن لوگوں کو یقین تھا کہ وہ اللہ کے حضور پیش ہوں گے۔ کہنے لگے کہ کتنی چھوٹی چھوٹی جماعتیں اللہ کے حکم سے بڑی بڑی فوجوں پر غالب آچکی ہیں اور اللہ تو صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

طالوت کے بادشاہ مقرر ہوتے ہی جالوت کے مقابلے میں بنی اسرائیل کا قافلہ فوجی شکل میں روانہ ہوا۔ گھر بار کی خلاصی اور حبِ وطن کے جوش میں کثیر آبادی طالوت کے ساتھ اس فوجی مہم پر روانہ ہوئی۔ لیکن وقت پر یہ لوگ اپنے قائد کی اطاعت میں منضبط اور مربوط رہیں گے یا نہیں، اس کی ظاہری دلیل کچھ بھی نہیں تھی۔ حضرت طالوت نے ایک ندی کو پار کرتے وقت انہیں تولنا چاہا کہ سالارِ قافلہ کے ساتھ تھوڑی دیر کی پیاس کو برداشت کرنے کے لئے اطاعتِ امیر پر قائم رہتے ہیں یا نہیں اس لئے فرمایا کہ میرے ساتھ صرف وہی چلے گا جو اس نہر کا پانی نہ پیئے۔ مگر بہت ہی زیادہ مجبوری ہو تو صرف اتنی اجازت ہے کہ چلو بھر پی لے۔ مگر اطاعتِ امیر میں سوا چند لوگوں کے باقی سب کے سب ناکام ثابت ہوئے۔ ناکارہ قیادت عوام کی کثرت پر گلا پھاڑ کر دشمن کے مقابلہ میں خوب شور مچاتی ہے۔ لیکن بیدار مغز قیادت اپنے ساتھیوں کا ڈسپلن اور اطاعت خوب اچھی طرح سے ناپ تول کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھتی ہے، تعداد چاہے بہت ہو اور اطاعت امیر نہ ہو تو کثیر التعداد گروہ کا جنگ میں ناکام ہونا یقینی ہے۔ اس کے بالمقابل تعداد چاہے قلیل ہی کیوں نہ ہو اطاعتِ امیر اس عددی قلت کو فتح کی منزل تک پہنچا دیتی ہے۔ مگر ایمان باللہ تو یہاں بھی ایک بنیادی شرط ہو گا۔ یہ شرط اگر کوئی گروہ پوری کرے تو

اللہ کی نصرت اس کے ساتھ ہو گی ورنہ نہیں۔ ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں عربوں کی شکست کے اسباب پر قرآن کی روشنی میں غور کرنے سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ عربوں کی قیادت ایک طرف ناکارہ تھی تو دوسری طرف فوج و عوام اطاعت و ڈسپلن میں منضبط نہیں تھی۔ رہا ایمان باللہ، تو سرے سے میدانِ جنگ میں اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی گئی۔

معرکہ آرائی سے قبل صحیح الدماغ قائد کا یہ کام ہے کہ اپنی صفوں میں اطاعت کا خوب اچھی طرح صحیح صحیح اندازہ کرلے۔

حضرت طالوت نے وقتی طور پر ایک نہایت ہی لطیف تدبیر سے اپنی فوج کا امتحان لے کر حقیقت کو معلوم کرلیا کہ نعرے بازی اور وقتی ہنگامہ آرائی میں دم خم کتنا ہے۔ کسی کو اگر یہ وسوسہ ہو کہ پانی پی لینے پر پابندی لگانا شرعی اعتبار سے کیسا ہے۔ خدا کی حلال کی ہوئی چیز کو منع کرنے پر بھی کیا اطاعتِ امیر لازم آتی ہے۔ جبکہ شریعتِ اسلامی میں کسی جائز چیز کو حرام کرنا بھی ایک جرم قرار دیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت طالوت نے ہمیشہ کے لئے پانی کی پابندی نہیں لگائی تھی۔ بلکہ صرف وقتی طور پر جو نہر پار کرنے کے بعد ختم ہو جاتی صرف یہ دیکھنا تھا کہ اطاعتِ امیر کا میری فوج میں جذبہ کتنا ہے۔ باقی بنی اسرائیل پیاس سے چند گھنٹوں میں مرنے والے نہیں تھے جبکہ سالارِ قافلہ حضرت طالوت نے خود بھی اس پانی کا مطلق استعمال اس وقت نہیں کیا تھا۔ پھر قائد و سپہ سالار جب پیاس کی برداشت کر رہا ہو تو جماعت کو یہ حق کہاں سے ہو گا کہ خود سیراب ہو جائے۔

امتحان کے بعد جو لوگ کامیاب ہوئے۔ ان کی تعداد توریت کی کتاب

toobaa-elibrary.blogspot.com

سموئیل حصہ اول باب ۱۳ آیت ۱۶ کے مطابق صرف چھ سو[۶۰۰] تھی جبکہ اپنی جگہ سے دشمن پر ہلا بولنے کے لئے چل پڑنے والوں کی تعداد ہزاروں تھی مگر کیا شانِ خداوندی ہے کہ تعداد بھلے چھ سو کی ہو مگر ڈسپلن ایمان اور لقاء اللہ کی تڑپ نے جالوت کے آہن پوش لشکر کا کس بل نکال دیا۔ اور کامیاب وہی ہوئے جو تعداد میں بہت تھوڑے ہی تھے۔

ہمارے عرب بھائی اگر غور کریں تو ان کو طالوت کے اس واقعہ سے بڑی عبرت حاصل ہو گی کہ ایمان و یقین اعتمادِ علی اللہ اور ضبط نفس اگر حاصل ہو تو تھوڑے سے آدمی بھی كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً کے مصداق بن جاتے ہیں۔

اسلامی آدابِ جنگ

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا
وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ○ فَهَزَ
مُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ
الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ
النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ
ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ○ (۲-البقرۃ ۲۵۰-۲۵۱)

"یہ لوگ جب جالوت اور اس کے لشکر کے مقابل صف آرا ہوئے تو دعا کرنے لگے کہ ہمارے رب ہم پر صبر ڈال دے اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور منکروں کے مقابلے میں ہماری بس تو ہی مدد فرما دے۔ پھر انھوں نے اللہ کے حکم سے اپنے دشمنوں کو مار بھگایا۔ اور داؤد نے جالوت کو قتل کر ڈالا۔ اللہ نے داؤد کو سلطنت اور دانائی عطا کی اور جو کچھ چاہا انہیں سکھا دیا۔ اگر اس طرح اللہ تعالیٰ انسانوں میں بعض کو بعض کے ذریعے ہٹاتا نہ رہتا تو زمین فساد سے بھر جاتی۔ لیکن دفعِ فساد میں اللہ کا یہ انتظام اہلِ علم کے لئے ایک بہت بڑا فضل ہے۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

لڑائی کے میدان میں اہلِ ایمان بنی اسرائیل جب اترے ہیں تو انہیں دشمن کی کثرتِ تعداد کا خوب اندازہ تھا مگر دوسری طرف اپنے رب کے آگے ہاتھ پھیلا کر اپنی کمزوری کا رونا ناصرِ حقیقی کے حضور رونے لگے کہ ثابت قدم رکھیو ہمارے پاؤں نہ اکھڑ جائیں۔ تیری مدد اور نصرت آج ہمیں درکار ہے۔ ورنہ ہماری شکست میں اب دیر ہی کتنی ہے۔ مگر جب تو ہمارا حامی و ناصر ہے تو ہمیں فتح حاصل کرنے میں بھی کچھ دیر نہیں لگے گی۔ یہ دعا تھی بنی اسرائیل کے اہلِ ایمان کی جب وہ مومن اور مسلم تھے۔ سبحان اللہ! خدا کا دین بھی کیا خوب ہے، آج وہی یہود ہمارے سخت دشمن ہیں مگر ہم ان کے سلف کو اپنا سلف مان کر ان کے صبر و ایمان اور تعلق باللہ نیز اسلامی آدابِ جنگ کو اپنے لئے ایک نمونہ پا رہے ہیں۔

آج مسلمانِ عرب جنگ میں یہود سے ہار گئے۔ اس کی وجہ آج کے یہود کا ایمان نہیں بلکہ ہماری بداعمالی اور ایمان و تعلق باللہ سے غفلت رہی ہے، یہود کے مقابلے میں ۱۹۶۷ء کی جنگ میں ایمان صبر ڈسپلن اور تعلق باللہ نہیں اتارا گیا تھا۔ کھوکھلی نعرے بازی لے کر خدا کی نصرت سے غافل قیادت، اسلامی آدابِ جنگ سے ناواقف فوجیں، محض اُدھار لئے ہتھیاروں پر بھروسہ کر کے میدانِ جنگ میں پھٹا بانس پیٹ رہی تھیں فتح و نصرت کے حاصل کرنے کے اسلام کے اپنے طور طریقے ہیں۔ دورِ سموئیل اور طالوت کے زمانے میں جب ان طریقوں پر اہلِ ایمان چلے ہیں تو باوجود چھ سو کی قلیل تعداد ہونے کے بعد بھی کامیاب ہوئے۔

اسلام کا اپنا فنِ حرب ہے جسے میدان میں اتارنے کے بعد ہماری صفوں

میں بہت سے طالوت اور داؤد سامنے آئے اور وقت کی بڑی بڑی طاقتوں کا گھمنڈ چور چور کر دیا۔ دفعِ فساد کے لئے اہلِ ایمان اگر اٹھیں گے تو نصرتِ الٰہی کا غیبی ہاتھ ضرور ان کی دست گیری کرے گا۔ اہلِ عرب تو طوافِ کعبہ میں پکاری جانے والی اس نبوی دعا سے خوب واقف ہوں گے جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ۔

"ساری تعریف اس اللہ اکیلے کے لئے جس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اور اپنے بندے کی نصرت کی اور تمام لشکروں کو شکست دینے میں خود اکیلا ہی کافی ہو گیا۔"

کوئی اور ناصر ناصر نہیں بن سکتا، خَیرُ النَّاصِرِیْن کو مدد کے لئے آواز دو۔ تمہاری بگڑی بن کر رہے گی۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

بنی اسرائیل کا اپنا پیغمبر

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ وَرَسُوْلًا
اِلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۵ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْٓ
اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ
طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰى
بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ
بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

(۳- آلِ عمران - ۴۸-۴۹)

"اور اللہ نے عیسیٰؑ کو تعلیم فرمائی کتاب اور حکمت کی اور علم دیا توریت اور انجیل کا اور بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ اور جب عیسیٰؑ بحیثیت رسول کے بنی اسرائیل کی طرف آئے تو فرمایا، کہ میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندوں کی مانند صورت بنائے دیتا ہوں۔ اور اس میں پھونک مار دیتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اُڑتا پرندہ بن جاتا ہے۔ اور میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں۔ اور خدا کے حکم سے مُردے بھی زندہ کر دیتا ہوں اور میں تمہیں یہ بھی

بتا دیتا ہوں کہ کیا کھا کر آئے ہو۔ اور گھر پر کیا چھوڑ آئے ہو اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تمہیں ایمان لانا ہے۔"

سلسلۂ انبیاءِ بنی اسرائیل میں سب سے آخر حضرت مسیح ابنِ مریم کی بعثت یہود میں ہوئی اور نسلی اعتبار سے حضرت مسیحؑ قوم یہود کے فرد تھے۔ دعوت الیٰ اللہ میں توریت کی تصدیق فرماتے تھے اپنی نبوت کے لئے وقت کے یہودی علماء و احبار کے مقابل تمام تر دلیل ہی کی روشنی میں دعوت پیش کی جاتی تو شاید وقت زیادہ درکار تھا۔ اس لئے آپ کی نبوت کی تصدیق میں دلائل کے علاوہ معجزات کا عنصر زیادہ رہا کہ ہر کس و ناکس چار و ناچار آپ کی نبوت کو فوراً تسلیم کرلے۔ مگر خود یہود ہی حضرت مسیحؑ کے مخالف ہو گئے اور آنجناب کو معجزات کی بنا پر جادوگر اور شعبدہ باز قرار دیا۔ اور اتنے پر ہی بس نہیں کیا بلکہ قتلِ مسیحؑ کی سازش اور حضرت مریمؑ پر بہتانِ عظیم لگانے میں بھی یہود نے قومی طور پر نمایاں حصہ لیا۔ جبکہ مسیحؑ کی دعوتِ ایمانی یہود کے حق میں ایمان پر پھر سے قائم ہونے اور دینِ اسلام کے نشاۃ ثانیہ اور تجدید کی حیثیت رکھتی تھی۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہود کے لئے سببِ ایمان

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ○ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ○ (۳۔ آلِ عمران ۵۰۔ ۵۱)

"اور عیسیٰؑ نے کہا کہ تصدیق کرنے والا ہوں اپنے سے پیشتر آئی ہوئی تورہت کی اور اس لئے آیا ہوں کہ جو کچھ تم پر حرام کیا گیا ہے اس میں سے کچھ حلال کردوں اور تمہارے رب کی طرف سے کھلے نشانات لے کر آیا ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت اختیار کرو۔ یہی سیدھی راہ ہے۔"

معلمِ دینِ اسلام حضرت مسیحؑ کی دعوت میں یہود پر دین و شریعت کے بہت سے بندھن کھولنے کا اعلان کیا گیا۔ جس میں یہود نے اپنے دورِ گمراہی میں از خود اپنے آپ کو باندھ لیا تھا اور اپنے اردگرد فاسد تمدن اور مذہبی خبطی پن کا ایسا جال تیار کرلیا تھا، جس کی ڈور وقت کا کوئی عظیم پیغمبر ہی کاٹ سکتا تھا۔ کیونکہ حقیقی دین داری کے مقابل رسمی دین داری کی پوری فقہ تیار کر رکھی تھی۔ جس میں ناروا رسومات کی پابندیاں اور بہت سے حلال کو حرام بناکر نیز حرام کو حلال بھی

بنا دیا گیا تھا۔ حضرت مسیحؑ کی آمد پر یہود کے لئے ایک نادر موقع تھا کہ دین میں احمقانہ مذہبیت کا جتنا حصہ بعد میں داخل کرلیا تھا اسے نکال کر امامتِ عیسوی میں اپنی صفوں کو درست کرلیتے اور صراطِ مستقیم پر از سرِ نو قائم ہوجاتے لیکن یہود کو ایمان و اسلام، کتاب اور نبی سے زیادہ پیار اپنے موروثی طور طریقوں سے رہا اور بعثتِ عیسیٰؑ ان کے لئے ایمان کے بجائے کفر کا سبب بن گئی۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسلام کا دورِ عیسوی اور یہود کی کافرانہ روش

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیۡسٰی مِنۡهُمُ الۡكُفۡرَ قَالَ مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الۡحَوَارِیُّوۡنَ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشۡهَدۡ بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ ۝ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ وَاتَّبَعۡنَا الرَّسُوۡلَ فَاكۡتُبۡنَا مَعَ الشّٰهِدِیۡنَ ۝ (۳-آلِ عمران ۵۲-۵۳)

"پھر جب عیسیٰ کو احساس ہوگیا کہ بنی اسرائیل کفر پر آمادہ ہیں تو آپ نے اعلانِ عام کردیا کہ راہِ خدا میں کون ہے جو میرا مددگار رہتا ہے، تب صرف حواریوں نے اقرار کیا کہ ہم ہیں اللہ کے مددگار اور اللہ پر ایمان لاچکے ہیں اور آپ گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں اے ہمارے رب ہم اس پر ایمان لائے جو کچھ تونے نازل فرمایا اور ہم رسول کی راہ پر چل پڑے ہیں۔ پس تو ہم کو سچ کی گواہی دینے والوں میں لکھدے"

سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بالمقابل یہود نے کفر کی روش اختیار

کی جبکہ ان پر فرض تھا کہ حضرت مسیحؑ کی دعوت کو قبول کریں اور ان کا ساتھ دیں۔ مگر قومِ یہود کا اجتماعی فیصلہ دعوتِ مسیح کو رد کرنے کا ہوگیا اور کھل کر کفر پر آمادہ ہوگئے۔ تب حضرت مسیحؑ نے منادی کردی۔ بنی اسرائیل اور بھی بھنک گئے۔ جونبی زادے تھے وہی جب دعوتِ حق کو رد کرنے لگے تو اللہ نے حواریوں کے دل میں حق بات ڈال دی اور انھوں نے اٹھ کر اعلان کردیا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں (حواری اصل میں دھوبی کو کہتے ہیں) دریا کنارے آبادی کے بہت سے حواری حضرت مسیحؑ کے ساتھ صفِ اول میں کھڑے ہوگئے۔ تب آگے بھی پیروانِ مسیحؑ اسی نام سے متعارف ہوئے۔ یہ ٹھیک اسی طرح کی بات ہے۔ جیسے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم صاحبِ قرآن پر مدینۂ طیبہ کے جو لوگ اوّل اوّل ایمان لائے، اسلامی تاریخ میں انصار کے نام سے مشہور ہوئے۔ مگر چاہے زمانہ عیسوی ہو یا اس کے قبل کا دورِ موسیٰؑ یا پھر دورِ محمدیؐ ہو۔ صفِ اول کے لوگ جس دین میں داخل ہوئے وہ اسلام ہی رہا۔ بعد کے لوگوں نے بھلے ہی اس اسلام کا نام محدود معنوں میں اپنے اعمال کے نمونے پر رکھ لیا ہو اور کوئی یہودی کوئی عیسائی اور کوئی کچھ بن گیا ہو مگر دین تو صرف ایک اسلام اور فقط اسلام تھا۔ اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰهِ الۡاِسۡلَامُ۔

ایک اشکال یہاں یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کو یہود کے کفر کا احساس ہوا تب آپؑ نے دعوتِ اسلامی کو حصارِ یہود سے باہر نکالا۔ ورنہ پہلے تو آپ نے خطاب خاص طور پر یہودی سے شروع کیا۔ اور غیر یہود تب تک دعوتِ عیسوی کے مخاطب سرے سے تھے ہی نہیں جبکہ دینِ اسلام کی دعوت تو عام ہوتی ہے اور بلا تخصیص خطابِ عام کو روزِ اوّل سے جاری رہنا چاہیئے تھا۔ بظاہر یہ وسوسہ گو مدلل

toobaa-elibrary.blogspot.com

معلوم ہوتا ہو لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ دعوتِ اسلامی کا کوئی بھی داعی چاہے وہ نبی ہو یا نبی کا پیرو کار ہو یا پہلی صف کا مبلغ عام ہو خطاب کے موقع پر اول تو ان ہی لوگوں کی برائیاں دور کرنے کی فکر کرے گا جو دین و مذہب کے دعوے دار ہوتے ہیں۔ ان کے بگاڑ کو درست کر کے انہیں اپنی صفوں میں کھڑا کر کے باطل کو چیلنج کرے گا۔ لیکن جب یہ حضرات خدا کے دین پر مجتمع نہ ہوں اور داعی کو یہ احساس ہو جائے کہ سابقہ جماعت حقّہ کے نام دھاری میری مخالفت پر اتر آئے ہیں۔ تب ہی وہ دعوت کو اپنے پہلے دائرے سے نکال کر عام کرے گا۔ اسے تو کارکن چاہیئے۔ اگر اپنے دائرے میں نہ ملیں تو پھر باہر تلاش کرنا پڑے گا۔ ان سطور سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ آج ہم مسلمانوں میں بعض نادان یہ کہتے ہیں کہ دین کی تبلیغ مسلمانوں میں کیسی ؟ تو انہیں حضرت مسیح ؑ کی دعوت کا ابتدائی دور خود ہی جواب دے رہا ہے کہ اول خطاب تو ان ہی سے ہو رہا جو بگڑے ہوئے مسلمان ہیں۔ بعد میں عام لوگوں کو ان ہی حضرات کے سدھار کا نمونہ بتا کر اسلام کی طرف بلایا جا سکے گا۔ باقی جب تک نام کے مسلمان کھلا ہوا انکار نہ کر دیں تب تک تو ساری طاقت ان ہی کی اصلاح پر خرچ ہو گی۔ گھر میں اندھیرا ہو تو باہر چراغ کیسے جلائے جا سکتے ہیں۔ یہود نے کھلا ہوا انکار کیا بلکہ قرآن کے الفاظ تو یہ ہیں کہ کفر کیا۔ مذہب کے نام پر آپسی مارا ماری میں لوگ ایک دوسرے کو کافر بناتے ہیں۔ مگر یہاں تو خدا کے نبی عیسیٰ ؑ جو خاص الخاص بنی اسرائیل کے لئے بھیجے گئے تھے ان ہی کی زبان سے یہود کو کافر بنا دیا گیا۔ بس جس نے بھی مان لیا وہی مسلمان سمجھا گیا۔ چاہے وہ دھوبی ہی کیوں نہ رہا ہو اور جس نے انکار کیا وہ باوجود نبیوں کی اولاد ہونے کے بھی مسلمانی سے خارج کر دیا گیا۔

اسلام کی حقیقت

قُلْ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

(۳۔ آلِ عمران ۶۴)

”آپ فرما دیجئے کہ اے اہلِ کتاب آؤ ایک بات پر جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی نہ کریں اور اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہم آپس میں ایک دوسرے کو رب قرار دیں۔ لیکن اگر یہ لوگ اس بات سے پھر جائیں تو اعلان کر دو کہ اب تم بھی اس بات کے گواہ رہو کہ ہم صرف مسلم ہیں۔“

اسلام کی حقیقت کا جہاں تک تعلق ہے اسے پورے طور پر اس اعلانِ خداوندی میں واضح اور صاف طور پر بیان کر دیا گیا۔ اور یہی حقیقت تمام کتبِ آسمانی میں پہلے سے خدا کی طرف سے بتا دی گئی تھی۔ جس کے تسلیم کرنے میں کوئی یہودی یا نصرانی یا پھر کوئی ایسا گروہ جو کسی آسمانی کتاب کو اپنے دین کی اساس

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور بنیاد مانتا ہو انکار نہیں کر سکتا کہ دین اور مذہب نام ہی ایک خدا کی بندگی کرنے کا ہے اور شرک سے کلی طور پر اجتناب ایسا ہو کہ کسی بھی انسان کو اپنا رب وحاجت روا اور مشکل کشا ہرگز تسلیم نہ کیا جائے، اس مختصر سی آیۃ میں تمام اہلِ کتاب کو ایک کلمۂ جامعہ کی طرف دعوت دی گئی جو تمام اہلِ کتاب کے نزدیک قدرِ مشترک ہے۔ اب اگر کوئی یہودی یا نصرانی اس حقیقت سے روگردانی کرتا ہے تو اسے بھی ہمارے اس عقیدے پر گواہ رہنا چاہیئے کہ کوئی نیا دین ہم نے ایجاد نہیں کیا۔ بلکہ قرآن اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق ٹھیک اسی ایک دینِ حق کو تسلیم کیا ہے جو تمام کتبِ آسمانی میں باوجود تحریف کے بھی بہت سے مقامات پر اپنی اصل کے اعتبار سے صاف صاف دکھائی دیتا ہے۔ یہ نکتہ بھی خوب ذہن نشین رہے کہ اسلام میں جب بھی شرک کی آمیزش ہوئی اور بندوں کو بندوں نے رب بنا لیا۔ اور مخلوق آپس ہی میں عابد و معبود بن گئی تب اسلام بجائے اسلام کے بہت سے ناموں سے مشہور ہوا اور اس طرح بہت سے مذاہب عالم وجود میں آئے جنہیں اسلام کی بگڑی ہوئی شکل کہا جائے تو بیجا نہیں بجا ہے۔ کوئی بھی عادل شخص اگر آج قرآن، توریت و انجیل کا مطالعہ کرے گا تو وہ اس حقیقت کو بآسانی معلوم کرے گا کہ کہیں بت پرستی ہوئی کہیں بچھڑا پوجا گیا تو کسی نے انبیاء، اولیا کو اَرباباً مِن دُونِ اللہ بنا دیا۔ کوئی عزیر پرستی مریم پرستی، مسیح پرستی و روح القدس پرستی میں مبتلا ہوا۔ ہر طرح کے جلی وخفی شرک کی ممانعت رہی۔ پھر صاحبِ قرآن کی یہ دعوت بھی کیا خوب روشن ہے کہ اَرباباً مِّن دُوْنِ اللہ میں ہمارا شمار کئے جانے سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں، جبکہ

آپ تو تمام نبیوں کے سردار تھے۔ پھر دوسرے کو یہ حق کیسے پہنچ گیا کہ وہ رب ہونے کا دعویٰ کر بیٹھے یا اس کے غالی معتقد اپنی کفر یہ بکواس میں خدا کو چھوڑ کر اسے رب کا مدمقابل ٹھہرائیں۔ یہود و نصرانی بھی کچھ کر کے دین کی اساس میں تحریف کر چکے ہیں پھر اسلام جیسا مقدس نام ان کے اپنے ایجاد کئے ہوئے مذاہب سے وابستہ بھی رہتا تو کب تک۔

بالآخر سیاہ و سفید کو الگ الگ ہونا پڑا اور محدود معنوں میں اپنے دلفریب مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اسلام جیسے عطیہ ربانی کا نام ترک کر کے متفرق مذہبی ناموں سے جنون کی حد تک جب محبت کی گئی تو خدا کی دھرتی کے لوا سی کئی کئی زنجیروں میں جکڑ دیئے گئے اور جب اس پر مدت دراز گزر گئی تو اسلام بے چارہ اپنے ہی لوگوں میں اجنبی ہو کر رہ گیا۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

کیا ابراہیمؑ یہودی یا نصرانی تھے؟

يَآاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ
التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○
هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِیْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ
تُحَآجُّوْنَ فِیْمَا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ
وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ مَا كَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا
نَصْرَانِیًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○

(۳- آل عمران ۶۵- ۶۶- ۶۷)

"اے اہلِ کتاب تم ابراہیم کے بارے میں ہم سے کیوں جھگڑتے ہو توریت اور انجیل تو ابراہیم کے بعد نازل کی گئی ہے۔ تو کیا تم کو عقل نہیں۔ بعض باتوں میں تمہیں علم تھا اس میں جھگڑ چکے ہو مگر جس بات کا تمہیں علم نہیں اس میں بحث وحجت کیوں کرتے ہو اصل علم تو اللہ کو ہے تم کو نہیں۔ سن لو کہ ابراہیم یہودی بھی نہیں تھے اور نصرانی بھی نہیں تھے وہ تو یکسر مسلم تھے۔ اور مشرک تو وہ ہرگز نہیں تھے۔"

حضرت ابراہیمؑ کی تعظیم وتکریم احترام وعقیدت میں یہود ونصاریٰ تو آگے آگے رہتے ہی تھے۔ لیکن مسلمان بھی اس معاملے میں پیچھے نہیں رہے بلکہ وہ تو اپنی

نمازوں تک میں حضرت ابراہیمؑ پر درود وسلام بھیجتے ہیں:

حضرت ابراہیمؑ کی شخصیت نزولِ قرآن کے زمانے میں بحث وتکرار کا موضوع بنی ہوئی تھی اور ہر گروہ انہیں اپنا بتائے جا رہا تھا، ہر فرقہ یہ دعوے کر ڈالتا کہ ابراہیمؑ ہمارے دین پر تھے۔ یہود کہتے کہ ابراہیمؑ ہمارے دین پر تھے۔ نصاریٰ کہتے کہ وہ ہمارے دین پر تھے۔ اس معاملے میں مشرکین کو بھی یارائے ضبط نہیں رہا اور نہلے پر دہلا مار ہی دیا کہ کہاں کے یہودی، کہاں کے نصرانی وہ تو خالص ہمارے مذہبی پیشوا تھے۔ جو مذہب ہمارا ہے وہی ان کا تھا۔ قرآن نے پہلے تو اہلِ کتاب کی خبر لی کہ بحث وتکرار کے بہت سے موضوع پر تم کچھ نہ کچھ ہلکا پھلکا علم لے کر مسلمانوں سے جھگڑتے رہے ہو مگر یہ کیا بے وقوفی کر رہے ہو کہ حضرت ابراہیمؑ کو یہودی اور نصرانی بتا رہے ہو جبکہ توریت اور انجیل کا نزول تو ابراہیمؑ کے بعد ہی ہوا —— دونوں مقدس کتابوں میں مذہبی پیارسوبیس کرنے کے بعد تو یہودیت اور نصرانیت کا تانا بانا تیار ہوا عقل اور ہوش سے کام لو۔ یہ کیسی باتیں کر رہے ہو۔

ڈانٹ پھٹکار سے لبریز اس تنبیہہ جلیل سے یہود ونصاریٰ کے مذہبی چودھریوں کی علمی قابلیت عین وقت پر جواب دے گئی اور معمولی عقل وفہم رکھنے والے ہر حجازی فرد پر یہ بات عیاں ہوگئی کہ یہودیت اور نصرانیت نامی مذاہب کا تعلق ابراہیمؑ سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ دلیل کی اس قوتِ قاہرہ سے قرآنِ پاک نے اول تو اہلِ کتاب کے با اثر علماء کو سکوت کی وادیوں میں لا چھوڑا اور بعد میں مشرکینِ حجاز کی طرف توجہ کی مگر ہلکی سی کیونکہ یہ لوگ اپنے مذہب کے متعلق کسی آسمانی نوشتہ کا تصور ہی نہیں رکھتے تھے اس لئے انہیں زیادہ توجہ کا مستحق

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہیں سمجھا گیا بلکہ اتنا کہ علمی مجلس سے اٹھوا دیا گیا۔ کہ تم تو مشرک ہو ابراہیمؑ تو یکسو اور خالص مسلم تھے۔ وہ مشرک ہرگز نہیں تھے۔ یہود و نصاریٰ تو خیر کچھ نہ کچھ بنیادی اصولِ دین کے قائل ہیں ان سے بحث و مذاکرے میں بات کی جاسکتی ہے، لیکن کتبِ سابقہ و دینِ انبیاء کی تذکیر جس مجلس میں ہو رہی ہو وہاں مشرکین کا بھلا کیا کام — پہلے شرک کو چھوڑو پھر بات کرو کہ ابراہیمؑ کیا تھے اور کیا نہیں تھے۔

خلیل کا خلیل کون؟

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا ۗ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ○ (۳۔ آلِ عمران ۶۸)

"تمام انسانوں میں ابراہیمؑ سے تعلق و نسبت کے دعوے کا حق تو ان ہی کو پہنچتا ہے جو ابراہیمؑ کا اتباع کر چکے ہوں اور یہ نبی اور وہ تمام لوگ جو ایمان لے آئیں، اور اللہ تو بس ان ہی لوگوں کا دوست اور ولی ہے جو ایمان لے آئیں۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعظیم اہلِ کتاب کا ہمیشہ اتفاق رہا، اور ہے۔ پھر عرب کے مشرکین تو عقیدت کے غلو میں معمارِ کعبہ کو خود ربِّ کعبہ کا ہم پلہ بنا کر بیت اللہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بت بھی بنا کر رکھے ہوئے تھے۔ اس لئے عقیدت و احترام میں ان کا مقابلہ تو کوئی بھی نہ کر سکتا تھا۔ رہے مسلمان، تو ہم پہلے ہی لکھ آئے ہیں کہ اپنی نمازوں میں اس وقت تک سلام نہیں پھیرتے جب تک حضرت ابراہیمؑ پر درود و سلام نہ بھیج لیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور دین ہی رب کی خالص بندگی کا دین ہے۔ اب دعویٰ تو ہر ایک کا یہ ہے کہ ہمارا تعلق اور نسبت حضرت

toobaa-elibrary.blogspot.com

ابراہیم علیہ السلام سے جس قدر ہے وہ کسی کا نہیں مگر قرآن نے بڑے دلچسپ اندازِ بیان میں تمام گروہ کے دعوؤں کا تجزیہ کر کے اصل حق داروں کی نشاندہی کر دی۔ پہلے تو یہ بتایا کہ تمام انسانوں کا یہ حق ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر چلیں۔ مگر جہاں تک اس دعویٰ کا تعلق ہے کہ ابراہیمؑ صرف ہمارے ہیں تو پہلے اتباع کی بات کرو۔ جنہوں نے ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کی، وہی سچے دعوے دار ہیں۔ ہمارے یہ نبی جو قرآن لے کر آئے ہیں اور واقعی وہ تمام لوگ جو ایمان لائے ہیں یا لائیں گے تعلق و نسبت دوستی اور ولایت کا دعویٰ کرنے میں حق بجانب یہی لوگ ہیں۔

خدا کے دوست سے تعلقات کی درستگی خدا پر ایمان لانے سے ہوگی

حضرت ابراہیم علیہ السلام تو دنیا چھوڑ کر ہمارے پاس آ گئے ہم ان کے ولی تھے اور ہیں۔ اور تمہارے بھی ولی اور دوست ہم بن جائیں گے مگر پہلے ایمان لاؤ اور خدا کی ولایت سے اپنی جھولیاں بھر لو پھر دعویٰ تم کرو یا نہ کرو ہم خود تمہیں قبول کئے لیتے ہیں کہ تم ہمارے خلیل کے خلیل ہو، یہاں آج کا مسلمان بھی کچھ دیر کے لئے کھڑا ہو کر سوچے کہ ہم میں بہت سے فرقے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے صحابہ اور اولیاء کرام کی عقیدت کا دعویٰ تو گلا پھاڑ کر کرتے ہیں مگر اتباع اور پیروی میں ان کی زندگیاں خود گواہی دیتی ہے کہ ان میں سچے لوگ کتنے ہیں۔ بزرگوں کا نام لے لینا اور کچھ رسمیں اور یادگاریں منا لینا ہی مقصود ہوتا تو اہلِ کتاب تو کیا خود مشرکین کی تعریف کرنی چاہیئے کہ وہ بیت اللہ میں پتھروں میں منقش تصویر ابراہیم لگا کر طوافِ کعبہ کیا کرتے تھے جو ان کے شرکیہ عقائد کا کھلا نشانِ عقیدت تھا۔

قرآن نے صاف صاف اعلان کر دیا کہ اتباع کے بغیر تعلقِ ولایت کی بات کرنا محض جہالت کے سوا کچھ نہیں۔

ادب و احترام کا غلو یہاں قابلِ تسلیم تو کیا الٹا ایک سنگین جرم ہے، جس کی پوچھ گچھ قیامت میں ہر غالی معتقد سے ہونی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہودی سازش کا ایک مخصوص باب

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○ (۳- آلِ عمران ۷۲)

"اور کہا بعض اہلِ کتاب نے ایمان لاؤ دن چڑھے اس پر جو مسلمانوں پر اتاری گئی اور شام کو اس کا انکار کر دو اس ترکیب سے یہ ایمان سے پھر جائیں گے۔"

یہودِ مدینہ کی اس سازش کا یہاں پردہ فاش کیا گیا کہ وہ بعض لوگوں کو خفیہ طور پر تیار کر کے بھیجتے کہ خوب شور و غوغا کے ساتھ اسلام قبول کریں اور اہلِ ایمان کے ساتھ ہو جائیں، اِدھر مدینہ طیبہ میں جو شخص ایمان لے آتا پورے شہر میں اس کی تشہیر ہونا قدرتی بات تھی اور روزانہ کچھ اصحاب کاشانۂ نبوت پر حاضری دے کر اپنے ایمان کا اعلان کرتے۔ اس دَور میں یہودی سازش کے مطابق ان کا کوئی خاص آدمی صبح کو اعلان کرتا کہ میں بھی مسلمان ہو گیا ہوں اور شام کو اس اقرار سے پھر جاتا تاکہ عوام میں یہ چرچا ہو کہ دیکھیے فلاں یہودی لیڈر اور عالم نے اسلام قبول کیا تھا شام تک اسے اسلام کی حقانیت پر یقین باقی نہیں رہا اگر واقعی یہ قرآن صحیح ہوتا تو آخر یہود جو کتاب و نبوت سے

خاصی دل چسپی رکھتے ہیں وہ کیسے منکر ہو سکتے ہیں دو ایک واقعات اس طرح ہونے کے بعد اِن آیات کا نزول ہوا۔ اور ان کی سازش بے نقاب کر دی گئی وہ زمانہ گذر گیا، جبکہ یہ واقعات پیش آتے تھے مگر آج تک یہود کی یہ ترکیب برابر جاری ہے اور بعض مقامات پر انہیں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ یہودی تاریخ میں اِس منافقت کی بہت سی مثالیں مل جاتی ہیں۔

اسپین میں اسلامی حکومت کے زمانے میں یہودی علماء کی سازش کے مطابق یہود قبولِ اسلام کا اعلان کرتے رہے اور بارھویں صدی میں اسپین کے مسلمانوں کے اندر اور باہر بیسیوں انقلابات اور اُلٹ پھیر میں کامیاب رہے اور یہ بات تفصیل کے ساتھ "جیوش انسائیکلوپیڈیا" جلد اول صفحہ ۴۳۲ پر آج بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ ہمارے یہاں بھی علم حدیث و روایات نیز اسلامی تاریخ میں جو کچھ تھوڑا بہت اختلاف کبھی کبھی سامنے آجاتا ہے۔ وہ اسی سازش کا پتہ دیتا ہے باقی موجودہ زمانے میں عرب اسرائیل جنگ میں خود عربوں کی صفوں میں بعض یہود پہلے سے موجود ہوں، عجب نہیں کہ بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوں۔ ہم ہندوستانی بس قیاس اور گمان کی حد تک ہی کوئی بات کہہ سکتے ہیں۔ لیکن ہمارے عرب بھائی اگر تھوڑی سی توجہ اس طرف بھی کریں کہ یہودی لڑکیاں ہمارے اونچے عرب ذمہ داروں سے رشتۂ نکاح میں کہاں کہاں بندھی ہوئی ہیں اور کیا کیا خدمات انجام دے رہی ہیں۔ تحقیق کی حد تک کوئی حرج

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہیں۔ اگر یہ بھی معلوم کر لیا جائے کہ فوجی حکام و اعلیٰ سربراہ کار کے گھروں میں یہودی عورتوں کا تناسب کتنا ہے اور خود ان عہدوں پر یہود اپنا نام بدل کر کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں جنہیں اب تک مسلمان سمجھا جاتا رہا۔

کاروباری معاملات اور یہود

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَادُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ (۳۔ آلِ عمران ۷۵)

"اور ان میں سے کوئی ایسا بھی ہے کہ اگر تم مال کا ڈھیر بھی دے ڈالو گے تو وہ تمہیں یہ امانت واپس کر دے گا اور کوئی ایسا بھی ہے کہ اگر ایک دینار بھی تم نے دیا ہوگا تو واپس نہ کرے گا یہاں تک کہ تم اس کے سر پر سوار ہو جاؤ یہ بد معاملگی پیدا ہونے کا سبب ان کا یہ قول ہے کہ غیر یہودی لوگوں کا حق مار لینے میں ہم پر کوئی گناہ نہیں یہ لوگ جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹا بہتان لگاتے ہیں۔"

کاروباری معاملات میں یہود کا رویہ اپنے غیر یہود (GENTILES) کے درمیان الگ الگ ہے۔ نسلی مفاخرت اور قومی نخوت کی پوجا ان ظالموں نے یہاں تک کر ڈالی کہ لین دین کے معاملات میں امانت کا قاعدہ اپنے قومی دائرہ میں ہو تو ہو باقی غیر یہودی کا مال اگر کوئی یہودی کھا جائے تو اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

پر مذہبی اعتبار سے بھی کوئی چارہ جوئی نہیں کی جا سکتی۔ دین و شریعت کے ضابطوں کے قطع نظر آج بھی دنیا کی تمام کاروباری منڈیوں میں رونق کا سبب بھی امانت رہی ہے۔ کاروباری معاملات میں امانت و دیانت پاس عہد ایمانداری یہ سب الفاظ اگر اپنے اور غیروں کے لئے الگ مفہوم لے کر کسی قوم نے انسانی معاشرے میں قدم رکھا تو وہ یہود اور فقط یہود ہیں۔ شرکتِ مضاربت، ملازمت، صنعت و حرفت وغیرہ جتنے بھی معاش کے شعبہائے حیات ہیں ان میں اپنوں اور غیروں کے لئے امانت کے ضابطے اگر الگ الگ ہوں تو ایک طبقہ یہود ہی پورے انسانی سماج میں پھاڑ کھانے والے بھیڑیئے کی تعریف میں آتا ہے۔ اگر دنیا کے بازار اور منڈیوں میں، دکانوں اور کھیت کھلیانوں میں یہ تفریق رواج پا جائے تو بنی آدم کی معاشی و کاروباری حالت کا اندازہ ہر کوئی لگا سکتا ہے کہ کیا ہو گا۔ معاملات میں بے ایمانی رزق کی برکت کا خاتمہ کر دیتی ہے، یہ بات پہلی صدی ہجری کے مسلمانوں کو برابر یاد تھی اور قرآن کے اس حکم سے انہیں خوب واقفیت تھی کہ تجارت معاملات و لین دین وغیرہ میں امانت اور ایمان ہی بڑی چیز ہے۔ ایک دینار ہو چاہے مال کا ڈھیر ہو آج ہم مسلمانوں کی حالت یہود جیسی ہرگز نہیں کہ ہم اپنوں اور دوسروں میں معاملات کے الگ الگ ضابطے رکھتے ہوں۔ یہ گناہ بحمد اللہ اب تک ہم میں سے کسی نے نہیں کیا البتہ بہت کم لوگوں کو اس کا علم ہے کہ موجودہ معاشی بدحالی میں یہود کا ہاتھ کہاں تک اور کتنا ہے۔ کہنے کے لئے یوروپی لوگوں کے ادارے ایشیائی ممالک میں کاروبار چلاتے ہیں، لیکن

ستر فی صد یہود کا تناسب اتنا مخفی رہا کہ اب جا کر اس پر نگاہ پڑی وہ بھی عرب اسرائیل جنگ کے بعد یہود جب عالمی سیاست میں گفتگو کا موضوع بنے ورنہ پتہ نہیں کب تک یہ پردہ اور بھی پڑا رہتا۔ دنیا کو جان لینا چاہیئے کہ آگے معیشت کو اگر سو فیصد یوروپی یہود کے ہاتھ میں آنا ہے تو غیر یہودی لوگوں کو بھوکے مرے بغیر چارہ بھی نہیں۔ بعض بعض ہمارے اپنے بھی ایسے ضرور ہیں کہ پاسِ امانت کا خیال غیر تو کیا خود اپنوں کے ساتھ بھی نہیں رکھ پاتے۔

اب تک جو کچھ آپ نے پڑھا ہے اس میں جگہ جگہ یہود پر زیادہ تر لعنت کی بوچھار ہے۔ مگر قرآن کی حقانیت بھی دھیان میں رکھئے کہ عیب گنواتے وقت ہنر اور سعادت کا تذکرہ پہلے کر دیا کہ بعض یہود تو ایسے امانتدار ہیں کہ مال کا ڈھیر بھی ان کی امانت کو مجروح نہیں کر سکتا مگر باقی سب ایک دینار بھی بغیر سر پر سوار ہوئے واپس نہ دیں گے۔ پھر غیر یہود کا مال حلال کر لیا گیا تھا تو اصطلاحات بھی گڑھنی پڑیں۔ یوں اب تک غیر یہود کے لئے شارحینِ توریت کی زبانوں سے پردیسی کی اصطلاح چل پڑی تھی لیکن نزولِ قرآن کے وقت غیر اہلِ کتاب اور ناخواندہ لوگوں کے لئے اُمّیین کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔ یہود نے اس لفظ کو ہاتھوں ہاتھ لے لیا اور دوسروں کا مال ہضم کر جانے کے لئے اس نام کا خوب خوب استعمال کیا اور آج کالوں اور گوروں کی تمیز کے قصے افریقہ اور امریکہ میں ان ہی کے دم سے جاری ہوئے ہوں تو تعجب نہیں۔ یہ چھوت کی بیماری یہود جہاں بھی لے گئے وہاں خود دوسرے بھی کب تک ان کی صحبت میں رہ کر اس بھیانک روگ سے محفوظ رہ سکتے تھے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

لین دین میں یہود وغیرہ کے فرق سے انسانی معیشت میں جو دھماکہ ہونے والا ہے وہی شاید دجال کے ظہور کا سبب بنے۔ فی الحال تو دجّال کی جگہ سود خور یہودی سرمایہ داروں کی تھیلیاں ہر جگہ پنجۂ دجال کی طرح انسانی ضروریات کو اپنے شکنجہ میں لیتی آرہی ہیں۔

خفیف سا نقصان اور اس کا علاج

لَنْ یَّضُرُّوْکُمْ اِلَّآ اَذًىؕ وَاِنْ یُّقَاتِلُوْکُمْ یُوَلُّوْکُمُ الْاَدْبَارَ قف ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ ۝ (۳۔ آلِ عمران ۱۱۱)

”مسلمانو! تم کو یہ لوگ خفیف سے نقصان کے سوا کچھ ضرر نہ پہنچا سکیں گے، اور تمہارا مقابلہ کریں گے تو پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوں گے اور ان کی مدد بھی کوئی نہیں کر سکے گا۔“

یہودِ مدینہ زیرِ تذکرہ ہیں اور نزولِ قرآن کے وقت صفِ اوّل کے مسلمانوں کو خطاب ہو رہا ہے کہ یہود اگر تمہارے مقابلے میں آئے بھی تو بھاگ کھڑے ہوں گے۔ اب اسی آیت کو موجودہ زمانے میں عرب اسرائیل جنگ کی چوکھٹ میں لگا کر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ آج کا مسلمان وہ مسلمان نہیں رہا، جس کو یہاں خطاب کیا گیا ہے۔ مگر یہودی پہلے سے بھی زیادہ چالاک اور ساز و سامان کے ساتھ لیس ہو کر سامنے آیا۔ مقابلہ میں مسلمان نہیں تھا، مسلمان کا مردہ جسم تھا۔ اسلامی روح سے خالی عربوں کی ایک بھیڑ تھی جس پر یہودی بربریت ٹوٹ پڑی۔ یہ وہ مسلم نہیں تھا جسے اس کے رب نے بڑے پیار سے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہا تھا بلکہ وہ تھا جو اپنے ایمان کی طاقت کو بھول گیا اور دینِ توحید کا واضح اعتقاد چھوڑ کر غیروں کی نقالی میں زیادہ نہیں تو پچھلے سو سال سے مصروف تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مگر دنیا بھلا اس بات کو کیوں ماننے لگی۔ مردم شماری کے لحاظ سے ہم اب بھی مسلمان ہیں اس کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے۔ کیسا کلنک لگایا ہم نے اپنے دین پر کہ ہارے خود مگر مشہورِ عالم یوں ہوئے کہ مسلمان ہار گئے، اسلام ہار گیا۔ اب تو سیدھے سیدھے اس اسلام کی طرف بڑھو جو تمہاری کامیابی کا ضامن ہے۔ ورنہ یاد رکھو کہ آج تمہیں پیچھے ہٹنا پڑا اور نصرتِ الٰہی تمہارا ساتھ چھوڑ گئی۔ بھاگتے کو سہارا اگر مخلوق دیتی بھی ہے تو کسی غرض سے جیسے کسی مصیبت زدہ پریشان حال مقروض کو کسی مہاجن نے قرض دیا ہو تو بالآخر وہ اس کے گھر کے ہانڈی، برتن بکوا دیتا ہے تاکہ اپنے دیئے ہوئے قرض کا پورا نفع اسے حاصل ہو جائے۔ مگر یاد رہے کہ بھاگنے والے کی نصرت اللہ نہیں کریگا۔ وہ تو ان ہی کی مدد کرے گا جو اس کے دین کی مدد کے لئے تیار ہوں گے۔

اپنے ایمان میں کمزوری نہ آنے دو۔ آخر یہود ہم پر کیسے بیسے پڑ گئے جبکہ وہ تو سرے سے اسلام ہی کو نہیں مانتے۔ آخر ان میں اسلام کا مقابلہ کرنے کی طاقت کہاں سے آ گئی؟ بھائیو! ایمان اور اسلام کو اس جنگ میں کسی نے اتارا نہیں تھا۔ اسے تو مسجد میں رکھ آئے تھے۔ رہی مادّی طاقت تو وہ بھی تمہاری اپنی نہیں تھی اور تھی بھی تو یہود کے مقابلے میں تکنیکی لحاظ سے اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ پھر اب میدان میں دو بیمار اگر اتریں تو جسمانی تندرستی جس کی جس درجہ میں ہو گی وہی بیسا پڑے گا۔ ایسے مواقع پر نصرتِ الٰہی قطعی طور پر غیر جانب دار ہو کر الگ تھلگ ہی رہے گی۔ جب دونوں میں سے کوئی بھی اللہ کی پارٹی کا نہیں تو پھر اسے کیا پڑی ہے کہ کسی ایک کی مدد کرے، بلکہ میدان میں اپنی اپنی طاقت کے سہارے دونوں کو کھلا چھوڑ دینا ہی سنتِ الٰہی کا دستور ہوتا ہے۔ یہود کی حالت آپ پر عیاں ہو چکی ہے کہ دین و مذہب

کو ان بے چاروں نے مدت ہوئی سلام کر لیا ہے آپ کے مقابلے میں یہود کچھ دین لے کر آئے نہیں تھے بلکہ اسباب و وسائل، مال و دولت، جدید آلاتِ حرب اور سیاسی جوڑ توڑ کے ساتھ صف آرا تھے۔ صنعت و حرفت کے علاوہ پریس، اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور خبر رساں ایجنسیوں پر یہود کی اجارہ داری، تعلیمی، اقتصادی اور سیاسی محاذ پر ان کی موجودگی۔ عالمی سیاست میں ان کا اثر و رسوخ، امریکی حکام میں اپنا ایک خاصہ حلقہ، یہ سب عربوں کے مقابل مادّی وسائل تھے۔

ان سب کڑیوں کو جوڑ کر دیکھئے کہ ایک زنجیر مسلسل ہے جو ہمارے عرب بھائیوں کے پاؤں کی بیڑی بن گئی، پھر اگر اس بیڑی سے جکڑا ہوا عرب بے بس ہو کر بھی فتحیاب ہو جاتا تا تب کہہ سکتے تھے کہ مسلمان کے حق میں نصرتِ خداوندی ہوئی۔ باقی اتنے پاپڑ بیلنے کے بعد یہود کی کیا قیمت رہ جاتی۔ جو ساری قوت کے فقدان اور تعداد میں قلت کے باوجود بھی اہلِ ایمان کے حق میں فتح دی جاتی۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ باوجود بڑے بڑے خزانوں، آلاتِ حرب اور مستحکم حویلیاں اور قلعوں کی بہتات ہونے کے بعد بھی بنی قریظہ، بنی نضیر، بنی قینقاع اور تمام یہودِ خیبر بے سرو سامان اور نہتے اہلِ ایمان کی للکار پر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایمان ہو تب خدا کی مدد نصیب ہو گی۔

۱۹۴۸ء سے عرب و یہود کے تذکرے سنتے سنتے کان پک گئے۔ یہود نے میدان میں پوری مادّی طاقت رکھ دی، یہاں مادیت تو اتنی نہیں تھی ورنہ پھر بھی کچھ نہ کچھ بچاؤ ہو جاتا۔ مگر ایمان اور اسلام کی ایک طاقت تھی جو ہر مادّی طاقت پر غلبہ پا جانے کی خدائی طاقت کا مظہر ہے۔ تجربے سے بہت سے ثبوت مل جاتے ہیں اس طرح تمام تجربے کر کے دیکھ لئے گئے اور ۱۹۶۹ء آج ختم ہو رہا ہے۔ مگر سب تدابیر بے کار

toobaa-elibrary.blogspot.com

ثابت ہوئیں۔ کیا حرج ہے اگر اسلام کو ایک بار پھر تجربہ کر کے دیکھ لیا جائے کہ مادی وسائل ہیں وہ کتنا ٹِک سکتا ہے۔

خدا کرے اب اسلام کو ہمارے عرب بھائی میدان میں لا اتاریں۔ پس مسلمان اب مسلمان ہو جائیں۔ ایمان والے اب ایمان لائیں، یہود کی موجودہ شکل ہمارے لئے ایک معمولی سی ضرر سے زیادہ حیثیت نہیں رہے گی اور میدان میں ہمارے بجائے انہیں بھاگنا ہے۔ ہم دین سے بھاگے تھے۔ مادیت کی وادی میں اگر مگر نئے تھے۔ یہاں یہود کو ہم سے تجربہ زیادہ تھا۔ ہمارا موجودہ اثاثہ جو کچھ بھی ہے۔ جدید آلاتِ حرب کا جتنا کچھ تجربہ ہے، بس وہی کافی ہے۔ ایمان و اسلام ہی اب ہمیں چاہیئے، اس کے بغیر کوئی کسر پوری نہیں کی جاسکتی۔

یہود کی حکومت

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝

(۳۔ آلِ عمران ۱۱۲)

"یہ جہاں بھی پائے گئے ذلت انہیں ماری گئی یہ اور بات ہے کہ اللہ کے تعلق سے انہیں پناہ مل گئی۔ لوگوں کے تعلقات سے بچ گئے۔ مگر اللہ کے غضب میں گھرے رہے اور بیچارگی ان پر مسلط کر دی گئی۔ یہ اس لئے ہوا کہ انھوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا، نبیوں کو ناحق قتل کیا اور خوب نافرمانیاں کیں۔ اور حدِ اعتدال سے نکل نکل جاتے رہے۔"

اس مفہوم کی کچھ اور آیات میں ہمارے یہاں یہ بات مدتوں سے چلی ہوئی ہے کہ یہود کی حکومت اس دھرتی پر قائم نہیں ہو گی۔ اب دنیا نے دیکھ لیا کہ آج اسرائیل کی حکومت قائم ہے۔ اس لئے بعض لوگوں کو ذہنی الجھاؤ بھی ہوتا ہے۔ کچھ ناعقلوں کو ریب و تشکیک سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے، ادھر کئی دنوں سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس عنوان پر ہمارے ملک کے مسلم اخبارات نے بہت کچھ لکھا علماء کرام کے تسلی بخش جوابات بھی سامنے آئے اس لئے مذاکرہ میں جو کچھ آچکا ہے۔ اس کا بیان نہ کرتے ہوئے کچھ سیدھی اور صاف بات ہم یہاں عرض کریں گے۔

شیطان ایک بہت بڑا فرشتہ تھا اور معلّم الملکوت تھا یہ بات آپ نے کئی بار سنی ہوگی مگر قرآن پاک کی سورۂ کہف میں کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ بتایا گیا۔ یعنی وہ جنّات میں سے تھا اور اپنے رب کے حکم کی اس نے نافرمانی کی۔ اب آپ بتائیے کہ آج تک جو سنتے آرہے تھے اس کے خلاف کیسی بیّن شہادت مل گئی۔ مگر بہت سے ایسے لوگ جو نانی اماں کی کہانیوں سے دین کا علم سیکھ کر آئے ہیں ان کے گلے میں یہ بات اترنا بڑا مشکل ہوگا۔ شیطان تو خیر جن تھا مگر وہ فرشتہ بھی رہتا تو واقعہ میں کیا فرق پڑ جاتا۔ مگر ایسا کیوں کہا جائے جبکہ قرآن پاک میں صاف صاف بیان کسی بات کا ہے تو اسے ٹھیک ویسا ہی کہنا بھی چاہیئے اور ماننا بھی چاہیئے۔ لیکن صدیاں ہوگئیں قرآن اس امّت کے مطالعے کے باہر کی چیز ہوگیا۔ اور سنی سنائی باتوں یا نیم پختہ عالموں کے قول یا پھر کسی کی علمی غلطی کو دین کا حصہ مان لیا گیا۔ تب وقتی طور پر تو کچھ زیادہ نقصان کا احساس نہیں ہوتا۔ مگر بعد میں اس غلط بیانی سے خود اللہ کے بارے میں بعض لوگوں کو شکوک وشبہات ہونے لگتے ہیں۔

شیطان بڑا معلم الملکوت تھا، اسی طرح یہ بھی ہم مسلمانوں میں تذکرہ سنا کہ یہود کی حکومت کبھی قائم نہیں ہوگی۔ حالانکہ قرآن پاک میں کوئی ایک آیت بھی نہیں بتائی جاسکتی جس میں واضح طور پر یہ بات بتائی گئی ہو کہ یہود کی حکومت

قائم نہیں ہوگی۔ ہاں البتہ ان کی ذلت وبے چارگی مسکنت وغلامی کے تذکرے خوب خوب ہیں مگر اس سے یہ بات کہاں سے ٹپک پڑی کہ تاقیامت انکی حکومت قائم نہ ہوگی۔ ان کے اعمال بد واقعی ایسے ہیں کہ حجاز سے بھاگنے کے بعد انہیں چین نصیب بھی نہیں ہوا۔ خدائی شعلۂ انتقام ان پر بار بار بھڑکا ہے۔ بار بار یہ لوگ اجڑے ہیں۔ جرمنی، ہنگری، زیکوسلواکیہ اور اٹلی میں تو یہ لوگ باوجود خوش حال ہونے کے بھی ذلیل وخوار ہی رہے۔ بہت سے ملکوں میں جمع بھی ہوئے، اور منتشر بھی ہوئے مگر اس ذلت آمیز زندگی کا نصیب میں لکھا جانا اسی لئے تو ہوا کہ یہ لوگ خدا کے بڑے نافرمان ثابت ہوئے۔ لیکن کیا ہم، فرماں بردار تھے؟ آخر اللہ تعالیٰ ہم جیسے بگڑے مسلمانوں کی اچھی طرح مزاج پرسی کے لئے جلادوں کا تقرر اولیاء اور صلحاء کی جماعت میں سے کرنے سے رہا۔ لامحالہ جلادوں کا انتخاب تو کچھ ایسا ہی ہونا تھا کہ نہ صرف ہماری روح اور جسم بلکہ قلب وضمیر بھی خوب خوب محسوس کریں کہ حاکم اعلیٰ رب العالمین کو ہم سے بڑی ناراضگی ہے۔

بادشاہ جب اپنی اولاد پر بگڑ جاتے ہیں تو وزیر کے ہاتھوں نہیں پٹواتے بلکہ چماروں اور بھنگیوں سے جوتے لگواتے ہیں، تبھی شہزادوں کا دماغ ٹھکانے لگتا ہے۔

یہود کی حکومت کی بات[1] چل رہی تھی۔ پچھلے بیس برس سے قرآن پاک کا

---

[1] احادیث نبویہ میں یہ مضمون متواتر آیا ہے کہ اخیر زمانے میں یہود کا قبضہ ارضِ فلسطین پر ہوجائے گا اور تمام تر یہود ایک جگہ جمع ہوجائیں گے تب ان میں دجّال پیدا ہوگا جو اس وقت کے یہودی اقتدار کا اعلیٰ افسر ہوگا اور مسلمانوں کو اس زمانے میں یہود کا مقابلہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مطالعہ میرا وظیفہ رہا ہے۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ہر مسلمان کو اس کے

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ) کرنے میں بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔ اس طرح کی پیش خبریوں پر مشتمل روایات کا سلسلہ ذخیرہ احادیث میں موجود ہے ہمارے علماء کرام ان احادیث پر برابر غور فکر کرتے رہے اور ملتِ اسلامی کو اس خطرے سے خبردار کرنے کے لئے نبوی پیشین گوئیوں کو عوام کے ذہن نشین کرانے کی برابر کوششیں کرتے رہے مگر ہمارے سلاطین اور سیاسی رہنما ان روایات کو ملاؤں کے دلچسپ مشغلہ سے زیادہ اہمیت دینے کو کبھی تیار نہ ہوئے عوام بھی اس معاملہ میں علماء کرام کی باتوں کو صرف وعظ کی حد تک سنتے رہے۔ کسی نے بھی اب تک اس خطرے کا نوٹس تک قبول نہ کیا اس کی وجہ یہ رہی کہ منتشر اور پراگندہ یہود کو مسلمانوں نے حقارت کی نگاہوں سے دیکھتے رہنا ایک بے کار سی بات سمجھا کہ یہود جیسے بے مکان اور ٹھکانہ لوگ ہمارا بھلا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ رہے سلاطین اور سیاسی رہنما، تو یہ لوگ ہمیشہ قرآن و حدیث کی بات کو اسی وقت مانتے ہیں جب یا تو خود ہی اقتدار کی کرسیوں سے بے دخل کردیئے جائیں۔ یا ملک الموت کا ہاتھ ان کی گردنوں تک پہنچ جائے۔

قرآن و حدیث کی تمام باتیں اپنے اپنے وقت پر برابر ظاہر ہو کر رہتی ہیں کسی معاملہ میں حالاتِ حاضرہ سے ان باتوں کا وزن بظاہر کم تر دکھائی دے تب بھی مسلمان کو بے یقین نہ ہونا چاہیئے۔ ورنہ جب یہ پیش خبریاں پوری ہونے کا وقت آتا ہے تب اس بے یقینی پر آدمی کو بڑا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اسی طرح غلط قسم کی باتوں اور غیر تحقیق معلومات پر بھروسہ کرکے بیٹھ رہنے والے بھی وقت آنے پر مبہوت ہو کر رہ جاتے ہیں ———

ساتھ یہی تعلق ہونا چاہیئے۔ مگر میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہود کی حکومت قائم نہ ہو گی۔ یہ بات کہیں بھی کلام پاک میں نہیں کہی گئی۔ ہاں انہیں بچ بچا کر رہنے میں کبھی کبھی الٰہی اور غیر الٰہی سہارا کام دے جاتا ہے کہ آخر ہیں تو وہی لوگ جو توریت کے حامل مانے جاتے ہیں۔ نام کی نسبت کبھی کبھی کام دے بھی جاتی ہے اور عام کاروباری لوگوں سے نیز ہمسایہ حکومتوں سے جو کچھ معاہدے ان کے بڑے بڑے تاجروں اور سرمایہ داروں نے کر رکھے تھے اس پر انہیں کچھ وقت چین کی سانس لینے کا موقع میسر آ گیا۔ اب رہی آج کی اسرائیلی حکومت تو اسے صحیح معنوں میں اسرائیلی حکومت کہنا غلط ہی ہو گا۔ یہ تو دراصل استعماری طاقتوں میں یہود کے اثر و نفوذ کا نقد نفع ہے جس میں دوسری طاقتیں بھی برابر کی شریک ہیں۔ زیادہ دن تک ایک طبقہ یہود ہی اس حکومت کا مزہ لے نہیں سکے گا۔ حالات کچھ ایسے پلٹیں گے کہ دوسرے شرکاء بھی اپنا حصہ وصول کریں گے۔ کون نہیں جانتا کہ یورپی سیاست کی بازاری بیسوا کے ساتھ یہودی سرمایہ دار اور استعماری ایجنٹوں کے مشترکہ ناجائز تعلقات سے یہ ایک بچہ پیدا ہو گیا۔ دیکھیں! اب اس ولد الزنا کی سرپرستی کا دعویٰ تنہا یہود کب تک کرتے رہیں گے اور دوسرے شرکاء اسرائیل کے اس دعوے کو بے عزتی کیساتھ کب تک برداشت کریں گے ورنہ پھر مسلمان اس ولد الزنا کا قلع قمع کریں گے ہی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ پھر بھی کچھ نہ کچھ تو ہو کر ہی رہے گا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہود کے نیک لوگ

"لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ
يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ○
يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ
مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ"
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ○ (۳- آلِ عمران ۱۱۳ - ۱۱۴ - ۱۱۵)

"اہلِ کتاب سب برابر نہیں ہیں۔ ایک جماعت ان میں اب بھی قائم ہے۔ تلاوت کرتے ہیں اللہ کی آیات۔ اوقاتِ شب میں سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ نیکی کا حکم کرتے ہیں۔ برائیوں سے روکتے بھی ہیں اور بھلے کاموں میں جلدی کرتے ہیں یہی صالح لوگ ہیں۔ اور جو بھی نیک کام یہ کریں گے۔ اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔ اللہ تو پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔"

قرآن خدا کا نازل کیا ہوا ہے۔ اس پر دلیل اگر کسی کو چاہیے تو اس طرح کی آیات کو وہ زیرِ بحث لا کر سوچے کسی انسان کا کلام اگر یہ قرآن مجید ہوتا تو آپ یہود کے صالح عنصر کی تعریف بھلا کہاں سن سکتے تھے دشمن کی کسی خوبی کا اعتراف یوں بھی مشکل

ہوتا ہے پھر دشمن بھی ایسا۔ جو ہر محاذ پر ٹکرانے کو پوری سج دھج کے ساتھ موجود ہو۔

ایسے دشمنوں کی تعریف اور تعریف بھی کیسی کی کہ سنگریزوں میں ہیروں کا تعارف کرا دیا گیا اور بتایا کہ دشمن کی صف کے تمام لوگ یکساں ہیں اس طرح کہنا یا سوچنا انصاف کی بات نہیں۔ ہم تو عالم الغیب ہیں۔ ہمیں تو ان کے شب و روز معلوم ہیں۔ یہود کا ایک طبقہ حق پر اب بھی قائم ہے۔ اللہ کی آیات پڑھتا ہے۔ راتوں کو سربسجود ہوتا ہے۔ اللہ پر ایمان اور آخرت کی فکر نیکی اور بھلائی کے کاموں میں لپک اور دلچسپی کے ساتھ دوڑ لگاتا ہے۔ ایسے نیک کردار لوگ یہود میں نزولِ قرآن کے وقت موجود تھے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ اب بالکل نہ ہوں۔ بلکہ عین ممکن ہے کہ فلسطین میں پہلے سے جو یہود بسے ہوئے تھے۔ ان میں سے بہت سے لوگ ان صفات کے حامل ہوں۔ فلسطین میں عرب مسلمان تو داڑھی منڈوا کر سوٹ بوٹ، نکٹائی پہن کر بازاروں میں انگریزوں کی گنتی میں آجاتے۔ اور مقامی یہود بڑی بڑی ڈاڑھیاں اور شرعی لباس سے ہندوستانی علماءِ دین معلوم ہوتے تھے۔ چاہے کوئی یہودی کاشتکار ہو یا دکاندار مگر لباس و معاشرت میں باہر کے لوگوں کو مسلمان معلوم ہوتے۔ تبلیغی جماعت کے ایک صاحب بہت پہلے جب ان علاقوں میں تشریف لے گئے تھے۔ وہ بتا رہے تھے کہ ہم جب ان مقامات سے گذرے تو مقامی عرب مسلمانوں نے ہم کو یہودی خیال کیا، اور ہم نے وہاں کے مقامی یہودیوں کو مسلمان سمجھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ مدتوں سے عرب کے کلمہ گو مغربی ہو چکے ہیں اور یہ تک بھول چکے ہیں کہ داڑھی رکھنا بھی مسلمان کا ایک کام تھا۔ اور اب وہ خیال کرتے ہیں کہ داڑھی رکھنا یہود کا نشان ہے۔ ایک لطیفہ اگر اس طرح بنایا جائے تو کوئی حرج نہیں کہ نصرتِ الٰہی کے فرشتے نے عرب یہود جنگ میں بجائے

مسلمانوں کی مدد و نصرت کے اپنا ساتھ یہود کے پلّے کر دیا ہو کہ ظاہر میں تو مسلمان وہی معلوم ہوتے ہیں۔ کوئی رنگ ڈھنگ تو ہونا چاہیے۔ مسلمان کا باطنی بگاڑ تو انتہا کو تھا مگر اسلام کی ظاہری علامت اور نشان بھی یہود کے ہاتھوں میں دے دیا۔ اور خود فرنگی تہذیب میں ایسے غرق ہوئے کہ شیطان بھی مارے شرم کے عرق عرق ہو گیا۔

یہود کے صالح افراد کا تذکرہ چل رہا تھا۔ آیات کے نزول کے وقت صالحین یہود کے بعض خاص خاص اصحاب میں عبد اللہ بن سلام رضؓ، ثعلبہ بن سعید رضؓ، اسد بن عبید رضؓ کے نامِ نامی حدیث، فقہ اور تاریخ کی کتبِ اسلامی کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ جس طرح دوسرے اکابرین کا ادب و احترام ہم کرتے ہیں، اسی طرح یہ حضرات بھی ہمارے دینی و روحانی پیشوا مانے گئے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ نیکی کا کام جو بھی کرے گا ناقدری نہ کی جائے گی یہ اللہ کا اٹل قانون ہے۔ کہتے ہیں عرب یہود جنگ میں عربوں کا جو حال تھا وہ سب پر عیاں ہے۔ مگر یہود کے مقامی فلسطینی قدیم باشندے ننگے سر اور ننگے پاؤں سڑکوں پر توریت لے کر دعا گو تھے۔ خدایا ہمیں بچا۔ یہ بات دوسری ہے کہ جس طرح ہمارے یہاں کے کسی روزے، نماز، قرآن و حدیث کی بات کرنے والے کو مُلّا کہہ کر چپ کر دیا جاتا ہے۔ مگر وقت پڑنے پر بے چارہ یہی مُلّا خدا کے دفتر میں دوڑ کر جاتا ہے اور آستانۂ عالیہ پر سر ٹیک کر یہی عرض کرتا ہے کہ میری قوم کی حفاظت فرما۔ یہ تو آپ سب جانتے ہیں کہ مُلّا ہی کو موت کے وقت بلایا جاتا ہے۔ کفن دفن، نمازِ جنازہ سب ان ہی کی رہنمائی اور مشورے سے انجام پاتا ہے۔ یہود نے یہ تو کیا کہ یوروپین یہود تو تکنیکی سامان سے لڑیں گے۔ تم فلسطینی یہود رو پیٹ کر اپنے رب سے التجا کر لینا۔ مگر عربوں میں یہ بات بھی نہیں دکھائی دی اور نہ ہونے والی بات ہو گئی۔

مسلمانوں کی محبت کا جواب

هٰۤاَنۡتُمۡ اُولَآءِ تُحِبُّوۡنَهُمۡ وَلَا يُحِبُّوۡنَكُمۡ وَتُؤۡمِنُوۡنَ
بِالۡكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوۡكُمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوۡا
عَضُّوۡا عَلَيۡكُمُ الۡاَنَامِلَ مِنَ الۡغَيۡظِ ؕ قُلۡ مُوۡتُوۡا بِغَيۡظِكُمۡ
اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ۝ (۳۔ آلِ عمران ۱۱۹)

"تم تو ایسے ہو کہ ان سے محبت رکھتے ہو۔ اور انھیں تم سے ذرا بھی محبت نہیں۔ حالانکہ تم تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہو۔ تم سے جب ملتے ہیں تو یہی کہہ دیتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لا چکے ہیں۔ اور جب تم سے الگ ہوتے ہیں مارے غصے کے انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔ کہہ دو ان سے کہ مر جاؤ اپنے غصہ میں، اللہ تو دلوں کی باتوں کو خوب خوب جانتا ہے۔"

یہود کے کینہ اور چھل کپٹ کا یہ کوئی نیا عنوان نہیں۔ مگر اب کی بار اس مضمون میں مسلمانوں کا رویہ واضح کیا گیا کہ اہلِ کتاب اور پہلے سے مسلمان ہونے پر یہود کا بڑا خیال مسلمانوں نے ہمیشہ رکھا ہے۔ بلکہ ان سے اور نصاریٰ سے دوسرے تمام کے مقابل محبت کی ہے۔ قرآن نے کہا کہ مسلمان کا عمل کیا خوب ہے کہ ان سے محبت کرتا ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ مسلمان کی سادہ دلی اور نیک خصلت

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا انھوں نے استعمال سیاسی چال بازی سے کیا انھیں دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم بھی ایمان میں آپ کے ساتھ ہیں مگر اپنی مجلسی زندگی میں انہیں محض دشمن خیال کرتے ہیں اور مسلمان کی کسی کامیابی سے کوئی اہلِ کتاب کبھی خوش نہ ہوا۔ خوب جواب ہے مسلمانوں کی محبت کا۔

مگر مسلمان اپنی سابقہ عادت کے مطابق یہودی و مسیحی لوگوں کا بڑا خیال کرتا رہا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں نے اپنے دورِ حکومت میں اہلِ کتاب کو بڑے بڑے منصب دے کر اپنی پہلی صفوں میں انہیں جگہ دی اور اسی نادانی سے ہمارا بیڑا غرق ہوا، ورنہ قرآن نے تو کہہ دیا تھا دانت پیس لیں گے، تمہاری بوٹیاں نوچ لیں گے۔ اور اگر اس پر بس نہ چلا تو مارے غصے کے اپنا ہاتھ تو چبا ہی جائیں گے۔ مسلمان کو قرآن سے واقفیت اور یہود سے دھوکہ یہ دونوں باتیں ایک ساتھ نہیں ہو سکتیں۔ مگر اللہ کے فرمان سے ہم نے دلچسپی کب دکھائی ہے۔ جس نشیب میں گرنا چاہا گر گئے حالانکہ قرآن پاک نے لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ [1] کا حکم جاری کر دیا تھا، مسلمانوں نے اس آیت پر عمل کرنے میں سستی اور کاہلی برتی۔

پانچویں صدی ہجری میں حکومت و سلطنت کے تمام کاروبار میں یہود اور مسیحی تک ہماری صفوں میں گھس آئے۔ ترکی سلطنت اور خلافت کے قضیہ میں یہود کی موجودگی کا انکار کون کر سکتا ہے۔ اور مغلیہ سلطنتوں کی قبر کھودنے میں عیسائیوں کا ہاتھ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آج بھی مسلمان حکومتوں اور

---

[1] اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار اور بھید جاننے والا نہ بناؤ۔

مسلم سربراہوں کے آپسی تنازعے میں یہود و نصاریٰ کا عنصر برابر کام کیے جا رہا ہے عوام تو بے چارے صرف ان کے فاسد تمدن اور گندی معاشرت ہی سے دوچار رہے مگر اعلیٰ سطح کے ہمارے قائدوں نے یہود و نصاریٰ کی دورنگی پالیسی کو اس وقت تک نہیں سمجھا جب تک ان کی سازش کا شکار ہو کر خود زیرِ زمین نہیں ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہودی مسخرہ پن

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝

(۳۔ آلِ عمران ۱۸۱ - ۱۸۲)

• بے شک اللہ نے سن لیا ہے۔ اُن کا قول جب انھوں نے یہ کہا کہ اللہ مفلس ہے اور ہم مال دار ہیں، ان کی تمام بکواس کو ہم لکھے ہوئے ہیں اور ناحق قتلِ انبیاء کو بھی ہم نے لکھ رکھا ہے اور ہم فرمائیں گے کہ آگ کی تیز جلن کا عذاب چکھو۔ یہ سزا تمہاری ان حرکتوں کی وجہ سے ہے جو تم اپنے ہاتھوں بھیج چکے ہو۔ رہا اللہ تو وہ بندوں پر ظلم کبھی نہیں کرتا۔"

یہودی مسخرہ پن کا ایک نمونہ یہ بھی دیکھ لیجئے۔ اہلِ ایمان کو انفاق فی سبیل اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ترغیب دیتے وقت خدا نے جب یہ فرمان جاری کیا کہ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ط تو یہود کہنے لگے کہ خدا کو قرض لینے کی کیا ضرورت ہے، حالانکہ انہیں خوب معلوم تھا کہ بندے کا حوصلہ بڑھانے کو یہ فرمایا گیا کہ آج دے دو کل ہزار، لاکھ گنا لے لینا۔ تمہاری ایک

کوڑی بھی رائیگاں نہیں جائے گی جو اس کی راہ میں خرچ کرو گے، وہ سارا مال خدا کے یہاں موجود پاؤ گے۔ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ۔ یہود کا ایک قبیلہ بنی قینقاع نواحِ مدینہ میں آباد تھا۔ اس قبیلے میں سیٹھ، ساہوکاروں اور صرافوں کی بڑی بہتات تھی۔ یہ لوگ ایسے موقع پر مسلمانوں کو پست ہمت کرنے کے لئے کہتے کہ خدا قرض مانگ رہا ہے اور ہم ہیں اصل مالدار جا ہے جسے سود پر روپیہ لینا ہو ہم سے لے جائے۔ اس موقع پر علماء یہود کا کام تھا کہ ان شرپسندوں کا منہ بند کرتے اور ان کے خلاف فتوے جاری کرتے کہ تم نے حضرتِ حق جلّ مجدہٗ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ مگر یہ کیسے ہو سکتا تھا جبکہ دینی پیشوا خود ہی ساہوکاروں کا مال کھاتے تھے اپنی درویشی کے کھوٹے سکوں سے یہ خود بھی واقف تھے کہ ساہوکار ہاتھ سے نکل گئے تو دو وقت کی روٹی بھی نصیب نہ ہوگی۔ مسلمان کو بھی چاہیئے کہ ظاہر اور باطن میں ہر طرح اپنے خدا کا ادب و احترام قائم رکھے۔ اور زبان سے کوئی ایسی بات نہ کہے جو بارگاہِ رب العزت میں ناراضی کا سبب بن سکتی ہو کج فہمی سے آدمی اگر کسی بات پر معترض ہو تو اسے حقیقت پر خاک ڈالنے کے بجائے اصل صورتِ حال پر غور کرنا چاہیے کہ کیا اللہ نے قرضِ حسنہ طلب فرما کر اپنی کوئی ضرورت پوری کرنی چاہی؟ نعوذ باللہ معاذ اللہ۔

ہمارے بے سہارا اور محتاج یتیمٰی و مساکین پر خرچ کر کے رفاہِ عام اور انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے بیواؤں، اپاہجوں اور قرضداروں، دکھیوں بھوکوں اور مصیبت زدہ لوگوں اور قیدیوں کی امداد کی طرف ہماری انسانی ہمدردی کو اپیل کی ہے اور بڑے پیار سے اس راہ میں خرچ ہونے والی رقم کو اپنے ذمّہ قرض بتایا۔ ایک مومن بندہ کی بڑی خوش نصیبی ہے کہ ایک طرف تو اسی کے کنبہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

برادری، خاندان اور وطن کے لوگ اس کے انفاق فی سبیل اللہ سے اپنی ضروریں پوری کریں اور دنیا میں امن وامان رہے۔ طبقاتی کشمکش کا خاتمہ ہو، سخاوت کا رواج عام ہو، دوسری طرف یہ خرچ رائیگاں نہ کیا جائے بلکہ اس کے اصل مالک نے اس کا نعم البدل دینے کا وعدہ کر لیا اور اضعافاً مضاعفۃ کرکے اس کی واپسی اپنے ذمے لی۔ بتایئے! اب اس کارِ خیر میں خرچ ہونے والا مال خدا کے کس کام میں آیا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ چھٹانک بھر علم کے لئے من بھر کی عقل چاہیے۔

کتاب کا حصہ گنوا بیٹھے

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يَشْتَرُونَ الضَّلَالَةَ وَيُرِيدُونَ أَن تَضِلُّوا السَّبِيلَ ۝

(۴۔ سورہ النساء۔ ۴۴)

"کیا تم نے ان کے حال پر غور نہیں کیا، جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا۔ گمراہی کے خریدار بنے ہوئے ہیں اور ان کے بڑے ارادے ہیں کہ تم بھی راہ سے بہک جاؤ۔"

یہود کو علم کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا۔ اور اس علم الٰہی کے مقابل یہ ظالم ہمیشہ گمراہی کے خریدار رہے ہیں۔ قرآنِ پاک نے چودہ سو سال قبل یہ بات کہی۔ کسی بھی یہودی نے اس آیتہ کو پڑھا ہوگا۔ دانت پیس کر رہ گیا ہوگا۔ مگر قرآن کی حقانیت کا ثبوت بھی دیکھتے جائیے کہ دورِ جدید کے محققین یہود میں ڈاکٹر ہنری الورخ کا گان ایک مشہور و معروف یہودی فاضل ہیں۔ دینِ یہود کے بڑے محقق اور علم نفسیات کے ماہرین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان صاحب کی ایک کتاب SIXMAN WHO CHANGED THE WORLD (وہ چھ بڑے آدمی جنہوں نے دنیا بدل دی) میں صاف صاف لکھتے ہیں اور بڑے فخر کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ کمیونزم اور طبقاتی کشمکش کے بانی کارل مارکس نیز

toobaa-elibrary.blogspot.com

مشہور سائنٹسٹ آئین اسٹائن اور ماہر نفسیات فرائڈ یہ سب یہودی تھے۔ کون نہیں جانتا کہ کارل مارکس نے خدا، مذہب اور اخلاق کی مخالفت میں دنیا کو الحاد وانار کی نیز طبقاتی جنگ کے دہانے پر لاکھڑا کیا ہے پھر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ کارل مارکس جیسے ملحد کو بھی محقق صاحب حضرت موسیٰؑ کا ہم وزن قرار دیتے ہیں اس محقق کو اس پر کوئی شرم و جھجک محسوس نہیں ہوئی کہ دنیا کے چھ بڑوں کے نام اس نے اس طرح گنوا دیئے۔ حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، تثلیثی عقیدہ کا بانی پال (پولوس)، کارل مارکس، آئین اسٹائن، فرائڈ۔

کارل مارکس کے متعلق تو ہم لکھ چکے ہیں کہ وہ ملحد تھا۔ اب رہے آئین اسٹائن اور فرائڈ۔ تو اس میں شک نہیں کہ آئین اسٹائن سائنس داں تھے اور فرائڈ علم نفسیات کے ماہر، مگر کیا انھیں انبیاء کا ہم پلہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور کیا جہاں نبیوں کے مرتبے اور عظمت اور ان کے کارناموں کا ذکر ہوتا ہو وہاں ان کی صف میں کسی ملحد کا شمار کر کے اسے بھی دنیا کا بڑا آدمی قرار دیا جا سکتا ہے، پس یہ وہی صدیوں پہلے کا بے دینی مزاج ہے ورنہ یہود کو شرم آنی چاہیئے تھی، اور کسی کو بھلے ہی وہ ادب و احترام کے قابل نہ سمجھتے ہوں۔ مگر حضرت موسیٰؑ کو تو وہ اللہ کا نبی مانتے ہیں پھر یہ کیسی بے ادبی اور گمراہی کی بات ہوئی کہ کارل مارکس کو بھی اس درجہ میں دنیا کا بڑا آدمی بنا دیا گیا۔ ہم مسلمان آج بہت کچھ بگڑ چکے ہیں۔ لیکن بحمد اللہ اب بھی ناموسِ رسالت کا پاس و ادب ہم میں موجود ہے، ہمارے یہاں تو نبیوں کی صف میں کسی غیر نبی کا گذر نہیں۔ نبی کے ساتھ کسی ملحد کا بکھان کر کے یہود نے خود ہی ثابت کر دیا کہ اب انہیں علم کتاب کا وہ بقیہ جوان کے پاس ہے۔

اور موسیٰؑ جیسے نبی کی تعلیم ان کی نگاہ میں کارل مارکس کی تعلیم کے برابر ہے قرآن نے یہ کہہ کر کہ ان کے ہمیشہ یہ ارادے رہے کہ کسی طرح تم بھی گمراہ ہو جاؤ واقعاتِ یہود کی یہ صاف اور کھلی ہوئی تصویر ہے جسے دیکھنے کے بعد اس یقین میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے کہ قرآن واقعی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یہود اسی طرح کتابِ الٰہی کا حصہ گنوا بیٹھے ہیں جب ہی ہر طرح کی گمراہی و بے دینی کے امام انہی کی جماعت سے اولادِ آدم کو بھٹکانے کے لئے اٹھتے رہے اور ان کا شمار بھی یہود کے یہاں انبیاء کی صف میں ہوتا رہا۔

عجب نہیں کہ علم الاجتماع کا کوئی سرپھرا محقق اگر یہود کی کھوج لگانے بیٹھ جائے تو تاریخِ انسانی میں گمراہی، بدی، شر و فساد، جنگ و جدال نیز ہر طرح کی انارکی میں اسے یہودی قوم کا ہاتھ ہر جگہ کام کرتا ہوا صاف صاف دکھائی دے جائے گا۔

یہودی بن گئے

مِنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَیًّا بِاَلْسِنَتِھِمْ وَطَعْنًا فِی الدِّیْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّھُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰکِنْ لَّعَنَھُمُ اللّٰہُ بِکُفْرِھِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ (۴۔ النسآء۔ ۴۶)

• اور جو لوگ یہودی بن گئے۔ ان میں کچھ ایسے بھی ہیں، جو بات کو اس کے ٹھکانے سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں سُنا ہم نے مگر مانیں گے نہیں۔ اور کہتے ہیں ہماری سنو۔ اور تمہیں نہ سنایا جائے، اور راعنا کہہ کر زبان توڑ مروڑ کر دین میں طعنہ کی راہ نکالتے ہیں اور اگر یہ لوگ کہتے کہ سُنا ہم نے اور قبول کیا اور سنو ہم پر نظر کرو۔ تو یہ طریقہ ان کے لئے درست اور بہتر تھا۔ لیکن ان پر تو اللہ کی طرف سے لعنت کی پھٹکار ہو چکی ہے۔ ان کے کفر کے سبب۔ پس تھوڑے سے ہی ایمان لائیں گے۔

مِنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا سے صاف واضح ہو گیا کہ یہ لوگ بعد میں

یہودی بن گئے۔ یہودیت کوئی ایسا مذہب نہیں تھا جس کی سند خدا نے انہیں عطا کی ہو۔

قرآن میں یہود سے خطاب کرتے میں جہاں انہیں نصیحت کی جاتی ہے وہاں یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کہا گیا ہے اور جہاں اظہارِ غیض و غضب کا موقع آیا وہاں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ ھَادُوْا کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔ یعنی اے وہ لوگو! جو یہودی بن گئے ہو۔

طاغوت کے مومن

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۝

(۴۔ النساء ۵۱۔۵۲)

"تم نے ان لوگوں کو بھی دیکھا۔ جنہیں کتاب اللہ کا ایک حصہ عطا کیا گیا ہے مگر وہ جبت اور طاغوت کو مانتے ہیں اور ایمان والوں کے مقابلے میں منکروں کو زیادہ ہدایت یافتہ کہتے ہیں۔ ان لوگوں پر اللہ کی طرف سے لعنت کی پھٹکار ہے اور جس پر خدا نے لعنت کر دی اس کا کوئی مددگار تم نہ پاؤ گے۔"

دین و توحید اور آئینِ انبیاء کے حصہ دار جبت و طاغوت پر ایمان رکھنے لگے۔ جبت کہتے ہیں ہر اس وہمی چیز (SUPERSTITIONS) کو مثلاً جادو ٹونا، فالگیری، جنتر منتر، جھوچھا وغیرہ۔ ٹونے ٹوٹکے اور سفلی علوم جب یہود کی قومی خصلت ہو گئے تو انبیاء اور کتبِ آسمانی کے علوم سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ اور یہ سفلی علوم شیطان کی رہنمائی اور قیادت ہی میں سیکھے جا سکتے تھے جو خدا کا باغی

اور سرکش ہونے کے ساتھ پوری نسل آدم کا بدترین دشمن ہے۔ طاغوت کا لفظ قرآن میں سرکشی طغیان اور بغاوت کا ہم معنی پایا جاتا ہے۔ اور یہ صفات تمام تر شیطانِ لعین کی ہیں۔ مختصر یہ کہ ہر وہ شخص جو خدا کا باغی ہو اسے طاغوت کہا جائے گا۔ شیطان چونکہ علومِ سحر میں یہود کا استاد رہا اس لئے جبت کے ساتھ طاغوت پر ایمان لانے والے بھی انہیں قرار دیا گیا۔ حجاز کے مشرکین اور کافرین کو اہلِ ایمان سے زیادہ ہدایت یافتہ بتا کر تو علماء یہود عریاں ہو کر سامنے آگئے۔ اور آج تک مسلمانوں کے مقابلے میں یہی رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ اور تا قیامت اس رویہ میں اصلاح کی امید ان سے نہیں کی جا سکتی۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

چھوٹی کوڑی بھی نہیں دیں گے

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ۝ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۝ (۴۔ النساء ۵۳۔۵۴۔۵۵)

"اگر انھیں سلطنت میں کچھ حصہ ملے تو لوگوں کو چھوٹی کوڑی بھی نہیں دیں گے۔ تو پھر کیا حسد کرتے ہیں ان پر جنہیں اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے۔ سو ہم نے تو آلِ ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا کی اور انہیں بڑا اقتدار بخشا پھر کوئی تو ان میں ایمان پر قائم رہا۔ اور کوئی ہٹ گیا۔ اور دوزخ کی بھڑکتی آگ کافی ہے۔"

حضورِ اکرم اور آپ کے ساتھیوں کو ملی ہوئی فضیلت پر یہود اسی وقت سے اب تک من حیث القوم حسد میں مبتلا ہیں انہیں بتایا گیا کہ خدائی عطاو بخشش اور اس کی داد و دہش میں تمہیں کب حصہ داری دی گئی تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو رتی برابر بھی دوسروں کو تم دینے والے نہیں تھے۔ پھر جب تمہارے دیئے سے کسی کو کچھ نہیں ملا، اور جو کچھ بھی کسی کو دیا ہم نے دیا۔ تو تمہیں جل مرنے کی کیا ضرورت۔ یوں بھی آلِ ابراہیم کو ہم نے ہمیشہ دانش مندی اور علم کتاب سے سرفراز فرمایا۔

اور انہیں اقتدار اور سلطنت بھی دیتے رہے۔ مگر کب تک؟ بس جب تک ایمان پر یہ لوگ قائم رہے۔ جب ایمان سے کوئی رک کر کھڑا ہو گیا تو اب اسے کسی اور سے حسد و جلن کرنے کی بجائے تائب ہونا چاہیئے یا پھر جہنم میں جلنے کو تیار رہنا چاہیئے۔ موجودہ زمانے میں یہودی اقتدار گو خالص نہیں مگر دوسروں کے ساتھ ساز باز سے قائم ہے۔ دیکھئے! اب ان کی یہ قومی خصلت بین الاقوامی دائرے میں کب ظاہر ہوتی ہے کہ اقتدار کا کچھ حصہ بھی اگر انہیں نصیب ہوا تو چھوٹی کوڑی بھی دوسروں کو نہیں دیں گے یوں تو وطن الیہود کے قائم ہوتے ہی فلسطین کے عربوں کو کوڑی کوڑی کا محتاج بنا کر اپنی حیران کن تنگ نظری کا ثبوت یہودی قوم دے چکی ہے۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

برائی کی سزا ہر ایک کو ملنی ہے

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○

(۴۔ النساء ۱۲۳)

"مسلمانو! تمہاری تمناؤں سے بھی کچھ حاصل نہیں اور اہلِ کتاب کی آرزوؤں پر بھی نجات موقوف نہیں۔ بس جو بھی برا عمل کرے گا اس کی سزا بھگتے گا اور خدا کے مقابلہ میں اپنا کوئی ولی و ناصر نہ پا سکے گا۔"

قرآن کے اس حکم کے مخاطب مسلمان ہیں انھیں بتا دیا گیا کہ یہود و نصاریٰ کا یہ عقیدہ ہے کہ ہم خاص بندے ہیں جن گناہوں پر مخلوق کو سزا ہوگی ہمیں نہیں ہوگی کیوں کہ خدا کے خاص الخاص بندوں کے دامن کو ہم نے تھام رکھا ہے۔ ان کی تربت پر چادریں چڑھا کر انہیں خوش کر رکھا ہے وہ ہماری حمایت کریں گے اور ہماری پکڑ نہیں ہوگی۔ اس عقیدے نے انہیں اتنا مریل کر دیا کہ کردار کی بڑائی اور معراجِ سرفرازی سے جان چرا کر فقط امیدوں کے سہارے دل رُبا اندازے ہی کرتے ہیں۔ کہیں تم یہ حرکت نہ کر بیٹھنا۔ اس طرح کی تمناؤں سے تمہارا کچھ بھی نہ ہوگا۔ اُلٹا نیکی سے جی اچاٹ ہو جائے گا اور بدیوں کا بوجھ لئے ہمارے پاس

آ جاؤ گے۔ پھر سزا بھگتے بغیر کوئی چارہ نہیں رہے گا۔ اور سن رکھو کہ وہاں اللہ کے سوا تمہارا یا کسی اور کا کوئی ولی و ناصر نہیں ہے جو خدا کے عذاب سے تمہیں خلاصی دلا سکے، اللہ جس کو پکڑے اسے اللہ ہی چھوڑے تو چھوٹے گا۔ ورنہ کسی کے چھڑانے سے وہ چھوٹے گا نہیں۔ اللہ کے سوا کسی کو ولی و ناصر مان کر زندگی بسر کرنا اور نجات کی آرزو رکھنا گونگے کے خواب سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا مگر پتہ نہیں ہم مسلمان کیوں اپنے دین کو اپنے ہاتھوں رسوا کرتے ہیں۔ یہود کی طرح ہر جگہ ہم نے بھی خدا کے پیاروں کے جھنڈے گاڑ رکھے ہیں اور ان کی تربت پر چادریں چڑھا کر آس لگا بیٹھے ہیں کہ ہماری نجات ہو جائے گی۔ مگر نہیں جانتے کہ صاحبِ تربت کو ہماری چادر کی حاجت نہیں بلکہ ہماری اطاعت اور خدا پرستی سے انھیں خوشی ہوگی اور ادھر کئی صدیوں سے ہماری حالت بھی عجیب ہے کہ بزرگوں کے مزاروں پر حدود سے باہر ہو کر وہ سب کچھ کرنے لگے، جو شاید یہود بھی نہ کر سکیں۔ طوائفوں اور ہجڑوں کا ناچ، ڈھول، تاشے اور بے پردہ خواتین کا میلہ لگا کر اسلام کی جگ ہنسائی کراتے ہیں۔ بزرگوں کی اطاعت و پیروی ہی اصل ہے ورنہ یہود ایک طرف انبیاء کو قتل بھی کرتے رہے اور دوسری طرف انبیاء کی پرستش بھی کر ڈالی۔ مگر ان کا بھلا نہ ہوا۔ ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ ہر طرح کے اعتقاد میں خدا کے حکم کا خیال رکھیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایمان والو ایمان لاؤ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝

(۴۔ النساء ۱۳۶)

"اے ایمان والو! ایمان لے آؤ اللہ پر اس کے رسولؐ پر اور اس کتاب پر جو رسول پر نازل کی گئی اور اُن کتابوں پر بھی ایمان لاؤ جو اس سے پہلے اتاری جا چکی ہیں اور دیکھو جو بھی منکر ہوا اللہ کا، اللہ کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور روزِ آخرت کا تو وہ بہک کر دُور جا گرا۔"

کلمہ اسلام ادا کر کے جو بھی ایمان لے آیا وہ مسلم ہے۔ اسے تاکید کی جا رہی ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہنا۔ اللہ، قرآن اور پیغمبرؐ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اگلی کتبِ آسمانی اور انبیاء سابقین و ملائکہ پر بھی ایمان لاؤ۔ یعنی خدا کے ہر ایک نبی اور اس کی ہر ایک کتاب پر ایمان رکھو۔ اس حکم خداوندی کی روشنی میں اسلام کی عالمگیر وسعتوں کا صحیح صحیح اندازہ کوئی بھی کر سکتا ہے۔ تمام بنی آدم

میں جب جب انبیاءؑ تشریف لائے اور کتبِ سماویہ کا نزول ہوا۔ قرآنِ پاک نے اپنے ماننے والوں کو پابند کیا کہ وہ ان سب انبیاء و کتب پر ایمان لائیں اس لئے کہ اپنے اپنے وقت میں ان تمام کی تعلیمات اسلام ہی کی تعلیمات تھیں۔ اسلام کے شاخ و برگ تو ہمیشہ کاٹے جاتے رہے مگر جڑ ہمیشہ موجود رہی۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

کفر و ایمان کے بیچ کی راہ!

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ
أَن يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ
بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُوا
بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۚ
وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا
بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ أُولَٰئِكَ
سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ ع

(۴- النساء ۱۵۰- ۱۵۱- ۱۵۲)

"بلاشبہ جو لوگ اللہ کا انکار کرتے ہیں اور اس کے رسولوں کا اور ارادہ کرتے ہیں کہ تفریق ڈالیں اللہ اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں ہم بعض پر تو ایمان لائیں گے اور بعض پر نہیں اور کفر و ایمان کے بیچ ایک نئی راہ نکالنا چاہتے ہیں۔ وہ سب پکے کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لئے ہم نے رسوا کر دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھنے والے تو وہ لوگ ہیں جو رسولوں میں فرق نہیں جانتے۔ بلکہ سب رسولوں پر ایمان لاتے ہیں

ایسے ہی لوگوں کو اللہ اجر سے نواز دے گا اور وہ غفور اور رحیم ہے۔"

خدا اور نبیوں کو نہ ماننے والے تو دین و مذہب کی اصطلاح میں کافر ٹھہرتے ہی ہیں مگر جو لوگ اپنے طریقے پر صرف خدا کو مانیں اور اس کے رسولوں کا انکار کر دیں انہیں بھی خدا کی ذات و صفات کے متعلق صحیح رہنمائی ہرگز نہیں مل سکتی اور دو قدم بھی ایمان باللہ کی صحیح سمت میں چلنا ان کے لئے یقیناً ناممکن ہے۔ پھر خدا نے جب اپنا نبی بھیج کر صحیح طریقہ بتا دیا۔ تب جدت دماغ کی یہ اختراع نہایت ہی نامعقول ہے اور خواہ مخواہ اپنی روشن ضمیری کا جھوٹا دعویٰ کرنا ایک کفریہ بکواس کے سوا کچھ نہیں۔ اس طرح ایک رسول کو مان لینا اور دوسرے کا انکار کرنا یہ تفریق بین الرسل بھی غلط راستہ ہے اس عقیدۂ باطلہ سے نہ صرف خدا کے نبیوں کی توہین ہوتی ہے بلکہ نسلِ انسانی ایک ایسی بھیانک مذہبی جنگ میں مبتلا ہو کر رہتی ہے جس میں شریک ہونے والے تمام فریقوں کے لئے فتح و شکست یکساں ہے اس لئے ایسے تمام لوگوں کو "هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا" کہا گیا ہے۔ یعنی پکے اور کٹر کافر تو یہی ہیں۔ یہود کا حال آپ تو پڑھتے ہی آ رہے ہیں کہ انھوں نے حضرت یحییٰؑ اور حضرت مسیحؑ کا انکار کیا۔ خاتم النبیین کے انکاری تو وہ اب بھی ہیں اور عیسائی حضورؐ کی رسالت اور قرآن کو نہیں مانتے۔ رہا مسلمان تو اس کا ایمان اور اسلام اب تار تار ہے۔ مگر پھر بھی آج ہر ایک مسلمان تمام نبیوں اور تمام رسولوں نیز تمام کتابوں پر ایمان رکھتا ہے، چاہے جانتا کچھ بھی نہ ہو، دعا ہے کہ آج کے مسلمان کی سادگی اور بھولے پن پر اس کے رب کو پیار آ جائے اور وہ بھی ان کا سیدھا سادھا ایمان قبول فرما لے۔ مگر یہ صرف ہماری دعا ہے۔ قبول کرنا نہ کرنا اس کے اختیار میں ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

خدائی تحریر کا مطالبہ

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ○

(۴۔ النساء ۱۵۳)

"آپ سے اہلِ کتاب یہ سوال کرتے ہیں کہ آسمان سے ان پر لکھا ہوا نوشتہ اتروادیں۔ سو یہ فرمائش تو وہ موسیٰؑ سے بھی کر چکے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ یہ تک کہہ چکے ہیں کہ اللہ کو ہمیں دکھلادو۔ پس ان کے ظلم کے سبب بجلی کے کڑاکے نے انہیں فوراً دھر دبوچا تب بھی وہ آگے چل کر بچھڑے کی پرستش میں جا گرے۔ جبکہ روشن دلائل کی تمام باتیں ان کے پاس آچکی تھیں۔ پھر بھی ہم نے انھیں معاف کر دیا۔ اور موسیٰ کو ہم نے کھلا ہوا فرمان عطا کیا تھا۔"

یہودی قوم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ کرنے لگی کہ آسمان سے ہم میں سے ہر ایک کے نام ایک ایک لکھا لکھایا خط منگوا دیا جائے تب مانیں گے کہ

یہ قرآنِ حق ہے۔ باقی ہم ایسی وحی کے قائل ہرگز نہیں ہو سکتے جو صرف تمہارے قلب پر نازل ہو رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ ان ظالموں کے بڑھوں نے اس سے بھی بڑھ چڑھ کر حضرت موسیٰؑ سے یہ مطالبہ تک کر دیا تھا کہ خدا کو اعلانیہ دکھاؤ تب خدا کے ان باغیوں پر قہرِ خداوندی بجلی کی شکل میں ٹوٹ پڑا تھا۔ یہ گستاخ تو اسی وقت حرام موت مر گئے۔ مگر ان کے باقیات السیئات اب تم سے خدائی تحریر کا مطالبہ کرنے لگیں تو ان کی یہ مانگ پہلے سے کم رہی مگر انہیں کیا پتہ کہ برکاتِ سماوی میں سے کوئی چیز بھی کسی بندے کے اختیار میں کب ہے کہ تم کہو اور خدا کی مرضی ہو یا نہ ہو وہ لا کر پیش کر دے۔

یہود کی اس طرح کی فرمائش میں ان کے علماء کا مستور ہاتھ کام کر رہا تھا۔ ان کی اس فرمائش کا مقصود احقاقِ حق نہیں تھا، بلکہ محض مجادلہ اور دماغی عیاشی کا مظاہرہ کر کے عوام کو قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے برگشتہ کرنا چاہتے تھے۔

Public Library
Rawalpindi

toobaa-elibrary.blogspot.com

بہتانِ عظیم اور قتلِ مسیحؑ

وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا ۝ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ (۴۔ النساء ۱۵۶-۱۵۷)

"پھر یہ لوگ کفر میں اتنے بڑھتے گئے کہ مریمؑ پر سخت بہتان لگایا،
اور خود ہی کہنے لگے کہ ہم نے مسیح ابن مریم رسول اللہ تک کو قتل کر ڈالا۔ حالانکہ یہود نہ تو مسیحؑ کو قتل کر سکے اور نہ صلیب پر چڑھا سکے۔ لیکن مسیح کی صورت بن گئی ان کے آگے اور جو لوگ اس کے بارے میں اختلافی باتیں کرتے ہیں، وہ خود بھی شک میں مبتلا ہیں۔
انھیں کچھ بھی ٹھیک معلومات نہیں محض گمان کے پیچھے چل پڑے ہیں اور یقیناً وہ مسیحؑ کو قتل نہیں کر سکے۔"

دورِ مسیحؑ کے یہودی بزرگانِ دین نے حضرت مریم صدیقہ پر بہتان لگا کر لعنتِ خداوندی کو اپنے حق میں ہمیشہ کے لئے واجب کر لیا۔ اتنے ہی پر بس نہیں ہوا بلکہ حضرتِ مسیحؑ کے لئے پروانۂ قتل رومی جج پیلاطس کی عدالت سے جھوٹی گواہیاں کھڑی کر کے

لے آئے، وقت کا حاکم نہیں چاہتا تھا کہ حضرت مسیح کا قاتل بنے۔ اس لئے اس نے پہلے تو انکار کیا، لیکن یہودی قوم نے بالاتفاق حضرت مسیح کے لئے سزائے موت کا مطالبہ رومی حاکم سے کیا اور جب وہ اس پر راضی نہ ہوا تو بلوہ فساد اور خانہ جنگی کی دھمکی دیکر اسے مجبور کیا۔ ہم پہلے یہ بتا چکے ہیں کہ حضرت مسیحؑ نسل کے اعتبار سے یہودی قوم کے ایک فرد تھے۔ جب اپنی قوم کے ایک خدا رسیدہ شخص کے دشمن قوم ہی کے لوگ ہو جائیں تو اس برادر کشی کے مقابلے میں غیروں کو زیادہ پرہیزگاری بتلانے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ اور رومی عدالت نے یہ کہہ کر تمہارے کہنے سے سزائے موت سنائی جا رہی ہے، ورنہ اس بے گناہ انسان کے قتل سے ہم بری ہیں۔ اور بھری عدالت میں پانی منگوا کر اپنے ہاتھ دھوئے اور یہود کو قتلِ مسیح کی اجازت دے دی۔ یہود کی ڈھٹائی اور ظلم کی انتہا ہوگئی، جب وقت کی سلطنت کے کارپردازوں کو حرکت میں آنے کے قبل ہی مسیحؑ پر ہلّہ بول دیا، قتلِ مسیحؑ میں انہیں اس قدر جلدی تھی کہ سانس لینے تک کو تیار نہ ہوئے اور اس افراتفری میں حضرت مسیحؑ کی عارضی قیام گاہ میں یہود اور کچھ رومی کارندوں کا ملا جلا گروہ داخل ہو گیا۔ مار دھاڑ کے شروع ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں میں سے ایک حملہ آور کو حضرت مسیحؑ کی شکل دے دی اور اسے قتل کر دیا گیا۔ یہود تو اپنی دانست میں یہی سمجھے کہ قصّہ تمام ہوا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی غیبی طاقت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا۔ ادھر جس شخص کو حضرت مسیحؑ کی شکل کا پا چکے تھے، اسے صلیب پر یہود نے لٹکا دیا۔ اب نزولِ قرآن کے وقت تک اس واقعہ کے اختلافی پہلو اس قدر بے شمار تھے کہ پتہ ہی نہیں چل پایا کہ حقیقتِ واقعہ کیا تھی۔ اللہ نے ان آیات میں صاف صاف

toobaa-elibrary.blogspot.com

بتادیا کہ مسیح ابنِ مریم کو یقیناً یہ ملعون یہود قتل نہیں کر سکے۔ بلکہ اپنے ہی ایک آدمی کو موت کے گھاٹ اتار کر خونِ مسیح کے تاریخی مجرم بنے۔ اس واقعہ کا سب سے دردناک پہلو یہ ہے کہ اس ظالم قوم نے اپنے سینے ٹھونک کر اس بات کا بڑے گھمنڈ کے ساتھ اعلان کر دیا کہ اللہ کے ایک رسول کو ہم قتل کر چکے ہیں۔ شقاوت اور بدبختی بھی ان کے کالے کرتوتوں سے شرما کر زیرِ زمین ہو چکی ہوگی۔

آج بھی کوئی غیر جانبدار شخص قرآن کے بیانات اور موجودہ اناجیل اربعہ میں مسیح ابن مریم کے واقعات کا بغور مطالعہ کرے تو اسے ماننا پڑے گا کہ قرآن پاک نے ان کے مختلف اقوال جو اناجیل کے مصنفین نے جمع کر کے لکھ دیئے ہیں ان میں باہم متضاد باتوں کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی ہے اور جبکہ صاحبِ قرآن نے اناجیل اربعہ کا ایک ورق بھی نہ پڑھا تھا اور نہ کسی اختلافی بات کی سماعت فرمائی تھی، مگر ایک تاریخی واقعہ پر اس یقین کے ساتھ اعلان کرنا کہ یقینی طور پر مسیحؑ کو قتل نہیں کیا جا سکا۔ یہ بات صرف وہی کہہ سکتا ہے جسے یا تو خدا کی طرف سے وحی آتی ہو یا پھر اس نے مسیح ابنِ مریم سے آسمان پر جا کر ملاقات کر لی ہو۔ اور یہ دونوں زبردست اعزازی فضیلتیں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں۔

لہو چاٹنے والے

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۙ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

(سورۃ النساء ۱۶۰-۱۶۱)

”تو ان کے ظلم کے سبب جو یہودی بن گئے تھے۔ حرام کر دی ہم نے کچھ وہ چیزیں جو ان پر پہلے حلال تھیں۔ یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ کی راہ سے بہت روکا کرتے تھے اور سود لیا کرتے تھے۔ حالانکہ سود کی انہیں ممانعت کی جا چکی تھی۔ اور لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے رہے۔ ایسے کافروں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے“۔

راہِ خدا کے مبلغ ہو کر اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکنا۔ سود خوری کرنا، اور لوگوں کا مال ناحق ڈکار جانا۔ یہود میں کوئی گناہ نہیں رہا۔ تب اللہ نے ان پر خود ان ہی میں سے جعلی شریعت سازوں اور کوڑھ مغز فقیہوں کو مسلط کر دیا۔ جنہوں نے شریعت کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا کر انہیں مذہبی زندگی میں مضطرب کر دیا۔ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بتا دینے کے بعد عوام میں مذہبی باتوں کا بے وزن ہو جانا یقینی

toobaa-elibrary.blogspot.com

بات ہے اور یہی کچھ یہود کے حق میں بھی ہوا۔ اب مذہب اور اس کے احکامات کی ضرورت یہود کو مطلق نہیں رہی۔ پوری دنیا میں سودی کاروبار کرنے والے سب سے زیادہ یہودی لوگ ہیں۔ جو قومی اعتبار سے اس پیشے کو اپنائے ہوئے ہیں۔ ان کے پھیلائے ہوئے معاشی جال میں عالم انسانی کا مال ناحق طریقہ سے مفید ہوتا جا رہا ہے۔ موجودہ بینکنگ اور کمرشیل لائن میں امریکی تاجر جو انجان لوگوں کے لئے امریکی ماہرینِ معیشت ہوا کرتے ہیں مگر جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ ان میں ستر فی صد یہود ہوتے ہیں جو پوری انسانیت کا لہو چاٹ کر انہیں معاشی اعتبار سے مفلوج کرنے میں کامیاب ہیں۔

شاندار ماضی کی یاد

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا ۖ وَّاٰتٰکُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ○ (۵-المائدہ ۲۰)

"یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی اس نعمت کو جو ماضی میں تم پر ہو چکی ہے یاد کرو جب اللہ نے تمہارے اندر نبی پیدا کئے۔ اور تم کو صاحبِ ملک بنایا۔ اور تمہیں وہ کچھ دیا جو دنیا میں کسی کو نہیں دیا تھا۔"

بائبل کی کتاب استثناء، باب اول میں دریائے اردن پار کرتے وقت حضرت موسیٰؑ نے میدانی علاقوں میں جو تقریر فرمائی تھی اس کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے۔ اس میں حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو اس کے شاندار ماضی کی یاد دلاتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کی تقریر میں قوم بنی اسرائیل میں انبیاء وسلاطین کا وجود خدا کی نعمت بتایا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دورِ یوسفؑ سے دورِ موسیٰؑ کے درمیان ان میں متعدد انبیاء کرام تشریف لائے اور ان کی قیادت میں بنی اسرائیل کو مدتِ دراز تک اقوامِ عالم پر اقتدار عطا کیا گیا تھا۔ گرتے پڑتے یہ قوم بعثتِ موسوی تک ہم مسلمانوں کی طرح اپنے مقصدِ زندگی سے قطعاً ناواقف ہو چکی تھی۔ بنی اسرائیل کے علم واقتدار کی قبا اب تار تار ہو چکی تھی۔ اور کسی زندہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

قوم کے دم خم اس میں باقی نہیں تھے۔

مری پٹی قوم کی تشکیل جدید کے لیے اس کا ماضی اگر کچھ اچھا رہا ہو تو غیرت دلا کر پھر سے کھڑا کرنا سنتِ موسوی کا ایک باب ہے۔ مسلمانوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے کہ ان کا اپنا ماضی دنیا کی تمام قوموں کے مقابل کتنا شاندار تھا۔ ناموسِ کعبہ، گنبدِ خضریٰ اور مسجدِ اقصیٰ کی خاطر اس ملّتِ بیضا کو ان کا ماضی پھر انہیں آواز دے رہا ہے کہ قبلہ اوّل ہاتھ سے نکل جانے کے بعد نہیں فوراً سنبھلنا ہے۔ ورنہ اپنی پچھلی جبروت و سلطنت کی داستانوں کا تعلق اس نسل سے نہیں رہے گا۔

بُزدل قوم!

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلٰى أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خٰسِرِينَ ○ قَالُوا يٰمُوسٰى إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ ۖ وَإِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوا مِنْهَا ۚ فَإِنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دٰخِلُونَ ○

(۵۔ المائدہ ۲۱۔ ۲۲)

"موسیٰؑ نے کہا اے میری قوم اس مقدس زمین میں داخل ہو جاؤ جسے اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔ اور پیچھے نہ ہٹو ورنہ بہت نقصان اٹھاؤ گے۔ وہ کہنے لگے کہ اے موسیٰؑ اس ملک میں تو بڑے زبردست لوگ قابض ہیں۔ ہم وہاں ہرگز نہیں جائیں گے۔ جب تک اس ملک کی قوم وہ جگہ چھوڑ کر کہیں اور نہ چلی جائے۔ البتہ اگر وہ خود ہی نکل جائیں تب تو ہم بلاشبہ داخل ہونے کے لئے تیار ہیں۔"

حضرتِ موسیٰؑ عمالقہ پر چڑھائی کرنے سے پہلے اپنی قوم کو ان کی ماضی کے شاندار ایام یاد دلاتے ہیں اور پھر انہیں فلسطین پر فوج کشی کے لئے حکم دیتے ہیں۔ عمالقہ نہایت ہی جنگجو اور ظالم قوم تھی۔ نیز بنی اسرائیل کی سب سے بڑی حریف طاقت تھی اور اس وقت زبردستی فلسطین پر قبضہ بھی انہیں کا تھا۔ مصر کے معاملات سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

غلامی پانے کے بعد حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو جزیرہ نمائے سینا میں جمع کر کے انہیں دشمن کی طاقت سے بے خوف ہو کر ہلّہ بول دینے کا حکم صادر فرمایا۔ حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کے شب و روز سے اچھی طرح واقف تھے۔ اسی لئے یہ بھی بتا دیا کہ اس سرزمین کو خدا نے تمہارے نصیب میں لکھ دیا ہے اس لئے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں، صرف ذریعہ بن کر مقابلے میں کھڑا ہونا ہے۔ فتح و کامیابی یقینی ہے —— لیکن اس قوم نے اپنے نبیؑ اور قائد کو جواب بھی خوب دیا کہ ایسے طاقتور لوگوں کے مقابل ہم نہیں جا سکتے۔ البتہ اللہ نے بقول آپ کے اگر ہماری قسمت میں اس ملک کو لکھ ہی دیا ہے تو عمالقہ ہی اپنا بوریہ بستر باندھ کر وہاں سے چلتے بنیں اور خالی مکانوں میں ہم سورماؤں کی قوم جا ٹھہرے تو بات بن سکتی ہے۔ ایک لطیفہ شاید آپ نے سنا ہو کہ کسی فوج میں نامردوں کا جب دَور دَورہ ہوا تو دشمنوں کے مقابلے کے وقت کہنے لگے کہ تالیاں بجاؤ موئے بھاگ جائیں گے۔ مگر یہود تو شاید تالی بجانے پر بھی راضی نہ ہوئے۔

قومِ یہود کے اسلاف کی نامردی کا یہ تذکرہ انہیں کی کتاب توریت میں صحیفہ گنتی باب ۱۳ اور ۱۴ میں موجود ہے کہ مصر میں غلامی کی موت مرجانا اس تن آسان قوم کو زیادہ پسند تھا، مگر اپنے نبی کی قیادت میں باوجود فتح کی بشارت کے بھی آگے بڑھنے کو تیار نہیں تھی۔ آج انہیں اسلاف کے کپوتوں سے عرب مسلمان شکست کھا گئے۔ یہ اس ملت بیضا کی رسوائی کے لئے کیا کم ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ یہود صرف اپنے بل بوتے پر نہیں جیتے، بلکہ ان کے ساہوکاروں نے مغربی استعماریت کی خوب خوب نمک حلالی کر کے اپنے سیاسی داؤ پیچ سے فلسطین کو مردِ مسلماں سے خالی کرا لیا۔ تاریخ اب اپنے آپ کو دہرائے تب معلوم ہو کہ بشارتِ موسوی کے صحیح مستحق مسلمانانِ عالم کمر باندھ کر کب یہود پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

قومِ یہود کے دو تاریخی جانباز

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمَا
ادْخُلُوْا عَلَیْہِمُ الْبَابَ ج فَاِذَا دَخَلْتُمُوْہُ فَاِنَّکُمْ
غٰلِبُوْنَ ۵ ج وَعَلَی اللّٰہِ فَتَوَکَّلُوْٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○
قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَہَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْہَا
فَاذْہَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَآ اِنَّا ہٰہُنَا قٰعِدُوْنَ ○

(۵۔ المائدہ ۲۳-۲۴)

"ان ڈرپوک لوگوں میں دو جانباز ایسے تھے جو خدائی انعام کے مستحق رہے۔ انھوں نے قومِ یہود کو ابھار کر کہا کہ دشمنوں کے مقابلہ میں تم صرف دروازے تک چلو جیسے وہاں داخل ہو گے غالب آجاؤ گے، اللہ پر بھروسہ رکھو اگر تم مومن ہو۔ تب پوری قوم کہنے لگی کہ اے موسیٰؑ جب تک وہ لوگ (عمالقہ) وہاں موجود ہیں ہم کبھی نہیں جائیں گے۔ بس اب تم اور تمہارا خدا دونوں جا کر لڑ دیکھو۔ ہم تو یہیں بیٹھ رہیں گے۔"

پوری قوم میں صرف دو بہادر اور نڈر آدمی جو ایک طرف کامل مومن تھے اور دوسری طرف ان پر انعامِ خداوندی ہونے والا تھا۔ اس بزدلی پر اپنی قوم کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

غیرت دلا کر کہا کہ صرف حریف کے شہر پناہ کے دروازے تک تو چلے چلو۔ بغیر لڑے بھڑے ملک فتح ہو جائے گا۔ قوم نے ان بزرگوں کو قابلِ خطاب تک نہ سمجھا اور حضرتِ موسیٰ ؑ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ ہمیں اتنی بات سمجھانے کی ضرورت نہیں۔ جب خدا کو فتح دینی ہے تو ہم وہاں جائیں یا نہ جائیں کیا فرق پڑتا ہے۔ آپ اور آپ کا خدا دونوں جا کر عمالقہ سے لڑو۔ لیکن یہ فوجِ یہود تو یہیں بیٹھ کر تماشہ دیکھتی رہے گی۔

بائبل کے بیان کے مطابق پوری قوم نے ان دو جانبازوں پر پتھراؤ کیا۔ جن کے نام یوشع بن نون اور کالب بن یوفنا تھے اور حضرت موسیٰ ؑ پر بھی ہاتھ ڈالنے کو تیار ہو گئے۔ یہود کے اسلاف کا خدا پر یقین کس درجہ کا تھا۔ اس پر بھی اسی مضمون میں روشنی پڑ گئی۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرتِ موسیٰ ؑ کی شان میں اس قوم نے کن کن گستاخیوں کا ارتکاب کیا۔ توریت کی کتاب گنتی اور استثنا سے تو یہاں تک پتہ چلتا ہے کہ حضرت موسیٰ ؑ کی قیادت تک کو یہ نامرد الٹ دینے کو تیار ہو گئے۔ درپردہ یہ سازشیں بھی ہونے لگیں کہ موسیٰ ؑ ہمیں دشمنوں کی تلوار سے قتل کروا کر ہمارے بیوی بچوں کو بیوہ اور یتیم بنانا چاہتے ہیں اس لئے کیوں نہ انہیں ہی ہٹا دیا جائے۔ اور قوم کا سردار کوئی اور چن لیا جائے۔

نبیوں کا حوصلہ

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ۝ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۚ یَتِیْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ۝ ع (۵۔ المائدہ ۲۵-۲۶)

"تب موسیٰ ؑ کہنے لگے کہ اے میرے رب میرا بس ان پر نہیں چلتا مگر میری اور میرے بھائی کی جان حاضر ہے۔ پس تو اس نافرمان قوم سے ہم کو الگ کیجیو۔ خدا کا جواب یہ تھا کہ اچھا اب یہ ملک ان پر چالیس برس تک حرام ہے۔ یہ لوگ زمین میں مارے مارے پھریں گے تم اس نافرمان قوم پر افسوس کرنا چھوڑ دو۔"

ارضِ فلسطین کو عمالقہ کے قبضہ سے چھڑانے کے لئے جب یہود نے کھڑے ہونے تک سے انکار کر دیا اور فلسطین کی سرحدی چوکیوں تک جانے کو تیار نہ ہوئے بلکہ اُلٹا اپنے نبی موسیٰ ؑ اور ہارون ؑ نیز ان کے دو جاں باز صحابہ یوشع اور کالب پر پتھراؤ کیا اور ان کے خلاف سازشیں کرنے لگے تب حضرت موسیٰ ؑ نے ان کے حق میں بد دعا کی اور حکم خداوندی پر عمل کرنے کے لئے حضرت موسیٰ ؑ اور ہارون نے تن تنہا عمالقہ سے نبرد آزما ہونے کی خدا سے اجازت چاہی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے جواباً فیصلہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

صادر فرمایا کہ اس قوم یہود کو چالیس سال تک جنگل و بیابان کی خاک چھاننی ہوگی جب موجودہ نسل فنا ہوجائے گی تب نئی پود کو ہم ارضِ موعود یعنی فلسطین کی سرزمین پر قابض ہونے کا موقع دیں گے۔

یاد رہے کہ اسی اثنا میں حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کا انتقال ہوا۔ اور پھر ٹھیک چالیس سال بعد یوشع اور کالب کی قیادت میں نئی نسل نے فلسطین سے عمالقہ کو بے دخل کیا۔

ان آیات میں حضرتِ موسیٰؑ نے یہود سے جُدائی کی دعا فرمائی متن کے الفاظ ہیں فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ۔ جس کا ترجمہ ہم نے (اس نافرمان قوم سے ہمیں الگ شمار کیجیو) کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے معنی یہ بھی لئے جاسکتے ہیں کہ "ہم میں اور اس فاسق قوم میں جُدائی ڈال دے۔"

حضرت موسیٰ و ہارون علیہم السلام کا حوصلہ تاریخِ انسانی میں اہلِ ایمان کے لئے ایک زبردست اور بے پناہ قوتِ ایمانی کا نمونہ ہے۔ مگر یہ بھی یاد رہے کہ قوم کا حوصلہ اگر پست ہو اور وہ بہادری کی موت کے مقابل زندگی کی ذلتوں سے پیار کرتی ہو تو تنہا قیادت کا حوصلہ اس کے دن نہیں پھیر سکتا۔

تخلیقی تطہیر سے محرومی

وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۭ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَـيْــــًٔـا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (۵۔ المائدہ ۴۱)

"یہ جو لوگ یہودی بنے ہوئے ہیں جھوٹ کے سننے والے ہیں اور دوسرے لوگوں کی خاطر جو تمہارے پاس نہیں آتے بات کو اس کے صحیح موقع سے بدل کر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ حکم ملے تو قبول کرنا اور اگر یہ نہ ملے تو دور ہی رہنا اور جس کسی کے لئے خدا نے ارادہ کرلیا کہ اسے خراب کردے تو اس کے لئے اللہ کے مقابلے میں تمہارا کوئی زور نہیں چل سکتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو پاک صاف رہنے دینا خدا کو منظور نہیں ان کے لئے دنیا میں بھی ذلت ہے اور آخرت میں سزائے عظیم۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودِ مدینہ کو ان کے معاملات میں آزادی دے رکھی تھی۔ ان کو مدینہ طیبہ کی اسلامی ریاست میں اپنے PERSONAL LAW کے مطابق ان کی اپنی عدالتوں کی طرف رجوع کا حق حاصل تھا۔

اس آیت کریمہ میں یہود کے متعلق پہلی بات یہ بتائی گئی کہ وہ جھوٹ اور کذب کے عادی ہیں اور دوسرے لوگوں کی خاطر جاسوسی کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں ان کی یہ صفت اگر وقتی ہوتی یا یہودِ مدینہ کی حد تک ہوتی تو قرآن میں اسے بیان نہ کیا جاتا کہ چند افراد کی خرابی کا تذکرہ تاقیامت اہلِ ایمان کو پڑھنے پڑھانے کے لئے دے دیا جاتا۔ مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ جاسوسی ان کی قومی خصلت ہے۔ اس فن میں تو اب انہیں مہارت حاصل ہو چکی ہے۔ دوسری طرف موجودہ زمانہ میں اخبارات اور نیوز ایجنسیوں اور فلم انڈسٹریز پر ان کا قبضہ انہیں اپنے مقصد میں کامیاب ہونے میں تیزی سے مددگار ثابت ہو رہا ہے۔

۱۸۸۵ء کے بعد امریکہ میں بڑے بڑے تھیٹر ان کے ہاتھ آ گئے۔ ہالی وڈ کے فلم ساز ان کے اپنے گرگے ہیں۔ اسی لئے یورپ کی تمام نیوز ایجنسیاں یہود کی تھیلیوں میں محصور ہیں۔ آج کی دنیا میں تمام مسائل میں اُلجھاؤ کا بڑا سبب یہود کی یہی قومی خصلت ہے کہ بات کو اپنے ڈھب سے بدل کر آئے دن خدا کی دھرتی کو کذب و بہتان سے بھرتے جا رہے ہیں۔ دنیا بھر کے روزنامے اور خصوصاً یوروپی نیوز ایجنسیاں اس یہودی مزاج کے مطابق برابر اپنا کام انجام دے رہی ہیں۔

دوسری بات اس آیت میں یہ بتائی گئی ہے کہ نبی ﷺ نے یہود کو ریاستِ اسلامی کے حدود میں اپنے پرسنل لاء کے مطابق فیصلے کرنے کی آزادی دے رکھی تھی یہود کے

قاضی اپنے فقہی قانون کے مطابق فیصلے صادر کیا کرتے تھے مگر حضورؐ کی اس فراخ دلی کا جواب بھی اس نمک حرام قوم نے سازش کی تھالی میں رکھ کر دیا۔ ایک مخصوص واقعہ اس زمانے میں ایسا ہوا کہ خیبر کے ایک ساہوکار کے ساتھ یہیں کے ایک رئیس کی بیٹی زنا کے جرم میں پکڑی گئی۔ یہودی قاضیوں نے اس معاملے میں حضورؐ کی عدالتِ عالیہ کی طرف رجوع کیا۔ مگر مقصد میں یہ پاکیزگی نہیں تھی کہ جو فیصلہ حضورؐ صادر فرمائیں گے، قبول کیا جائے گا بلکہ یہ نجاست تھی کہ اگر رجم کی سزا دیں گے تو انکار کر دیا جائے گا۔ اور پھر یہ شور برپا کیا جائے گا کہ یہ خوب نبوت و کتاب کی بات کہی جا رہی ہے جبکہ توریت میں تو یہ حکم ہے کہ ایسے مجرموں کو منہ کالا کر کے گدھے پر الٹا بٹھا کر کچھ کوڑے لگوا دیئے جائیں۔ لیکن اگر رجم کا حکم نہ دیا جائے تو پھر بھی اس موقع سے نفع اٹھانے میں دریغ نہ کیا جائے کہ قانون توریت تو ایسے مجرم کو رجم کرنے پر مصر ہے۔ گویا ہر طرف سے اس معاملہ میں عوام کو گمراہ کرنے کی سازش کارفرما تھی۔

حقیقتاً ایسے جرم پر توریت میں رجم کی سزا ہی مقرر تھی مگر اس کی شرح اور تفسیر میں ان کے بدکار عالموں نے سیٹھ ساہوکاروں کے لئے گنجائش نکال دی تھی کہ انہیں ہلکی پھلکی تعذیر دے کر پھر غریب عوام کی بہو بیٹیوں پر دست درازی کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے۔ اس طرح یہود بیک وقت دو دو ناؤ پر سوار ہو جاتے اور شرح و تفاسیر یا علماء کی آراء نیز فقہی معاملات میں ادنیٰ پنچ کا فرق بنائے رکھتے کہ جب جیسا موقع ہو، متضاد قوانین کو ہر سمت میں کتاب اللہ کا جز بتا کر کام نکالا جا سکے۔ اس ذلیل حرکت پر خدا کی ناراضی کے اس قدر مستحق ہوئے کہ اللہ نے ان کے دلوں کو فطری اور تخلیقی تطہیر تک سے محروم کر دیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہودی پرسنل لاء اور نبوی ریاست

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ○

(۵ - المائدہ ۴۲ - ۴۳)

"یہ جھوٹی بات کے کہنے والے اور مالِ حرام کے کھانے والے ہیں اگر یہ تمہارے پاس اپنے مقدمات لے کر آئیں تو چاہو ان کا فیصلہ کردو یا انکار کردو۔ اور اگر تم نے ان کے فیصلے لینے سے انکار کردیا تب تو یہ تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہ سکیں گے۔ اور اگر تم فیصلہ ہی کرنا چاہو تو پھر انصاف کے مطابق ہی فیصلہ کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔"

مدینہ طیبہ کی اسلامی عدالت نبوی میں یہود کے صرف وہی قضیے آتے جو ان کے لئے حضور ؐ کے مقابل پروپیگنڈہ کا ہتھیار بن سکتے ہوں۔ اس لئے

حضور ؐ کو اختیار دے دیا کہ چاہو تو ان کا فیصلہ کردو یا انھیں ان کی اپنی شرعی کچہریوں میں واپس کردو۔ اس طرح اگر تم نے انھیں واپس کردیا تو یہ تمہیں کسی طرح کا نقصان پہنچانے میں بے بس ہو جائیں گے۔ اور جس جال میں دوسروں کو پھانسنا چاہتے تھے اسی میں الجھ کر رہ جائیں گے۔ انھیں ان کے جعلی اور ڈھونگی علماء کے حوالے کردو۔ بندر اگر مداری کے پاس جاکر ہی ناچے تو اچھا رہے گا۔ ان کے علماء و قاضی جبڑے ٹوٹنے تک مالِ حرام کھائیں گے اور اپنے بندوں کو رسیوں میں کچھ باندھیں گے اور کچھ چھوڑیں گے اس طرح دونوں کی ضرورتیں پوری ہوں گی اور ان کا بھرم بھی کھل جائے گا مگر ان کے لائے ہوئے کسی قضیہ کے متعلق کبھی آپ یہ ضرورت محسوس فرمائیں کہ فیصلہ کردینا ہی مناسب ہے تو پھر اپنی عدالت میں ان کی مطلق پرواہ نہ کرتے ہوئے عدل و انصاف ہی کے مطابق ان کے قضیہ کا فیصلہ کردینا۔

اسلام نے اپنی حدودِ سلطنت میں رہنے والی سازشی اقلیتوں، کھلے ہوئے دشمنوں کو ان کے PERSONAL LAW میں جو آزادی دے رکھی ہے تاریخ انسانی میں اس کی مثال کہیں سے بھی نہیں بتائی جا سکتی۔ آج کے سیاسی دغابازوں نے اسلام کو تاریکی سے تعبیر کیا ہے۔ وہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر قرآن کے اس بیان کو پھر ایک بار پڑھیں تو پتہ چلے گا کہ ان کی روشن ضمیری کے چراغ کا تیل ختم ہو چکا ہے۔ اندھیرے کو روشنی اور روشنی کو اندھیرا بتا کر ایسے لوگوں نے بہت سے ممالک میں امن پسند اقلیتوں کو ان کی اپنی روایات اور مذہبی قانون سے تقریباً محروم کردیا ہے، اور اپنے بجھے ہوئے چراغ کو خورشید کا مدِمقابل بلکہ افضل بتا کر شرم تک محسوس نہیں کرتے، دورِ جدید میں شاید ہی ان سے زیادہ بے غیرتی کا ارتکاب کسی اور طبقے نے کیا ہو۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

حکم اللہ رجوع کی اصل ہے

وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِندَهُمُ التَّوْرَاةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝

(۵- المائدہ ۴۳)

"اور آپ سے یہ فیصلہ کرانے آ کیسے سکتے ہیں جبکہ توریت ان کے پاس ہے اور اللہ کا حکم بھی اس میں موجود ہے پھر اس کے بعد بھی وہ ہٹ گئے۔ تب تو یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں رہے۔"

کسی قوم وملت کے پاس خدا کی کتاب موجود ہو اور دوسروں کے پاس اپنی شرعی پابندیوں سے چھٹکارا پانے کے لیے ان کے قوانین سے مستفیض ہونا چاہے تو قرآن اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اگر سابقہ کتبِ آسمانی خدائی احکامات کو جوں کا توں بنا سکتی ہوں اور اس کے حامل اسے نہ مانتے ہوں تو انھیں بے غیرت قرار دیتا ہے اور ان صاف صاف احکامات پر عمل نہ کرنے والوں کو ایمان اور اسلام سے پھرے ہوئے ثابت کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں توریت کے احکاماتِ توحید و رسالت اور عقیدہ آخرت نیز الغاف و معاملات اور حقوق میں قرآن کے احکامات کے ساتھ قطعی طور پر مناسبت رکھتے ہیں اور عقل بھی اسی بات کو قبول کرتی ہے کہ تمام کتبِ آسمانی جب کہ وہ

ایک ہی خدا کی طرف سے نازل شدہ ہیں تب تو ان معاملات میں تمام کتبِ الٰہیہ کا مزاج یکساں ہونا ہی چاہیئے۔ یہاں تو مخاطب یہود ہیں مگر قرآن نے نصاریٰ کو بھی اسی طرح خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنجِيلِ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فِيهِ (اہلِ انجیل کو چاہیئے کہ وہ انجیل میں نازل شدہ احکامات کے مطابق ہی فیصلہ مانیں۔) اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ خدائی احکامات جو نازل کیۓ گۓ وہ بھی انجیل میں موجود ہیں اور ساتھ ہی ساتھ لوگوں نے بعد میں جو کچھ اپنی طرف سے ڈال دیا ہے وہ بھی انجیل میں موجود ہے اور یہی حال یہود کا بہت پہلے سے ہو چکا تھا کہ توریت میں اپنی طرف سے بھی بہت کچھ گھٹا بڑھا چکے تھے۔

دوسری وجہ اس حکمِ خداوندی کی یہ ہے کہ قرآنِ مجید دین پھاڑنا نہیں چاہتا بلکہ دین پسند طبقوں کو آپس میں جوڑتا ہے اور ایک دوسرے کا معاون بنا دینا چاہتا ہے جو وحدت ادیان کی جگہ وحدت دین کی طرف تمام انسانوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ مذہبی طبقوں کی کشمکش کے خاتمہ کا اس سے بہتر علاج کوئی نہیں ہو سکتا۔ آج کی ہماری مسلم برادری کے ان لوگوں پر بھی اس آیت میں کوڑا برسا دیا گیا جو اعلیٰ انگریزی تعلیم کے بعد اپنی قوم سے نفرت کرنے لگے اور شادی بیاہ کے اسلامی قانون سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیۓ CIVIL MARRIAGE کے ضابطوں میں جا کر رشتۂ نکاح کا تقدس کھو بیٹھتے ہیں۔

رشتۂ نکاح کے علاوہ ہمارے یہاں کے اسلامی قانون وراثت، طلاق اور دیگر فصلِ خصومات و مقدمات میں طاغوتی کچہریوں کی طرف ہماری دوڑ بھاگ اس خدائی حکم کی صریح نافرمانی کا ثبوت دے رہی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کسی قاری کو اگر یہ الجھن ہو کہ آنحضرتؐ نے بجائے حکم قرآن کے یہود کو توریت کی طرف کیوں متوجہ کیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ توریت اور قرآن و انجیل تو کیا بلکہ تمام کتبِ آسمانی کا مزاج یکساں رہا ہے اور باوجود سابقہ کتب الٰہی میں تحریف کرنے کے اللہ کی کتابوں میں بہت کچھ سچائی اب بھی باقی ہے اور رہے گی ان میں قرآن پاک خداوند قدوس کی وہ کتاب ہے جسے تاقیامت انسانوں کی رہنمائی کے لئے محفوظ رہنا ہے۔ اس کی عظمت کا نشان خود اسی کی آیات بیّنات میں ہے۔ پھر بھی سابقہ مسلم جماعتوں کو حکم اللہ فی التوراۃ اور حکم اللہ فی القرآن کی یکسانیت دیکھنا ہو تو دیکھ لیں، انھیں یقین ہو جائے گا کہ قرآن کو حکم مان کر اور رسولِ کریم کا طریقہ قبول کر کے انھوں نے وہی کچھ خالص دینِ حق اور حکم اللہ پایا ہے، جو ان کے سابقہ دستورِ زندگی میں بہت کچھ تحریف کے باوجود بھی حکم کی حد تک موجود ہے۔ اسی معنی میں خدا کا ہر نبی اپنے سے پہلے آنے والے نبی کا مصداق ہوتا ہے اور ہر آنے والی کتاب پہلی کتاب کی تصدیق کرتی ہے۔ رہیں اختلاف سے پیدا ہونے والی تمام الجھنیں اور مشکلات تو ان کی وجہ کتاب اللہ نہیں بلکہ وہ تحریفات ہیں جو بعد کے لوگوں نے کر ڈالیں۔

بحمد اللہ قرآن اپنی جگہ پر محفوظ ہے، اس لئے وہ رجوع کی اصل کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اصل تو حکم اللہ ہے اور سابقہ مسلم جماعت کو للکار کر آواز دیتا ہے کہ مسلم ہے تو اپنی آسمانی کتاب میں خدا کا اصل حکم معلوم کر اور اس کی طرف رجوع ہو۔ حکم تو میرا ہی مانا جائے گا اور اگر تجھے اصلی حکم اللہ وہاں معلوم کرنے میں دقت ہو تو میری کسوٹی کو استعمال کر، تجھے معلوم ہو گا کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے۔

مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ قرآن کی یہ وہی صفت ہے جو تمام آسمانی کتب کی کسوٹی کا کام دیتی ہے۔ باقی لفظی تنزیل کی دعوے دار قرآن کے سوائے اب کوئی کتاب ہے بھی نہیں اس لئے اس معاملہ میں عام آدمیوں کو ضرور دقّت ہو سکتی ہے، مگر یہاں تو خطاب تمام تر علمائے کتاب اللہ اور ان لوگوں سے ہے جو دین کی اصل سے واقف ہیں تاکہ انھیں قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آنا آسان اور سہل ہو جائے کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں مان لی بلکہ اپنی گمشدہ چیز تھی جسے پا لیا۔ اس صورت میں عیسائی کو عیسیٰؑ مل گئے۔ موسائی کو موسیٰؑ کا دستِ مبارک ہاتھ آگیا۔ اس طرح ہر ایک کو اس کا اپنا رسول اور کتاب مل گئی جس نے قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کیا۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

توریت کا نور!

اِنَّا اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِيۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ ۚ يَحۡكُمُ بِهَا
النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالرَّبّٰنِيُّوۡنَ
وَالۡاَحۡبَارُ بِمَا اسۡتُحۡفِظُوۡا مِنۡ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوۡا عَلَيۡهِ
شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخۡشَوُا النَّاسَ وَاخۡشَوۡنِ وَلَا تَشۡتَرُوۡا
بِاٰيٰتِىۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ ۝ (۵۔ المائدہ ۴۴)

"توریت کو بھی ہم نے نازل کیا تھا جس میں ہدایت اور نور تھا تمام نبی جو مسلم تھے اسی حکم توریت کے مطابق یہودی بن جانے والوں کے قضیے فیصل کرتے تھے اور تمام خدا پرست علماء دین اور درویش لوگ بھی۔ کیونکہ ان سب کو خدا کی کتاب کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا گیا تھا اور یہ لوگ اس کے گواہ تھے۔ پس اے یہود! تم آدمیوں سے مت ڈرو، مجھ سے ڈرو اور میرے احکامات کو ہلکے داموں بیچنا بند کرو پس جو لوگ خدا کے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔"

ہے کوئی جواب اس حق پرستی کا کہ قرآن نے توریت کو کتاب ہدایت اور نور قرار دیا ہے۔ موسیٰؑ کے بعد آنے والے انبیاء بنی اسرائیل یہودی بن جانے

والوں کو اسی کتاب کی طرف رجوع کراتے اور اسی کے مطابق ان کے فیصلے کرتے تھے، علماء و فقہاء مشائخ و درویش مرشد و عوام سب کے سب اسی کتاب کی پابندی میں جکڑے ہوئے تھے۔ جب تک مسلمان تھے۔ مگر یہ مسلمانی جب یہودیت میں تبدیل ہو گئی تو یہود نے اس پابندی سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ایک ترکیب تو یہ نکال لی کہ سطحی اور فقہی تاریخی اور ملی و ملکی، تہذیبی و معاشرتی اور معاشی نیز اعتقادی و دینی بگاڑ میں ساہوکاروں اور علمائے یہود کی آپسی ساز باز کو توریت کے احکامات کا جز بنا ڈالا اور ایک بے شان شریعت وجود میں لے آئے۔ دوسری ترکیب یہ رہی کہ اسی بے جان شریعت کا ڈھانچہ یہودی قوم کے آگے آگے رکھا جاتا۔ مردہ لاش یوں بھی بے چاری کوئی مطالبہ نہیں کر سکتی مگر ادب و احترام زندوں سے زیادہ مردوں کا ہوتا آرہا ہے شریعتِ موسوی کی اسی بے جان لاش پر خوب خوب نذرانے چڑھائے جاتے۔ لاش بھی کچھ کھانے سے رہی؟ تمام تر نذرانے اور چڑھاوے یہودی علماء اور پیروں فقیروں کو شریعتِ موسوی کے بے جان کر دینے کے معاوضے کے بطور مل جاتے اور بڑے سستے داموں بھرے بازار میں ان یہودی علماء کا نیلام ہوتا رہا۔ دین کی اس خرید و فروخت میں لوگوں کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ ہمارے نبی تو مسلم تھے اور ہم کیا بن گئے۔ اب اگر ایسے موقع پر کچھ حق پرست آدمی ان میں اٹھیں تو قرآن نے انھیں ہمت دلائی کہ لوگوں کا ڈر نکال دو۔ ڈرنا تو خدا سے چاہیئے اور مردہ لاش کے پیچھے شریعت موسوی کی اصل روح اب بھی تمہیں مل جائے گی۔ اسے منظرِ عام پر لے آؤ۔ اس آواز پر یہود کا صالح عنصر ابھر کر سامنے آیا۔ اور حضور سید عالمؐ کے کاشانۂ نبوی میں اپنا مقام حاصل

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرلیا۔ ان کے سوا جو لوگ کتاب اللہ کے فیصلے کو ماننے پر راضی نہ ہوئے۔ انھیں دین سے خارج قرار دیا گیا۔ جہنم میں جائیں یہود! مسلمانوں کو اس آیت میں اپنا منہ بھی دیکھ لینا چاہیے کہ یہاں حکم کتابِ الٰہی کو نہ ماننے والوں کو کافر بتایا گیا ہے۔

دوستی

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ○ ۵۔ المائدہ ــــ ۵۱

"اے ایمان والو! تم یہود کو اور نصاریٰ کو دوست نہ بنا لینا۔ یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو کوئی ان کو اپنا رفیق بنائے گا اس کا شمار بھی اُنہی میں ہوگا اور ایسے ظالموں کو یقیناً اللہ اپنی رہنمائی سے محروم کردیتا ہے۔"

ایمان والو! تم کو حکم دیا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بنانا۔ یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے جگری دوست ہیں۔ اگر تم نے ان سے دوستی گانٹھی تو اُنہی میں شمار کیئے جاؤ گے۔ پھر نہ تو پورے یہودی بن سکو گے اور نہ پورے نصاریٰ بلکہ پورے مسلمان بھی نہ رہ پاؤ گے۔ اور تمہارا ایمان ان کی دوستی سے خطرے میں پڑ جائے گا اور ہماری رہنمائی سے محروم کردیئے جاؤ گے۔

بتایئے! ہمیں یہ حکم یاد ہی کب تھا۔ صدیوں سے قرآن سے بے تعلق ہو کر نماز روزے اور ارکانِ دین سے تو بہت پہلے ہم نے پیچھا چھڑا لیا تھا مگر ملت

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسلامی نے قرآن پاک کے ان اشارات تک سے نفع نہیں اُٹھایا جو اسے اپنے قومی وملی وجود کو برقرار رکھنے کے لئے معاون ثابت ہو سکتے تھے۔

یہود نصاریٰ کے اور نصاریٰ یہود کے دوست بن سکتے ہیں اور آج تو ان دونوں کی ملی بھگت سے مشرق وسطیٰ مسلمانوں کا مقتل بنا ہوا ہے۔ یاد رہے اصل لفظ اولیاء استعمال ہوا ہے جس کے معنیٰ دوست، رفیق، کام بنا دینے والے کے ہوتے ہیں۔ یہود اور نصاریٰ ایک دوسرے سے خوب نبھاتے اور کام نکالتے رہے، مگر ان کی حمایت ملّتِ اسلامی کے لئے کبھی مفید نہیں ہوئی۔ پچھلی دو صدیاں اس پر گواہ ہیں کہ مسلمانوں کو نصاریٰ سے دوستی اور رفاقت کتنی مہنگی پڑی۔ یہود تو اب تک دکھائی نہیں دیتے تھے مگر دراصل یورپی اقوام سے مسلمانوں کے تعلقات میں ہر جگہ ملبہ یہود ہی بگڑے کاموں کو بناتا سنوارتا رہا تھا اور اس کی ملت کی سادگی اور بے نفسی بھی خوب رہی کہ وہ یہ تک نہ سمجھ پائی کہ مغربی آقاؤں کی کرسیوں پر یہود ہی ان کے مسائل میں دخل در معقولات کرتے رہے اخبار بین طبقے کو یاد ہوگا کہ یہود اور عربوں کے مسائل کو سلجھانے کے لئے عرب لیڈروں نے جب برطانوی حکومت سے بات چیت کی ہے اس میں ایک موقع ایسا بھی آیا کہ برطانیہ کا سابق وزیر اعظم بنجامن ڈزرائیلی اپنی وزارت عظمیٰ کی طاقت کا استعمال کر کے عربوں کو گمراہ کرنے میں کئی کئی بار اپنی کوششوں میں کامیاب رہا ہے۔ یوں کہنے کو یہ بات چیت برطانوی اقتدار سے ہوتی مگر دراصل اس کرسی پر ایک یہودی فرد براجمان تھا جو عرب یہود جھگڑے کا قاضی بن گیا۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورتیں متعدد بار پیش آتی رہیں اور بے چارے عرب عوام کو شاید پتہ بھی نہیں چلا کہ بات چیت کے لئے وہ حریف طاقت کے فرد کا سہارا غیر شعوری

طور پر لے رہی ہے۔ بس سیدھی اور صاف بات یہ ہے کہ مسلمان ان یہود و نصاریٰ سے ولایت اور دوستی کی امید نہ کریں۔ دو بگڑے ہوئے اوباشوں کی گھر والی بن کر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ایک نے ظلم کیا تو دوسرا رفاقت اور خبر گیری کرے گا۔ مگر ایسی ہستی کا جو حال انسانی سماج میں ہے کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس ضمن میں روسی اور امریکی یا دنیا کی کسی بھی اشتراکی یا سامراجی طاقت کی دوستی اور ولایت ہمارے لئے سمِ قاتل سے کم نہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بدتر انجام

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ اللَّهِ ۚ مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ۚ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ○

(۵ - المائدہ - ۶۰)

"تم کہو کیا میں تمہیں ان لوگوں کا نشان بتادوں جن کا انجام خدا کے یہاں سب سے بدتر ہے۔ یہ وہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی پھٹکار برسائی اور خدا کا غضب ان پر ٹوٹ پڑا اور وہ بندر اور سور تک بنادیئے گئے جنھوں نے طاغوت کی بندگی کی تھی۔ ایسے لوگ مقام کے اعتبار سے بہت ہی بدتر ہیں اور وہ راہِ راست سے بہت دُور ہیں۔"

آخرت میں اپنا انجام پتہ نہیں کیا ہو۔ کوئی صالح آدمی نہیں کہہ سکتا لیکن یہود برابر اس بات کو دہراتے کہ انجام خیر تو بس ہمارا ہوگا۔ حالانکہ انھیں اسی دنیا میں ایسی ایسی عبرت ناک سزائیں دی جا چکی ہیں کہ تاریخِ انسانی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ رہی آخرت تو اس کا پتہ یا تو آدمی کا اپنا ایمان اور صالح اعمال ہی دے

سکتے ہیں یا پھر خدا اس کی خبر دے دے کہ فلاں اور فلاں کا انجام یہ اور یہ ہوگا۔ اللہ جل شانہ نے یہود کو خبر دی کہ سب سے بدتر انجام تو تمہارا ہے۔ طاغوت کی پوجا بھی تم نے کی اور بندر اور سور بھی تم ہی بنائے گئے۔

اگر کسی کو یہ اشکال ہو کہ قرآن نے ان کی بہت ہی بُری طرح خبر لے ڈالی اور عالمِ انسانیت میں انھیں بالکل ہی گرا کر بندر و سُور بنا دیا، مگر بھائیو! بائبل میں ان کے پرکھوں کے بندر اور سور ہونے کے افسانے محفوظ ہیں جن کی تلاوت مذہبی خیال کے یہود اب بھی کرتے ہیں، اسی لئے ان کا مذہبی طبقہ کچھ داجبی سا دین دار دکھائی دیتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

چودھریوں کا بگاڑ

وَتَرٰی کَثِیْرًا مِّنْھُمْ یُسَارِعُوْنَ فِی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَکْلِھِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ لَوْلَا یَنْھٰھُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِھِمُ الْاِثْمَ وَاَکْلِھِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ○

(۵ - المائدہ - ۶۲ - ۶۳)

"اور تم دیکھو گے ان میں بہتوں کو گناہ ظلم اور مالِ حرام پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔ بہت ہی بُرے بُرے کام کرتے ہیں۔ کیوں نہیں منع کرتے ان کے علماء اور درویش گناہ کی بات کہنے سے اور مالِ حرام کھانے سے۔ منع کرتے بھی کیسے جبکہ وہ خود بھی اِس گناہ میں مبتلا ہیں۔"

یہود اپنی تاریخ میں جس تیزی اور سُرعت کے ساتھ گناہ، ظلم اور حرام خوری کی عمیق غار میں گرے ہیں۔ اس میں بڑا تعاون انھیں اپنے علماء و درویشوں، پیروں، فقیروں اور پیشہ ور واعظین سے برابر ملتا رہا۔ کسی قوم کے مذہبی پیشوا اگر بُرائی سے روکنے کا عزم رکھتے ہوں اور کھلے میدان اپنی قوم کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اُن کی پوری قوم کبھی بھی برائیوں میں اتنی غرق نہیں ہوسکتی کہ اُسے واپس نہ نکالا جاسکتا ہو۔ اس امت کا حال بھی یہود کے مشابہ ہوگیا۔ یہاں بھی جو عالم عوام ان

کی ہاں میں ہاں ملا دے، بس وہ توان کا امام اور رہبر بن گیا، باقی جس نے قوم کی برائیوں پر نکیر کی اور امر بالمعروف ونہی عنِ المنکر کا فریضہ انجام دے کر قوم کو برائیوں میں جانے سے روکتا رہا۔ اُسے اور کچھ نہیں تو آج کے زمانے میں وہابی ضرور کہا جاتا ہے، مگر یاد رکھو! جو لوگ مالِ حرام کھانے کے عادی ہیں وہی قوم کو اس کی بداعمالی پر شاباشی دے کر اپنا اُلّو سیدھا کرتے ہیں اور جو فی الواقع رضائے الٰہی کے تحت خدا کے احکامات بندوں تک پہنچا کر انھیں بُرائیوں سے منع کرنا چاہتے ہوں انھیں خواہ کوئی کچھ بھی کہے اس فریضہ کو برابر انجام دیئے جاتے ہیں اور خدا کا شکر ہے کہ اس اُمتِ محمدیہؐ میں اب بھی ایسے حق پرستوں کی کمی نہیں، مسلمان عوام کی یہ ذمہ داری ہے کہ بھلائیوں کا حکم کرنے والوں اور برائیوں سے منع کرنے والوں کا پورا پورا ساتھ دے، تاکہ یہ طبقہ آگے آسکے۔ اور بُرے لوگوں کی چودھراہٹ کا خاتمہ ہو جائے۔

یاد رکھو! جو لوگ بداعمالیوں کے شکار ہوتے ہیں ان کی چودھراہٹ ہر زمانے میں عوام کو بہت مہنگی پڑی ہے۔ ایسے غلط رہنماؤں کی آؤ بھگت کرنے سے ہمارا دین بھی ہاتھ سے جاتا رہا اور دنیا کی زندگی میں بھی ذلیل و خوار ہوئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جنگ کی آگ بھڑکانے والے

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاۗءُ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۭ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰي يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ○

(۵ ۔ المائدہ ۔ ۶۴)

"اور یہود کہتے ہیں خدا کا ہاتھ بند ہو گیا۔ ہاتھ تو انہی کے بند ہوں گے اور ملعون بنائے گئے اپنے اس قول کے سبب۔ اللہ کے ہاتھ تو خوب خوب کھلے ہوئے ہیں۔ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے اور اے محمدؐ! تم پر تمہارے رب کی طرف سے جو کچھ اُتارا گیا ہے وہ یہود میں بہتوں کے کفر اور شرارت کے بڑھ جانے کا سبب ہو جائے گا اور ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض قیامت تک کے لئے ڈال دیا ہے جب یہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں، اللہ اس

آگ کو بُجھا دیتا ہے اور زمین میں فساد پھیلانے کے لئے یہود ہر جگہ کوشاں رہتے ہیں جبکہ اللہ فساد کرنے والوں کو مطلق پسند نہیں کرتا۔"

یہود کے کالے کرتوتوں کی طویل فہرست ایک ہی آیت میں یکجا طور پر بیان کر دی گئی۔ ان میں سے فقط چند کا تذکرہ ہم یہاں کریں گے۔

۱۔ خدائے تعالےٰ نے جب انھیں اُن کے گناہوں کے سبب معاشی بدحالی میں مبتلا کیا تو وہ اپنی حرکتوں کی اصلاح کرنے کی بجائے اُلٹے خدا کے حضور گستاخیاں کرنے لگے اور خدا کو نعوذ باللہ بخیل کہنے لگے، اُن کے اس قول کی وجہ سے انھیں ملعون قرار دیا گیا۔ اس قوم پر لعنت کی تکرار کلام مجید میں جتنی بار کی گئی ہے کسی اور کے لئے نہیں۔

۲۔ سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلّم پر نازل ہونے والا کلام یہود کے مزید شر اور کفر کے بڑھ جانے کا سبب بنا۔ کلام پاک میں کسی بندے کی رُو رعایت کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ یہود کے حال کا پتہ دینے والی کھری کھری باتیں جب قرآن پیش کرتا تو یہود اپنی اصلاح کرنے کی بجائے اُلٹے صاحبِ قرآن اور خود قرآن کے نازل کرنے والے کے مخالف ہو گئے۔ اِس سے زیادہ کفر و شرک کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔

۳۔ سب سے اہم خبر اِس آیت میں لڑائی کی آگ سلگانے میں یہود کا رول واضح کیا گیا ہے۔ اقوامِ عالم میں اونچی سطح پر پہلے تو تو مَیں مَیں شروع کرانے میں یہود کی پہل ہوتی ہے، بعد میں آج کے دَور میں اخباری بیانات میں متضاد باتیں ان کی نیوز ایجنسیاں پیش کر کے بات کا بتنگڑ بنا ڈالتی ہیں۔ جب دو مخالف گروہ وجود

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں آگر ہاتھا پائی کے لئے تیار رہتے ہیں تب یہود اپنے آدمی دونوں طرف شامل رکھتے ہیں تاکہ ان کی ڈالی ہوئی چنگاریاں بجھنے نہ پائیں۔ قرآن پاک نے یہود کی جنگ پسندی کا جو تذکرہ کیا اسے وقتی ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔ قرآن خدا کا آخری پیغام ہے اس لئے اس میں کوئی بات محض وقتی اور ہنگامی ہو اس پر کلام کیا جانا خود اس کے مزاج کے خلاف ہے۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ یہود کی اِس چالبازی سے کم از کم اہلِ ایمان اور ان کے ساتھ اس زمین کے دوسرے بااقتدار باشندے کچھ تو دیکھ بھال کرتے کہ بنی آدم کی آپسی لڑائی میں ایک "طبقہ یہود" کی شرارت سے جنگ کے شعلے بھڑک اُٹھتے ہیں اور انسانی آبادی کے ایک بڑے حصے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ انسان کا لہو چاٹنے میں یہود اگر براہِ راست کامیاب نہیں ہوسکے تو پھر اس خونخوار قوم نے نِت نئی ترکیبوں سے آدمیت کا گھرا جاڑا ہے۔

یہ تو خدا کا کرم رہا ہے کہ وہ ہمیشہ یہود کی سلگائی ہوئی جنگی سازشوں پر ٹھنڈا پانی ڈال دیتا ہے۔

کچھ نہیں تو پچھلے دو سَو سال کی دنیا کی تمام بڑی بڑی لڑائیوں کی وجوہات معلوم کرنے کے لئے اگر محققین کا ایک کمیشن بٹھایا جائے تو اسے معلوم ہوگا کہ تقریباً ہر جگہ لڑائی کی ابتدا کرانے میں ایک نہ ایک یہودی اسے مل جائے گا۔

پہلی جنگ عظیم اور دنیا کی دوسری بڑی جنگ میں یہود کا ہاتھ تو ہم اِسی کتاب میں واضح طور پر بتا چکے ہیں۔ باقی اب دنیا کی ہر طرح کی سیاسی بے چینی حتیٰ کہ اب معمولی فرقہ وارانہ جھگڑوں میں یہود کا ہاتھ تلاش کیا جائے تو ملے بغیر نہیں رہے گا شاید میری اس بات کو کوئی بچکانا پن سے تعبیر کرے مگر اسے جان لینا چاہیے کہ ہر ملک میں

یہود اپنا ایک ایسا مقام بنا کر بیٹھ گئے ہیں جہاں سے وہ سب کی خبر لے سکتے ہیں، مگر کوئی انھیں نہیں دیکھ سکتا۔ یہ تو عربوں کا خدا بھلا کرے کہ خوابِ غفلت میں جاسوئے اور یہود نے حد سے زیادہ مار دھاڑ کر انھیں فلسطین سے بے دخل کیا تب جا کر کچھ شور برپا ہوا، ورنہ یہ کارروائی بھی چپکے سے اگر ہو جاتی تو یہود کی سُلگائی ہوئی آگ کا دھواں تک دِکھلانا مشکل ہو جاتا۔

لڑائی کی آگ سلگانے کا یہود کے آج کے اکابرین کو بھی اقرار ہے۔ چنانچہ ایک ممتاز یہودی مفکر ڈاکٹر آسکر لیوی لکھتا ہے کہ "ہم ہی دُنیا کے حاکم ہیں۔ ہم ہی مفسد ہیں تمام فتنوں اور جھگڑوں کو ہوا دینے والے بھی ہم ہیں اور جلّاد بھی ہم ہیں"۔

خدا کا شکر ہے کہ اِس بیسویں صدی میں قرآن کی صداقت کا ثبوت خود ایک یہودی فاضل ڈاکٹر آسکر لیوی سے مل گیا کہ جنگ کی آگ بھڑکانے والے وہ خود ہیں جو اپنے آپ کو یہودی کہتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تنزیل اور معاشی پریشانیاں

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۭ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَاۗءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ○

(۵ - المائدہ ۶۵ - ۶۶)

' اور یہ اہلِ کتاب ایمان لے آتے اور خدا پرستی اختیار کرتے تو ہم ضرور ان کے گناہ معاف کردیتے اور انھیں نعمت کے باغات میں داخلہ دیتے اور یہ لوگ توریت اور انجیل پر قائم ہوجاتے اور جو کچھ ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا اس کی پابندی کرتے تو خوب شکم سیر ہوکر کھاتے، اوپر سے اور قدموں تلے بھی ان کو کھانا ملتا میانہ روی تو ان میں بس ایک جماعت نے اختیار کی ہے۔ باقی ان کی اکثریت کی حرکتیں ٹھیک نہیں۔"

اہلِ کتاب میں خاص طور پر یہود و نصاریٰ دونوں سے الگ الگ خطاب اب

تک بار بار ہوتا رہا۔ اس جگہ قرآن مجید نے اِن دونوں کو اہلِ کتاب کہہ کر آواز دی اور فرمایا کہ خدا کی دھرتی میں سارا بگاڑ اہلِ کتاب کے بگڑ جانے کے بعد ہوا۔ آپسی جنگ و جدال سے لے کر وسائلِ رزق اور معیشت کی تنگی یہ سب کچھ تکالیف اہلِ کتاب کی شرارتوں کی وجہ سے ہے۔ خدا نے جس علاقے میں اپنے سپاہیوں کو مقرر کیا تھا وہ جب باغی ہوگئے تو ان علاقوں پر آفاتِ سماوی وارضی کا ہونا لازم ہے۔ پس اہلِ کتاب کے سُدھار پر تمام اہلِ عالم کا سُدھار منحصر ہے۔ پھر اگر انھیں قرآن سے تعصّب ہو تو یہ دونوں توریت اور انجیل پر ہی قائم ہوجائیں۔ ظاہر ہے کہ اِس آیت کے بعد قرآن کا غیر متعصب ہونا روزِ روشن کی طرح عیاں اور نہاں ہوگیا۔

جو لوگ تعصب میں اندھے ہوکر قرآن، اسلام اور صاحبِ قرآن پر تعصّب کا الزام لگاتے ہیں انھیں آنکھیں کھول کر قرآن کے اس بیان پر غور کرنا چاہیئے۔ اِس کے ساتھ ساتھ تمام بنی آدم کے آج کے دکھوں اور پریشانیوں کا علاج بھی غور کرنے کے قابل ہے۔ قرآن پاک نے رزق و معاش کی تنگی کو خدا کی نازل کی ہوئی کتابِ مبارک سے لاپروائی کا دُنیاوی نتیجہ قرار دیا ہے اور کوئی نہیں تو مسلمانانِ عالم کو اپنی معاشی پریشانیوں کے سدِباب کے لئے خدائی کتاب کلام پاک کی طرف ضرور توجہ کرنی چاہیئے۔ رزق کے دروازے آسمان اور زمین دونوں طرف سے کھُلوانا چاہتے ہو تو خدا کی کتاب کے حامل اور عامل ہوجاؤ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

وحدتِ کتبِ سماویہ

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا
التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ
وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ
طُغْيَانًا وَكُفْرًا فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝

(۵۔ المائدہ۔ ۶۸)

"آپ کہہ دیجئے گا کہ اے اہلِ کتاب تم ہرگز راہ پر نہیں مانے جا سکتے جب تک توریت اور انجیل کو قائم نہ کرو اور اسی تنزیل پر ثابت نہ ہو جو تمہارے رب نے اس وقت اتاری ہے اور ان میں اکثر لوگوں کی طغیان اور سرکشی اس کلام سے اور بڑھے گی۔ سو تم اس منکر قوم پر افسوس نہ کرو۔"

یہاں اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کو اپنی کتبِ سماویہ توریت و انجیل پر قائم ہوئے بغیر بے اصل قرار دیا گیا۔ اسلام کی دعوت حقہ تبدیلِ مذہب کی دعوت ہرگز نہیں۔ ورنہ یہود و نصاریٰ کو خود ان کی اپنی کتابوں پر قائم ہونے کی دعوت دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

وحدتِ ادیان کے بجائے وحدتِ دین تفریق بین الرسل کے بالمقابل وحدتِ رسالت، تفریقِ کتبِ سماویہ کے بجائے وحدتِ کتبِ آسمانی اور بے شمار معبودوں کو چھوڑ کر وحدتِ الٰہ کی دعوتِ قرآنی دراصل محدود تصورِ ادیان پر ایک ضربِ کاری ہے۔ اِس چوٹ نے دِین میں تفرقہ ڈالنے والوں کی ریڑھ کی ہڈی توڑ ڈالی۔ اب اگر یہ فرقے اپنی سابقہ روش کو ترک کرنا نہ چاہیں گے تو لامحالہ طغیان و انکار سے دعوت قرآنی کے مقابل جُبّہ بندی ضرور کریں گے۔ ان کی اس سرکشی اور تمرد سے ہمیں افسوس کرنے کی بجائے طریقِ حق پر برابر چلتے رہنا چاہیئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہود کے حق میں دو نبیوں کی بد دعا

لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ؕ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ○ کَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ○ (۵۔ المائدہ۔ ۷۸: ۷۹)

"بنی اسرائیل میں جو لوگ کفر کی راہ پر چل پڑے تھے ان پر داؤدؑ اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی پھٹکار برسائی گئی کیونکہ یہ لوگ برابر نافرمانیاں کرتے رہے اور حد اعتدال سے نکل بھاگتے تھے اور نہ صرف برائی سے منع کرنا چھوڑ دیا تھا بلکہ خود ان ہی برائیوں کے مرتکب تھے۔

حضرت داؤدؑ اور عیسیٰؑ ابن مریم کی زبان سے لعنت جس قوم پر کی گئی ہو اس کے ملعون ہونے میں کیا کسر باقی رہ جاتی ہے۔ خدا کے نبی رحمت کی دعا کرنے والے ہوتے ہیں لیکن یہود کی بدقسمتی سے اللہ کے نبیوں نے بجائے رحمت کے ان پر لعنت کی پھٹکار برسائی۔ اس لعنت کے تذکرے بائبل میں اب بھی موجود ہیں۔

"اے خداوند! انتقام لینے والے خدا!

اے انتقام لینے والے خدا! جلوہ گر ہو۔

اے جہان کا انصاف کرنے والے اُٹھ۔

مغروروں سے بدلہ لے۔

اے خداوند شریر کب تک؟

شریر کب تک شادیانے بجایا کریں گے؟

وہ بکواس کرتے اور بڑا بول بولتے ہیں۔

سب بدکردار لاف زنی کرتے ہیں۔

اے خدا! وہ تیرے لوگوں کو پیسے ڈالتے ہیں۔

اور تیری میراث کو دُکھ دیتے ہیں۔

اور بیوہ اور پردیسی کو قتل کرتے ہیں۔

اور یتیم کو مار ڈالتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ خدا نہیں دیکھے گا۔"

(زبور۔ باب ۹۴۔ آیت ۱ تا ۶)

اسی طرح مسیح ابن مریم نے یہود پر نہایت غضب ناک لہجہ میں لعنت کی ہے۔ جس کی داستان اتنی طویل ہے کہ پچاسوں صفحات بھی ناکافی ہوں گے۔ صرف ایک نمونہ دیکھ کر ہی صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ متی کی انجیل میں حضرت مسیح کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

"اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس کہ نبیوں کی قبریں بناتے اور راستبازوں کے مقبرے آراستہ کرتے ہو اور کہتے ہو کہ اگر ہم اپنے باپ دادا کے زمانے میں ہوتے تو نبیوں کے خون میں ان کے شریک نہ ہوتے۔ اس طرح تم اپنی نسبت گواہی دیتے ہو کہ تم نبیوں کے قاتلوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے فرزند ہو۔ غرض اپنے باپ دادا کا پیمانہ بھر دو۔ اے سانپو! اے افعی کے بچو! تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے۔ اس لئے دیکھو! میں نبیوں اور داناؤں اور فقیہوں کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ ان میں سے تم بعض کو قتل اور مصلوب کرو گے اور بعض کو اپنے عبادت خانوں میں کوڑے مارو گے اور شہر در شہر ستاتے پھرو گے تاکہ راست بازوں کا خون جو زمین پر بہایا گیا تم پر آئے۔ راست باز ہابل کے خون سے لے کر برکیاہ کے بیٹے زکریا کے خون تک جسے تم نے مقدس اور قربان گاہ کے درمیان قتل کیا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ اس زمانے کے لوگوں پر آئے گا۔"

(متی باب ۲۳ - آیت ۲۹ تا ۳۶)

حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ ابن مریم سے یہود کی پرخاش ایک تاریخی حقیقت ہے۔ گویہ دونوں پیغمبر انہی کی اصلاح میں کوشاں تھے۔

صلِّ علےٰ جمیع الانبیاء والمرسلین

شدید ترین دشمنانِ اسلام

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۖ وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ○

(۵ - المائدہ - ۸۲)

"تم اہلِ ایمان کی عداوت و دشمنی میں سب سے زیادہ شدید یہود کو پاؤ گے اور ان کو جو شریک بتاتے ہیں اور محبت میں قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس واسطے کہ ان میں عبادت گذار عالم اور درویش پائے جاتے ہیں اور یہ لوگ گھمنڈی نہیں ہیں۔"

مسلمانانِ عالم کو یا صرف ہمارے ائمہ دین و پیشوا و عرب بھائیوں کو فقط یہی ایک آیت یاد رہتی تو یہ دن دیکھنے نصیب ہی کیوں ہوتے کہ قرآن میں جس قومِ یہود کو عداوت و دشمنی میں اہل ایمان کے لئے مشرکین کا ساتھی بتایا گیا ہے انھیں اب جاکر پہچانا۔ قرآن مجید کی ایک آیت صرف تلاوت ہی کر لیجئے! آپ پر حقیقتِ حال کے دروازے کھول دے گی، اور اس سے انجان بنے رہیے پھر تمام عزت آبرو مال و

ملک، شوکت و وجاہت سب کچھ ہاتھ سے نکل جانے کے بعد ننگی آنکھوں سے وہی کچھ دیکھئے جو یہ آیتِ ربانی آپ کو دکھانا چاہتی تھی۔

بھلا بتایئے دنیا کیا کہے گی کہ جن کی مقدس کتاب میں یہ آیت موجود تھی۔ وہ اس قومِ یہود سے سب سے زیادہ ناواقف نکلے۔

نصاریٰ کو مسلمانوں سے محبت میں قریب بتاکر قرآن نے اُن کے اور اہلِ ایمان کے فاصلے کم کر دیئے۔ مگر یہ کون سے نصاریٰ ہیں؟ آج کے نہیں۔ آج تو نصاریٰ ہونے کا دعویٰ دار شاید کوئی نہیں، مسیحی، عیسائی، رومن کیتھولک پروٹسٹنٹ وغیرہ ہر طرح کے لوگ ہیں۔ یہ سب فرنگی قوموں کی تبلیغ اور تائید سے بنے ہوئے لوگ ہیں۔ قرآن تو محبت میں انھیں قریب بتا رہا ہے جو قدیم طبقہ (NAZRENES) تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو اپنے آپ کے نصرانی ہونے کا اعلان کر چکے تھے ــــ یعنی ہم انصار اللہ ہیں۔ خدا کے دین کے مددگار ہیں۔

اور یہاں بھی وہی مخصوص طبقہ مُراد ہے جو شاید اب خال خال ہو یا نہ بھی ہو، باقی مسلمانوں کی عداوت میں ان کے نئے پُرانے اگلے پچھلے سب برابر ہیں۔

عیسیٰ پر ہاتھ ڈالنے والے

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ○ (۵۔ المائدہ۔ ۱۱۰)

"اور اے عیسیٰ! جب تم بنی اسرائیل کے پاس دلائل لے کر گئے اور انہوں نے تم پر ہاتھ ڈالنا چاہا تب میں نے انہیں روک دیا اور بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر بن گئے وہ کہہ اُٹھے کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے۔"

بنی اسرائیل نے حضرت مسیحؑ پر ہاتھ ڈالا۔ اس کا تذکرہ موجودہ اناجیل اربعہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے اور یہ تاریخی حقیقت ہے اس کا انکار کسی یہودی یا نصرانی نے نہیں کیا بلکہ دونوں اس بات کے خوب قائل ہیں کہ یہود نے مسیح علیہ السلام پر پتھر اُٹھائے، یہود کی قدیم تاریخی کتابوں نیز بیسویں صدی میں یہودی نقطۂ نظر کو پیش کرنے والی تمام کتب میں حضرت مسیح کو سحر پیشہ قرار دیا گیا ہے۔ معاذاللہ نعوذ باللہ مگر آج کی دنیا میں یہود کی پوری تائید و نصرت عیسائی کرنے لگیں تو "چور چور موسیرے بھائی" والی کہاوت کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔

قرآن پاک کا بیان تو آپ ابھی ابھی پڑھ چکے ہیں کہ یہودی اور عیسائی

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہو سکتے ہیں۔ جبکہ مسیحؑ کے متعلق ہر طرح کی کفریہ بکواس یہود کا مذہب بن گیا، سیدنا عیسیٰ پر جادوگر ہونے کا الزام لگاتے ہی خدائے تعالےٰ نے یہود کو کافر قرار دیا، پھر بھی مسیحی دنیا یہود کی پُشت پناہ بنی ہوئی ہے مگر انصاف پسند ملّتِ اسلامی کے افراد کو جو موسیٰ علیہ السّلام اور عیسیٰ علیہ السّلام کو خدا کا نبی مانیں پس دشمنی انہی سے رکھی جانی چاہیئے۔ "آواز دو انصاف کو انصاف کہاں ہے۔"

زمانہ بھی کیسی کیسی کروٹیں بدلتا ہے۔ ورنہ کم از کم مسیحی دنیا کو لازم تھا کہ یہود کے بالمقابل وہ مسلمانوں کی مدد بھلے ہی نہ کرتی لیکن یہود کے استحکام کے لئے اپنی مذہبی ناک کٹوانے سے تو اسے پرہیز کرنا ہی چاہیئے تھا۔

کِتابُ اللہ کی اتباع

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِیْٓ اَحْسَنَ وَ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

"پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی جس سے اچھی طرح نیک عمل کرنے والوں پر نعمت پوری ہو اور ہر ضروری شے کی تفصیل اور ہدایت و رحمت ہو تاکہ لوگ اپنے رب کی ملاقات کا یقین جانیں، اور یہ کتاب (قرآن) جس کو ہم نے نازل کیا ہے برکت والی ہے۔ سو تم اب اس کی پیروی کرو اور خدا سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔" (۶- الانعام ۱۵۴-۱۵۵)

موسیٰ علیہ السّلام کو دی گئی "کتاب اللہ" کا نام توریت ہے۔ اس کی فضیلت کو قرآن پاک نے بیان کر دیا، مگر جب اس کے حامل اس کتاب کی تعلیمات سے جی چرا گئے اور ہدایت و رحمت کو اپنے حق میں گمراہی اور زحمت بنا چکے تب تازہ ہدایت نامہ "قرآن پاک" نازل کیا گیا۔ اس جدید ہدایت نامے کی پیروی کرنی چاہیئے۔ خدا کی کتابیں جنتر منتر کے لئے تو نہیں ہوا کرتیں، ان کی اتباع اور پیروی سے ہی انسان خدا کی رحمت کا مستحق ہو سکتا ہے اور اتباع کرنے کے لئے پڑھے اور سمجھے بغیر چارہ نہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

دیکھیں تم کیا کرتے ہو؟

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ○

(۷۔ الاعراف۔ ۱۲۸-۱۲۹)

"موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد چاہو اور صبر کرو۔ زمین اللہ کی ہے۔ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے وارث بنا دیتا ہے مگر اچھا انجام تو خدا سے ڈرنے والوں ہی کے ہاتھ رہتا ہے۔ وہ کہنے لگے۔ ہم تمہارے آنے سے پہلے بھی ستائے جاتے رہے اور تمہارے آنے کے بعد بھی کوئی فرق نہ پڑا۔ موسیٰ نے فرمایا۔ بہت جلد تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر ڈالے گا اور تم کو زمین کا حاکم بنا دے گا۔ پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیا عمل کرتے ہو۔"

مصر میں فرعون کے زیرِ اقتدار دُکھ بھری زندگی گزارنے والے بنی اسرائیل کو

موسیٰ ڈھارس بندھا رہے ہیں۔ قوم کی آس ٹوٹ گئی ہے اور حسرت بھرے انداز میں کہہ رہی ہے کہ آپ کے آنے سے قبل بھی ہم دُکھی تھے اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی سلسلہ مصائب میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ موسیٰ علیہ السّلام نے انہیں بشارت دی کہ عنقریب دشمن ہلاک ہوگا اور اقتدار تمہیں عطا کیا جائے گا۔ تاکہ یہ دیکھا جا سکے کہ سلطنت ملنے کے بعد تم کیا کرتے ہو

اِس آیت میں دو باتیں صاف صاف معلوم ہوتی ہیں۔ بُرے لوگوں کو اقتدار سے ہٹانے کے بعد نیک لوگوں کو یوں ہی تختِ سلطنت پر براجمان کرا دینا خدا کا دستور نہیں، بلکہ اچھے لوگ اقتدار پا کر کِس طرح کام کرتے ہیں۔ یہ دیکھنا مقصود ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ شام و فلسطین میں بھی بنی اسرائیل کی حکومت کا قائم ہو جانا ناممکن نہیں۔ بُرے لوگوں کو ہٹا کر دوسروں کو موقع دینا۔ اگر وہ بھی بُرے ثابت ہوں، تو پھر کسی اور کو بھی یہاں بٹھایا جا سکتا ہے۔ مسلمان خوب سمجھ لیں کہ یہود کے مقابل اِسے دینی اعتبار سے اچھا ثابت ہونے کے بعد ہی بیتُ المقدس مِلنا ہے ورنہ نہیں۔

اِسی پر منحصر نہیں بلکہ مسلمانوں نے بعض بعض مقامات پر صدیوں تک حکومت کی ہے۔ اپنے دورِ اقتدار میں "خدا کو ناپسند ہوں" ایسی حرکتیں کرتے رہے اور ثابت کر دیا تھا کہ اب وہ جمنا کنارے مصلّے بچھانے کے لئے تیار نہیں ہیں وہ صرف اپنی شان و شوکت اور جبروت کی دھاک بٹھانے کے لئے عمارتیں بنائیں گے خدا کے دین سے انہیں کچھ لینا دینا نہیں تو پھر فیصلہ ہونا ہی تھا کہ اقتدار اب کسی اور قوم کو ملنا چاہیئے۔ جمنا تو یہی تھی جس کی دھارا میں ہمارے بزرگوں نے دھو کر

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے اِس دھرتی پر خدا کے آگے سر جھکایا تھا' اور اسی راہ سے مددِ خداوندی کے دروازے کھلے تھے۔ مگر اب مسلمان کو خدا سے کچھ کام نہیں تھا۔ مغل دَور کی تاریخ اسی ملک کے اندر اعتمادالدولہ کے مقبرے کی جالیاں اور شراب کی پیالیاں اب بھی شہادت دینے کے لئے برابر موجود ہیں۔ آگرے میں تختِ طاؤس کے دُھندلے نقوش دہلی اور آگرہ کے لال قلعہ، فتح پور سیکری وغیرہ اور اعتمادالدولہ کے مقبرے بس مقبرے ہی ہیں۔ پتھر کی عمارتیں سُنسان عِلاقوں میں کھڑی کھڑی یہاں کے مسلمانوں کی سطوت اور جاہ وجلال کا نقش ذہن پر ڈال دیتی ہیں' مگر کب تک؟ ایک دن یہ سب کھنڈروں میں تبدیل ہوجائیں گے۔ لیکن کیا اب جن کو موقع مِلا ہے وہ تختِ سلطنت پر قیامت تک بیٹھ سکیں گے؟ نہیں۔ ان کا بھی یہی حال ہوگا بلکہ قدیم لوگوں سے بھی خراب تر' وہاں بیس بیس سال تک حکومت تو ہوجاتی تھی یہاں تو آج کے۔ جہ کی عمر پانچ سال ٹھہری۔ اس کے بعد الیکشن میں پھر زندہ ہوئے تو ٹھیک ورنہ کوئی جلے کی پیالی کو پوچھنے والا نہیں چاہے عمر دراز ہی کیوں نہ مِل جائے۔ ایسے فانی اقتدار کی کُرسی پر بیٹھنے کے لئے آدمی بھلا کیونکر ادھم مچاتا ہوگا جبکہ پچھلوں کا انجام برابر دیکھتا رہا ہے۔

مِثالی صبر

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ○

(۷۔ الاعراف۔ ۱۳۷)

"اور پورا ہوا نیک وعدہ تیرے رب کا بنی اسرائیل پر جبکہ انہوں نے صبر کیا اور جو کچھ فرعون اور اس کی قوم نے تیار کیا تھا اور جو اُونچی عمارتیں بنائی تھیں ان سب کو ہم نے تباہ کر دیا۔"

مظلوم قومیں صبر واستقامت اگر دکھا دیں تو خدائی وعدہ اُن کے حق میں پورا کر دیا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل فرعون کے ظلم وستم کے مقابل چار و ناچار صبر کو اختیار کرتے رہے۔ اس کی یہاں تعریف کی گئی ہے وہیں یہ حقیقت بھی بیان کر دی گئی کہ مادی طاقت خدائی انصاف کے آڑے نہیں آسکتی۔ گناہ پر ڈھیل اس نے بہت کچھ دی ہے اور گنہگار قوموں اور حکومتوں کو دیر تک برداشت کیا ہے لیکن جہاں ظلم ہو اور مقابلہ میں مظلوم اکائیاں صبر دکھاتی رہیں۔ وہاں اللہ نے فوری طور پر ظالموں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ گناہ سے حکومتیں فوراً نہیں ٹوٹا کرتیں، مگر ظلم بڑی بڑی حکومتوں کو اپنی فلک بوس عمارتوں اور ایوانوں سمیت آن کی آن میں زمین بوس کر دیتا ہے۔

بنی اسرائیل کے دورِ موسوی کی تاریخ میں مظلوم قوموں کے لئے بڑی عبرت ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بگڑی قوموں کی راہ

وَجَاوَزْنَا بِبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا کَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ○ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَبٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○

(۷۔ الاعراف۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹)

"اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار اُتار دیا۔ تو یہ پہنچے ایک ایسی قوم کے علاقے میں جو بتوں پر جمی ہوئی بیٹھی تھی۔ کہنے لگے موسیٰ آپ بھی ہیں عبادت کے لئے ایسا بت بنا دیجئے جیسے اُن کے پاس ہیں۔ موسیٰ کہنے لگے تم بڑی جہالت کی بات کر رہے ہو۔ یہ سب تباہ ہونے والا ہے اور جس میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں سب باطل ہے۔"

نبیوں کا دین چھوڑنے کے بعد تو ہر دَور میں اُمتیں شرک وکفر میں ملوث ہوتی رہی ہیں۔ کسی نے قبر پرستی کی، کسی نے بت پرستی۔ مگر یہود کا نمبر یہاں بھی سب سے اوپر رہا۔ کہ موسیٰؑ کی موجودگی میں خود اُن سے بت خانہ بنا دینے کی درخواست کر دی۔ یہاں سے زمانۂ مسیح تک پہنچتے پہنچتے یہود پورے طور پر قبر پرست بن چکے

تھے جس کا تذکرہ مسیح ابن مریم کی زبانی اناجیل اربعہ میں جگہ جگہ مل جاتا ہے۔ صورت پرستی اور ظاہر پرستی میں اجسام چاہیئے۔ کہیں تو ہاتھ سے بنا لیا اور کہیں بنے بنائے صالح انسان مل جائیں تو ان ہی سے یہ کام لے لیا۔ مسلمان کو چاہیئے کہ اپنی دینی عظمت اور توحید کے وقار کی حفاظت کرے اور ایسی کوئی حرکت نہ کرے جس سے بگڑی قوموں کی راہ پر وہ چلنے لگے۔ خیر یہود یہاں تو کامیاب نہ ہو سکے مگر حضرت موسیٰؑ کے کوہ طور پر تشریف لے جانے پر بچھڑے کی صورت بنا کر پوجا کر کے اپنے کفریہ جذبات کی تسکین کر لی۔

مسلمان کو خدا کی بندگی میں تسلی ہو جانی چاہیئے۔ ہر طرح کی ظاہر پرستی بُت پرستی، قبر پرستی، پیر پرستی وغیرہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جو خدا پرستی اختیار کرے وہ مسلمان ہوا۔ باقی تصورِ شیخ اور تعظیمی سجدہ اور وسیلۂ شیخ وغیرہ کی راہ سے پچھلی اُمتیں زیادہ دن تک توحید کی امانت کو سنبھال نہیں سکیں اور بالآخران کا شمار اس دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ نہ ہوا۔ تب خداوندِ قدوس نے ان کو نبی اور کتابیں بھیج کر راہِ راست پر لانا چاہا مگر اس اُمتِ محمدیہ کے سُدھار کے لئے اب کوئی نبی یا کتاب آنے سے رہی، لہٰذا ہمیں تو فقط اللہ کی کتاب اور اُس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پر ہی چلنا چاہیئے اور کسی بگڑی ہوئی قوم کی نقالی سے ہر صورت میں پرہیز کرنا ہی چاہیئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بدترین ذِلّت

وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبۡعَثَنَّ عَلَيۡهِمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ مَنۡ يَّسُوۡمُهُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ‌ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيۡعُ الۡعِقَابِ‌ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ○ (الاعراف ۱۶۷)

"وہ وقت یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کر دیا کہ برابر مسلّط کرتا رہے ان پر قیامت کے دن تک ایسے لوگ جو انھیں بدترین تکالیف دیتے رہیں گے۔ بے شک تمہارا رب جلد عذاب کرنے والا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے۔"

حضرت مسیح کے لگ بھگ آٹھ سو سال قبل سے یہود پر یہ نوٹس جاری کیا جاتا رہا کہ وہ اب سنبھل جائے ورنہ اُسے ایسا روندا اور پامال کیا جائے گا کہ تا قیامت اس سے چھٹکارا حاصل کرنا ان کے لیے بہت مشکل ہو جائے گا۔

یہود مال دار اور تاجر بھی رہے۔ بڑی بڑی کوٹھی، بنگلے انھیں مُیسّر ہونے کے عزت کی زندگی کہیں نہیں ملی۔ ہر وقت سر پر ایک نہ ایک طاقت کھڑی ہے، چاہے اقتدار اپنا رہا ہو یا غیروں کا۔

اس طرح کی آیات کے شارحین اور مفسرین نے جو کچھ لکھا ہے اس میں کہیں

کہیں کسی نے یہ بھی لکھ دیا کہ ان کی حکومت قائم نہ ہو گی۔ یہی اصل ہے۔ اس خام خیال کی کہ یہود کی حکومت قائم نہ ہو گی اوپر جو آیت کریمہ ہم نے درج کی ہے اسے بار بار پڑھیے اور بتائیے کہ اُنہیں حکومت میسّر نہ ہو گی یہ کہاں لکھا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ چاہے انہیں اقتدار ہو یا نہ ہو تا قیامت ایک نہ ایک شخص ان کے سر پر جُوتے مارتا رہے گا۔ یہ بدترین ذلّت انھیں اپنی اقتدار کی کرسیوں پر بیٹھ جانے کے بعد بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑے گی۔

دورِ حاضرہ میں خود ان کی دولتِ یہود جو مشرقِ وسطیٰ میں فرنگی طاقتوں کی سازش کے سہارے قائم ہے وہ بھی ان کی نیند حرام کئے ہوئے ہے۔ مگر حکومت کسی طرح کی بھی انہیں کبھی بھی حاصل نہیں ہو گی۔ اس کا تذکرہ تو کلام پاک میں نہیں ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

منتشر اجزا

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ (۷ - الاعراف - ۱۶۸)

"ہم نے انھیں زمین میں ٹکڑے کر کے منتشر کر دیا۔ کچھ تو ان میں نیک ہیں اور کچھ اُن کے اور طرح کے ہیں۔ ہم ان کے اچھے اور بُرے حالات میں آزمائش کرتے رہے شاید کہ یہ لوگ پلٹ آئیں۔"

روئے زمین کے ہر قابلِ ذکر علاقے میں اس قوم کے منتشر اجزا پائے جاتے ہیں۔ ان میں کچھ نیک ہیں اور باقی بدکار۔ ان لوگوں نے ہر ملک میں ایک خاص مقام پیدا کر لیا۔ لیکن ملک ان کا اپنا اب تک کوئی نہیں تھا۔ دولت اسرائیل ٹوٹنے کے بعد انھیں ملّی اعتبار سے یکجائی نصیب نہیں ہوئی، مگر اس دور میں فلسطین میں ایک علاقے کو دولتِ اسرائیل بنانے میں یہود کامیاب ہو گئے، اگر یہ لوگ وہی ریاست قائم کر دیں جو حضرت موسیٰ کرنا چاہتے تھے۔ تو میرا جیسا مسلمان تو اس اسرائیلی ریاست میں رہنا زیادہ پسند کرے گا لیکن امرِ واقعہ تو یہ ہے کہ یہود اب ایک ملعون قوم کی حیثیت سے بُری طرح قوم پرستی کے جذام میں سڑ چکے ہیں انھیں شریعت موسوی پر

کسی ریاست کا قیام مقصود ہی نہیں بلکہ منتشر یہود کو ایک وطن الیہود ملے اور یہ ہو بھی گیا، لیکن اُس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ وطن الیہود میں تنہا یہودی سرمایہ داروں اور سائنٹسٹوں نیز ان سیاست دانوں ہی کا حصّہ نہیں جنہوں نے اپنے مغربی آقاؤں کی خدمت کا صِلہ وطن الیہود کی شکلوں میں پایا ہے۔ بلکہ وطن میں ابھی اور بھی بہتوں کا حصّہ ہے جو اِس سازش میں برابر کے شریک رہے ہیں کہ مشرقِ وسطیٰ میں ایک علاقہ ایسا بنایا جائے جو اِسلام اور مسلمانوں کے لئے ہمیشہ اضطراب کی وجہ بنا رہے۔ لیکن جب ہم مسلمان جو تازہ دَم اُمّت ہیں اور رُوئے زمین پر بہت سے علاقوں میں اپنے اقتدار کے ہوتے ہوئے بھی شریعتِ اسلامی کا نافذ کرنا پسند نہیں کرتے۔ تب یہود جو دائرۂ اسلام سے نِکال باہر کئے جا چکے ہیں۔ شریعتِ اسلامی کا موسوی نمونہ بھلا کیسے قائم کر سکتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کتاب کے وارث

فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○

(سورۃ الاعراف ١٦٩)

"پہلی نسلوں کے بعد ایسے ناخلف ان کے جانشین بنے جو وارث ہوئے کتاب کے اور لینے لگے ادنیٰ اسبابِ زندگانی اور کہتے ہیں کہ ہمیں معاف کیا جائے گا مگر ایسا ہی اسبابِ زندگی اور بھی آوے تو لپک کر لینا جاری رکھتے ہیں۔ کیا اُن سے کتاب میں عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ پر سچ کے سوا کچھ نہ بولیں اور انھوں نے پڑھ بھی لیا ہے جو کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ خدا پرست لوگوں کے لئے آخرت کی قیام گاہ بہتر ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔"

کتاب کے وارث ہونے کے بعد بنی اسرائیل جو نمونہ اس دھرتی پر چھوڑ گئے

ہیں، اسی پر آج کی ملتِ اسلامی کا عمل ہے۔ جب ہر جگہ اُن کے نمونے پر عمل ہو جو خدا کی بارگاہ سے دھتکارے گئے ہوں تو اس نمونہ پر خدا کی رضا کیسے حاصل کی جا سکتی ہے۔ ہمارے علمائے کرام و دینی ذمہ دار نیز ہمارے آج کے صوفیا و قلندر اور پیر و فقیر بھی دھیان دیں کہ خدا کے بارے میں انھیں سچ کے سوا کچھ نہیں کہنا ہے اور دُنیوی عارضی قیام گاہ کے لئے منبرِ رسولؐ کا نیلام ہرگز نہیں کرنا ہے اور اگر یہ حرکت کسی سے سرزد ہو گئی ہو تو تمام اسبابِ زندگانی کو لات مار کر آخرت کی قیام گاہ کو بہتر بنانے کے لئے وارثِ کتاب اللہ ہونے کا اپنا مقام ٹھیک ٹھاک کر لے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کُفریہ بکواس

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝ (۹۔ التوبہ۔ ۳۰)

"یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح خدا کے بیٹے ہیں۔ یہ اُن کے منہ کی بکواس ہے۔ کافروں کے راگ میں راگ مِلا رہے ہیں۔ خدا کی پھٹکار ان پر یہ کہاں دھوکہ کھا رہے ہیں۔"

حضرت عزیر علیہ السّلام (EZRA) خدا کے ایک پیغمبر ہیں۔ بابل کی اسیری کے بعد بنی اسرائیل کی نشاطِ ثانیہ میں اُن کا بڑا زبردست کارنامہ بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت عزیرؑ کی وجہ سے بنی اسرائیل کو بڑی ترقی نصیب ہوئی۔ اِس لئے انہیں بڑے ادب واحترام سے یاد کیا جاتا رہا۔ مگر جس طرح ہم نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم سے اپنی دینی و دنیاوی اصلاح کا نفع تو کم اُٹھایا مگر حضرت کی تعظیم میں غلو کر کے انھیں خدا کے نبی تو کیا خود اللہ سے بھی زیادہ مرتبہ دینے

لگے۔ یہ نمونہ ہم میں بھی یہود کی دیکھا دیکھی آیا ہو یا یہ طریقہ کسی یہودی نے ہم میں جاری کر دیا ہو تو تعجب نہیں کہ انبیاء و صلحا اور اولیاء اللہ کی بات تو ایک بھی قبول نہ کرو باقی ادب و تعظیم میں اِتنا شور مچاؤ کہ دنیا صرف تم کو اُن سے پیار و محبت کرنے والا ماننے پر مجبور ہو جائے۔ یہی حال عیسائی لوگوں کا بھی ہوا۔ مسیحؑ کی تعلیم اور عقائد سے کچھ سروکار نہیں۔ بس نام میں تعظیم اور ادب کرلیا۔ مرتبہ میں غلو اور غلو کرلیا۔ پھر کسی کی کیا طاقت ہے کہ مسیحؑ کا انھیں مخالف کہہ سکے۔ مگر دراصل ایسے لوگ ہی انبیاء اور صلحا کے پکے مخالف ہیں جو ان کی دعوت کے ایک اصول کو بھی دنیا میں چلنے دینا نہیں چاہتے مگر ان کی تُربت کو سجا کر عوام سے واہ واہ ہی کے حقدار ہو جاتے ہیں کہ سچے عقیدت مند ہیں تو یہ ہیں۔ یہ زبردست دھوکہ ہے۔ ہم اور دوسرے لوگ جتنی جلد اس مغالطہ سے چھٹکارا پالیں اتنا ہی اچھا ہو۔ کسی کو کافروں کے راگ میں مِلانا ہو تو اور بات ہے باقی اِسلام کی تعلیم میں نبی کو نبی اور خدا کو خدا مانے بغیر چارہ نہیں۔ یُضَاهِئُونَ کا ترجمہ ہم نے راگ میں راگ مِلانا کیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دینی شخصیتوں کو ان کے مرتبے سے غلو کر کے جب کچھ کا کچھ بنا دیا جائے تو فاتحہ، درود اور ایصال ثواب تک زیادہ دیر کام نہیں چلتا۔ آگے چل کر کفار کے راگ میں راگ مِلانے کے لئے طوائفیں زنخے، ڈھول، تاشے، ہجڑے، باجے، ننگ دھڑنگ فقیر، گانجہ، چرس، شراب، زنا، بے پردگی سب ہی کچھ خود بخود آجاتا ہے جب کہیں راگ میں راگ ملانا پورا ہوتا ہے۔

پھر جب یہی کچھ ہو گیا تو سجدہ اور دعا حتّٰی کہ خدا کے آگے جتنے مراسمِ بندگی ادا کیے جاتے ہیں سب خدا کے بجائے خدا کے بندوں کے آستانوں پہ بھینٹ چڑھا دیے جاتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

خدا کے صالح بندوں کو خدا نے جو رتبہ دیا ہے وہ کیا کم ہے کہ ہم اپنی طرف سے ان کا رتبہ بڑھانے کے لئے من مانی باتیں گھڑ کر کسی کو حاجت روا اور مشکل کشا اور کسی کو حاضر و ناظر بتا کر خدا کی توحید کو تارپیڈو کر دیں۔ ہماری اس حرکت سے خدا کی خدائی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ بلکہ ہمارے اپنے مقامِ بندگی کا تانا بانا بکھر جائیگا خدائی صفات کا دعویٰ اس کے صالح بندوں کے لئے جو لوگ بھی کرتے ہیں وہ اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ یہود و نصاریٰ کی طرح خدا کے بندوں کو بھی خدا بنا کر دم لیتے ہیں۔

کم سن مؤمن

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

(۱۰۔ سورۂ یونس۔ ۸۳)

"اُن کی قوم کے چند کم سن لڑکوں کے سوا موسیٰ پر کوئی ایمان نہیں لایا۔ وہ بھی فرعون اور اس کے سرداروں کے خوف سے کہ کہیں انھیں مصیبت میں نہ ڈال دے۔ فرعون اس ملک میں بہت زور رکھتا تھا اور واقعی اس کا شمار زیادتی کرنے والوں میں تھا۔"

اللہ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم اور تشدد سے آزادی دلانے اور انھیں پھر سے ملتِ ابراہیمی کے خطوط پر قائم کرنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو بھیجا تھا مگر بنی اسرائیل کی طرف سے حضرت موسیٰ کا تعاون قومی اعتبار سے نہیں کیا گیا بلکہ مٹھی بھر نوجوان دعوتِ موسوی کے جھنڈا دھاری بنے پوری قوم یہود اس موقع پر تماشائی بنی رہی۔ تعاون تو کیا تصدیق کی حد تک بھی اس قوم نے حضرت موسیٰ کا ساتھ نہیں دیا، ورنہ کوئی وجہ نہیں تھی کہ ایک ایسا عظیم رہنما جو ایک طرف خدا کا نبی

toobaa-elibrary.blogspot.com

تھا، اور دوسری طرف بنی اسرائیل کو قومی آزادی دلانے کے لئے فرعون جیسی ظالم و جابر طاقت سے تنِ تنہا جا ٹکرایا۔ احساس کا ساتھ اسی کی وہ قوم نہ دیتی جس کی آخرت اور دنیا بنانے کے لئے موسیٰ علیہ السلام عمر بھر محنت کرتے رہے

ضمناً یہ بھی ثابت ہوا کہ کمسن اور نوجوانوں کا خون اُبلنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ ضرورت ہے کسی داعی کی جو نئی پود کو ایک صحیح مقصد کے لئے منظم کرے اور وقت کے خونخوار اقتدار کے آگے ان کو کھڑا کر دے۔ چاہے اس اُبلتے لہُو کو جی بھر کر پی لینے کے بعد یا تو ظالموں کا ہی خاتمہ ہو جائے یا نصرتِ ربِّ اعلیٰ سے خدائی فوج کے یہ جوان ظالموں کا گھمنڈ چور چور کر دیں۔

نماز باجماعت

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُیُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ○

(۱۰۔ یونس، ۸۷)

" اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر بنائے رکھو اور اپنے گھروں کو ہی قبلہ نماز بنا لو۔ نماز کو قائم کرو اور جو اس بات کو مان لیں انھیں خوش خبری سنا دو۔"

جب یہود نے حضرت موسیٰ کا علانیہ ساتھ دینے میں ہمت ہار دی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ...ل احکامات دیئے۔ چونکہ ظلم کا مقابلہ کرنے کے لئے جماعتی قوت درکار ہے جو بندگی ...ب کے شکنجے میں جکڑی ہوئی ہو۔ اسلام نے روزِ اول سے نماز و صبر کو اسلام والوں ...ں ایک بڑی زبردست طاقت قرار دیا ہے۔ ایمانی ضعف اور مایوسی کا شکار یہودی معاشرہ ...لانیہ اقامت صلوٰۃ سے سلطنتِ وقت کی لال آنکھ کا شکار بننا اپنے بل بوتے کے باہر کی ...ر جاتا تھا اور یہ قوم اتنا بڑا خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں تھی۔ اس لئے انھیں اپنے ...روں میں نماز قائم کرنے کے لئے حکم دیا گیا۔ یہ بات تو معلوم نہ ہو سکی کہ چوری چھپے ان ...وں نے نماز باجماعت کی تیاری کی تھی یا نہیں، البتہ اتنا ضرور ہوا ہوگا کہ جن لوگوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے اپنے گھروں میں نماز قائم کی ان کی تعداد بھی بہت تھوڑی ہوگی۔ آج کے پُر آشوب دور میں مسلمانوں کے لیے اس سُنتِ موسوی میں بڑا سبق ہے کہ ظالموں سے نپٹنے لیے وہ نماز باجماعت کا انتظام پھر سے قائم کریں۔ بکھری ہوئی مِلّت کو نمازِ باجماعت کے ذریعہ بہت جلد از سرِ نو منظم کیا جا سکتا ہے۔ کاش عرب اسرائیل جنگ میں عرب نمازِ باجماعت سے نصرتِ الٰہی کی مستحق بنا کر میدان میں اُتارتے۔

مگر یہاں تو مغربی تہذیب نے ہمیں اتنا مرعوب کر دیا ہے کہ نماز ادا کرتے ہوئے بھی شرم آنے لگتی ہے۔

کتابِ موسیٰؑ کی تعلیم اور غیر اللہ کی کارسازی

وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ أَلَّا تَتَّخِذُوا مِنْ دُونِي وَكِيلًا ○ (۱۷- بنی اسرائیل- ۲)

"ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور بنی اسرائیل کے لئے اسے ذریعہ ہدایت بنا دیا اور یہ تاکید کر دی کہ میرے سوا کسی کو اپنا وکیل نہ بنا لینا۔"

اللہ کی کتاب کی تعلیم کا نچوڑ اگر کوئی جاننا چاہے تو یہ آیت اُس کے لئے کافی ہے۔ خدا کے سوا کسی کو اپنا کارساز، حاجت رَوا، مشکل کُشا، کام بنانے والا اور ... توکل مان لینا مشرک سوسائٹی کا یہ سب سے خطرناک مرض ہے جس کی نشاندہی ... زمانے میں خدا کی کتابوں میں بیان کر دی گئی۔ پھر بھی دنیا کی تمام اہلِ کتاب ... اکائیاں (UNITS) اِس روگ میں مبتلا ہیں، حتیٰ کہ آج کے مسلمان معاشرہ ... کو یہ بات یاد نہ رہی کہ غیر اللہ کو کارساز مان کر اس کی دینی و اعتقادی تندرستی ... خاتمہ ہو جائے گا۔ ذریعہ ہدایت اللہ کی کتاب ہے اور انسانی قافلے کے جہاز کا لنگر ... خدا کی وحدانیت ہے۔ جس نے بھی غیر اللہ پر بھروسہ کیا وہ بالآخر خدا کی نصرت اور تائید ... محروم ہو گیا۔

کتاب چاہے موسیٰؑ کی ہو یا عیسیٰؑ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ایک آسمانی کتاب میں توحید کو ... پکڑنے کی تعلیم دی گئی فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا "پس تم صرف اسی ایک کو اپنا کارساز بنا لو۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

پہلا فساد

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ
فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ○ فَاِذَا جَآءَ
وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ
شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا
مَّفْعُوْلًا ○ (۱۷ بنی اسرائیل آیت ۴-۵)

"اور صاف کہہ سُنایا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں کہ تمہاری وجہ سے ملک میں دو مرتبہ فساد ہوگا۔ اور تم بڑا اودھم مچاؤ گے۔ پھر جب پہلا موقع آیا تو ہم نے تم پر خونخوار بندوں کو مسلط کر دیا۔ وہ تمہارے گھروں میں گھس پڑے اور یہ وعدہ پورا ہونا تھا۔"

توریت میں اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو خبردار کیا تھا کہ تم اپنے دورِ اقتدار میں دو مرتبہ فسادِ عظیم برپا کرو گے۔ اس میں پہلی پیش گوئی کے پورا ہونے کا زمانہ حضرتِ مسیح سے ۵۸۶ سال قبل کا ہے، جب شہنشاہِ بابل بخت نصر نے یاست یہوزیہ کو تہس نہس کر ڈالا حضرت طالوت کے بعد حضرت داؤد و سلیمان علیہم السلام

نے ریاست کے نظم و نسق کو احکامات توریت کے مطابق قائم کر دیا اور اللہ کی برکتوں کا اِن سلطنتوں میں ایسا نزول ہوا کہ تمام آبادیوں کے سارے دُکھ درد مٹ گئے خدائی احکامات کی پابندی سے ربِ اعلیٰ کے آستانۂ عالیہ سے یہود کو سلطنت و حکومت بطور صدقہ مِل گئی اور جس کسی کو یہاں اقتدار ملا ہے وہ خدا کے دینے ہی سے مِلا ہے۔

بنی اسرائیل کا یہ زمانہ نہایت ہی قابلِ رشک تھا جبکہ وہ ایک طرف اپنے رب کے فرماں بردار تھے اور دوسری طرف اقوامِ عالم پر ان کی سیادت و حکمرانی چلا کرتی تھی، مگر جب ان لوگوں نے عیاشی، دنیا طلبی، فریب، چغل خوری، زنا اور بدکاری، شراب نوشی، ظلم و طغیان، سود خوری، رشوت خوری، بے ایمانی، آپسی پھوٹ اور نفاق سے اپنے اقتدار کے علاقوں کو گندہ کر دیا۔ تب ان میں مفتوح قوموں کا شرک گھس آیا اور ہر طرح کی قبر پرستی، لکڑی پتھر کی صورتیں، مُورتیں، ناچ گانے و جنسی انارکی اور بداخلاقی کے شکار ہوئے۔ حتیٰ کہ شریعتِ موسوی کی ہر طرح کی پابندیوں سے آزاد ہونے لگے اور باپ کی حرم شکنی، حالتِ حیض میں مباشرت، خود اپنی بہو بیٹیوں کے ساتھ بدذاتی کے جُرم تک میں مبتلا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حاملِ کتاب قوم کو اس کے کالے کرتوتوں سے متنبہ کرنے کے لئے پے در پے انبیاء بھیجے۔ حضرت الیاس علیہ السّلام، الیسع علیہ السّلام اور حضرت عاموس و یسعیاہ اور یرمیاہ ان تمام نبیوں نے اپنی ساری زندگیاں ان کی اصلاح کے لئے صرف کر ڈالیں۔ مگر یہ قوم اپنی اخلاقی گندگی اور شرک کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوئی تب اِس بدکار اور مشرک قوم کے اعمال بصورت بخت نصر متشکل ہو کر سامنے آئے اور بخت نصر کی فوجوں نے نہ صرف حکومتِ یہودیہ کا خاتمہ کر دیا بلکہ عام یہودی

toobaa-elibrary.blogspot.com

باشندوں کی بستیاں اُجاڑ دیں۔ ان کے گھروں میں گھس کر بُری طرح قتل اور ذلیل و خوار کرنے کے بعد غلامی کی زنجیروں میں طویل عرصہ کے لئے جکڑ دیا۔ یہ ہے وہ پہلا فساد جس نے بنی اسرائیل کی ہڈیاں توڑ دیں۔ ہمارے لئے اِس واقعہ میں بڑی عبرت ہے۔

"جنگِ بدر کا صدقہ" حکومتِ اسلامی کے قیام کی شکل میں ہمیں بھی ملا تھا، اور خلافتِ راشدہ تک ہم بھی ساری دنیا میں اپنا ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ خلافتِ راشدہ کے طویل عرصہ کے بعد یہ صدقہ ہمارے راجے، مہاراجے اور نوابوں کے حصّہ میں آ گیا۔ اپنے دورِ اقتدار میں ہمارے سلاطین نے جب تک خدائی احکامات کی پابندی کی تب تک خدا نے ان کو مہلت دی، مگر جب یہ خراب ہوئے تو خدا نے اپنے ظالم و جنگجو بندوں سے ان کی پٹائی کرا دی۔ ان کے قلعے اور سونے چاندی سے مُزیّن و آراستہ محلوں کو آگ لگوا دی۔

رب کے یہاں ہر ایک کا حق الخدمت مقرر ہے۔ فسادیوں کی محنت کی مزدوری ان محلات کا پگھلا ہوا سونا چاندی ان کے ہاتھ تھما دیا اور اب یہ خالی محلات، حمام اور باؤلیاں، قلعے اور ویران ٹھکانے ان نوابوں، شاہوں اور ان کی بیگمات کے مقبرے ہر روز صبح و شام عوام کے لئے تماشہ بنے ہوئے ہیں۔ اور شاید ان حکمرانوں کے باقیات الصالحات یہاں پر رات دن ہاتھ پھیلا کر اپنے پرکھوں کی عظمت کی دُہائی دے کر روپیہ آٹھ آنے وصول کرتے ہوں تب بھی تعجب نہیں۔

پہلے فساد کے بعد

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنٰكُمْ
بِأَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ أَكْثَرَ نَفِيْرًا ○ (۱۷۔ بنی اسرائیل۔ ۶)

"اِس کے بعد اُن پر ایک بار تمہاری باری پھیر دی اور مال و اولاد سے ہم نے تمہاری لشکری طاقت بڑھا دی۔"

قومی اور ملّی اعتبار سے بنی اسرائیل کے گناہوں کی پوری سزا دینے کے بعد پھر انھیں موقع دیا گیا کہ اپنے اصل مقام پر کھڑے ہوں جہاں ان کو انبیاء علیہم السّلام نے کھڑا کیا تھا۔ لگ بھگ ۵۳۹ سال قبل مسیح شہنشاہِ بابل کی طاقت زوال پذیر ہوئی اور حضرت عُذیر علیہ السّلام کی دعوت کے جھنڈے تلے پھر بنی اسرائیل کھڑے ہو گئے اللہ نے اِس قوم کے دن پھیر دیئے۔ اور انھیں مال و اولاد سے خوب خوب نواز دیا اور قابلِ جنگ افراد کی خاصی تعداد سے ایک زبردست فوجی طاقت عطا کر دی۔ حضرت عُذیر علیہ السّلام کی قیادت میں دینِ موسوی کی تجدید ہوئی۔ دینی تعلیم اور اخلاقی ضابطے میں بنی اسرائیل کی دل چسپی نے خدا کی رحمت کے دروازے پھر ان پر کھول دیئے حضرت عُذیر علیہ السّلام نے ان میں تبلیغی اسپرٹ پیدا کر دی اور ہمسایہ قوموں کو توحید اور کتاب اللہ نیکی اور پرہیزگاری کی دعوت دینے کے لئے من حیث القوم بنی اسرائیل

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو ایک دینی جماعت بنادیا۔ پس بنی اسرائیل کی قسمت پلٹی اور ایک بار اسے پھر ایسا ہی اقتدار نصیب ہوا جیسا پہلے تھا اور یہ نتیجہ تھا تمام تر حضرت عذیر علیہ السلام کی تبلیغی جدوجہد کا، اور بنی اسرائیل کے بھرپور تعاون کا جو تاریخ میں پہلی بار حضرت عذیر علیہ السلام کو میسر ہوا، ورنہ اب تک کسی نبی کو بنی اسرائیل خاطر میں لانے تک کو تیار نہیں تھے۔

دُوسرا فساد

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝

(۱۷ بنی اسرائیل ۷-۸)

"اگر نیکی پر چلے تو تم نے اپنا بھلا کیا، اور بُرائی پر چلے تو تم نے اپنا بُرا کیا پھر جب ہمارا دوسرا وعدہ آپہنچا تو ہم نے اور دُشمنوں کو تم پر مسلّط کردیا تاکہ تمہارے چہرے اُداس کردیں اور گھس جائیں مسجد میں جس طرح پہلی بار کے دُشمن گھسے تھے اور جہاں ان کا بس چلے خوب تباہی مچادیں گے، اب بھی تمہارا رب تم پر رحم کرنے کو تیار ہے، اگر تم پھر وہی کروگے تو ہم بھی وہی کریں گے اور ایسے کافروں کے لئے ہم نے جہنم کو قید خانہ بنا رکھا ہے۔"

پہلے فساد کے بعد بنی اسرائیل سنبھل گئے اور نیکی و خدا پرستی کو زندگی کا مقصد بنا

toobaa-elibrary.blogspot.com

لیا۔ مگر کامیابی مل جانے کے بعد رفتہ رفتہ پھر بگڑنے لگے اور ٹھیک اسی مقام پر جا کھڑے ہوئے جس کی وجہ سے پہلا فسادِ عظیم برپا ہوا تھا' اب پھر شریعت موسوی کے ترک و تحریف، گناہ و بُت پرستی، سود و زنا یہ سب کچھ پہلے کی طرح ہونے لگا۔ تب مسیح علیہ السلام نے جو خاص الخاص بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے۔ ان تمام بُرے کاموں کے خلاف آواز اُٹھائی۔ بعثت مسیحؑ کے وقت یہود فرقہ وارانہ ٹولیوں میں بٹ چکے تھے۔ اور یوں بھی ان کی ریاستیں مفلوج ہو کر رومی حکومت کے ماتحت (ہمارے یہاں کے دیسی راجاؤں کے طرز پر) باقی رہ گئی تھیں۔ اقتدار کا نشہ اُتر جانے کے بعد بھی یہ قوم ہوش میں نہیں آئی اور سیدنا مسیح علیہ السلام کی تبلیغ سے اپنی نشاۃ ثانیہ کے لئے تیار نہ ہوئی بلکہ وقت کی رومی سلطنت کے قانون میں بطور سازش کے حضرت مسیح علیہ السلام پر مقدمات چلائے اور اُنہیں سلطنت وقت کا باغی ثابت کیا۔ پھر حضرت مسیح کے قتل کی سازش بھی اسی قوم یہود نے تیار کی۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ سیدنا مسیحؑ کو قتل کرنے میں یہود ناکام رہے۔ حضرت مسیح کو اللہ نے ان ظالموں کے ہتھے نہیں چڑھنے دیا۔ اور آپ کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اس کے بعد یہود تو یہی سمجھے تھے اور اب تک سمجھتے آ رہے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کو انھوں نے قتل کر دیا۔ مگر فی الواقع شمعون نامی یہودی شخص کو انھوں نے مسیحؑ سمجھ کر قتل کر دیا۔ اس کے بعد بھی مسیحؑ پر ان کا غصہ کم نہیں ہوا اور مریم علیہا السلام پر بہتانِ عظیم کے چرچے اس ملعون قوم نے عوام کی زبان پر جاری کر دیئے۔ خدا نے اب یہ فیصلہ کر لیا کہ اس قوم کے چند صالح افراد کو چھوڑ کر باقی سب کو اہلِ کتاب کی فہرست سے خارج کر دے۔ اور یہ فیصلہ اس طرح نافذ ہوا کہ ۷۰ء میں رومی بادشاہ (TITUES) نے یروشلم پر قبضہ کیا' اور

ایک لاکھ ۳۳ ہزار یہود کو قتل کر ڈالا۔ پچاس ہزار سے زائد کو قید کر لے گیا۔ اور ہیکل سلیمانی کو مسمار کر دیا۔ ہزاروں یہود مرد اور عورتیں بھیڑ بکریوں کی طرح بازاروں میں بکنے لگے اور اس طرح اس مالِ غنیمت کو رومی سلطنت نے بے قیمت سمجھ کر ادھر ادھر منتشر کر دیا مسجد بیت المقدس کی بے حرمتی کا تذکرہ بھی یہاں کیا گیا ہے۔ یہود اس مسجد کے متولی، مصلی اور امام تھے۔ بلکہ اسلام کے متولی اور اسلامی جماعت کے ارکان بھی تھے۔ توحید، رسالت و آخرت، وحی، کتاب و نبوت کے اصول و عقائد کی حامل کوئی قوم روئے زمین پر ان کے سوا نہیں تھی، مگر جب خود اپنے مسلمہ اصولوں کی خلاف ورزی کر کے تارکِ صلوٰۃ تک ہو گئے۔ تو پھر مسجد کا بھلا کیا کام باقی رہ گیا تھا۔ اپنے دورِ اقتدار میں اپنی ہی مساجد کو ویران کرنے والوں کی یہ سزا خدا نے تجویز فرمائی کہ مسجد بیت المقدس اور ہیکل سلیمانی کو فسادیوں کے ہاتھوں زیروزبر کر دیا۔

ترکِ صلوٰۃ کے مجرم تو ہم بھی ہیں یہ فیصلہ ایک بار ہمارے حق میں تو حاکمِ کائنات نے نہیں کر دیا کہ اب ملتِ اسلامی کو نماز سے دل چسپی نہیں تو مسجدیں بھی ان کے ہاتھوں سے چھین لی جائیں۔؟

کوئی ضروری نہیں کہ تارکین صلوٰۃ سے مساجد چھین کر اقامتِ صلوٰۃ والے تارکین کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوں تو ایسا ہوتا آ رہا ہے مگر یہاں تو ہم خود ہی تارکینِ صلوٰۃ تھے۔ رہے یہود تو ان کو نماز و جماعت سے پیچھا چھڑائے ہوئے مدت ہو چکی ہے۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

لپیٹ دیں گے

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا ○ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ○ فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا ○ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا ○

(۱۷۔ بنی اسرائیل۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴)

"اور ہم نے موسیٰؑ کو نو[۹] کھلی ہوئی نشانیاں دی تھیں تم پوچھ لو بنی اسرائیل سے جب موسیٰ ان کے پاس آئے تو فرعون کہنے لگا میرے خیال میں موسیٰ تم پر جادو کا اثر ہو گیا ہے۔ موسیٰؑ فرمانے لگے کہ تو خود بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ نشانات لوگوں کو سمجھانے کے لئے آسمان اور زمین کے رب کے سوا کوئی نہیں اتار سکتا۔ اور میرے خیال میں اے فرعون تیری ہلاکت کا وقت اب آتا ہی ہے تب

فرعون نے ارادہ کیا کہ بنی اسرائیل کو ملک میں چین نہ لینے دے۔ پھر ہم نے ڈبو دیا اسے اور اس کے سب ساتھ والوں کو، اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ تم اب یہاں رہو پھر جب آخرت کا وعدہ پورا ہو گا تم سب کو لپیٹ کر لا حاضر کرینگے۔"

حضرت موسیٰؑ کو کھُلے کھُلے نشانات دیئے جانے کا تفصیلی تذکرہ سورہ الاعراف میں بیان ہوا ہے۔ ید بیضا[۱]، عصا[۲]، سنین[۳]، نقصِ ثمرات[۴]، طوفان[۵]، جراد[۶]، قمل[۷]، ضفادع[۸]، دم[۹]۔ [۱] یہ تمام نشانات ایسے تھے کہ ان میں سے کسی ایک نشان کو دیکھنے کے بعد فرعون کو ایمان لائے بغیر کوئی راستہ نہیں تھا۔ مگر اقتدار کے نشے میں بدمست ہو کر اس نے حضرت موسیٰؑ پر مخبوط الحواس اور جادو زدہ ہونے کا الزام لگایا مشرکین مکہ آئے دن سید البشر محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے معجزات کا مطالبہ کرتے تھے اس موقع پر حضرت حق جل مجدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل سے پوچھ دیکھو کہ معجزات کے نہ ماننے پر فرعون کو کیا کچھ سزا دی گئی۔ اگر تم بھی چاہتے ہو کہ معجزات دکھا دیئے جانے کے بعد ایمان لے آؤ گے۔ تب تو ٹھیک لیکن اگر انکار کیا تو یہ انکار تمہیں لے ڈوبے گا اس موقع پر بنی اسرائیل کی شہادت سے اس قضیہ

---

[۱] یہ نو نشانات حضرت موسیٰؑ کے معجزات ہیں۔ ہاتھ کا روشن[۱] ہو جانا۔ عصا کا سانپ[۲] بن جانا، حضرت موسیٰؑ کی بد دعا سے ملک میں قحط[۳]، پھل فروٹ اور میوے کے باغ اجڑ[۴] جانا سخت آندھی[۵] اور طوفان، ٹڈی دل[۶] کی کثرت۔ گھن[۷] دیمک سے مکانات وغیرہ کی لکڑیاں گل جانا۔ مینڈک[۸] کی کثرت۔ اور پانی[۹] کا خون بن جانا وغیرہ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

پر تفصیلی روشنی پڑنے کے امکانات تھے۔ مگر یہ لوگ (NEUTRAL) خاموش ہی رہے۔ اور حق و باطل کی کشمکش میں اپنی تاریخی شہادت تک کو میدان میں لانے سے ڈر گئے۔ آیتہ کے آخری حصہ میں بنی اسرائیل کو پھر سے ملکِ مصر میں رہنے بسنے کی بات کہی گئی ہے اور آخرت کا وعدہ آنے پر انھیں لپیٹ کر پھر جمع کر دیا جائے گا یہ پیشین گوئی بھی خوب باریک بینی کا مطالبہ کرتی ہے۔ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَۃِ۔ آخرت کا وعدہ آئے گا۔ یعنی دنیا کی ہلاکت کا وقت قریب آلگا تو ہم تم کو لپیٹ لپیٹ کر ایک جگہ کر دیں گے۔ لَفِیْفًا کا جملہ بھی بہت معنی خیز ہے۔ اگر یہود کو ایک لفافہ بنا کر اکٹھا جمع ہونا اسی وعدہ آخرت کے ساتھ ہے تو پھر ارضِ فلسطین میں ان کا اس زمانے میں یکجا ہو جانا قربِ قیامت کا پتہ دے جاتا ہے۔ آیت کریمہ کے الفاظ اگر اس تفسیر کے متحمل ہیں تب تو نزولِ مسیحؑ اور دجال کا ظہور وغیرہ قریب ہی سمجھنا چاہئے۔

والعلم عند اللہ

یحییٰ علیہ السلام کے قاتل

وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۝ يَّرِثُنِیْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝ (۱۹۔ مریم ۵-۶-۷)

"زکریا نے دعا میں کہا میں اندیشہ رکھتا ہوں اپنے رشتہ داروں کی طرف سے اور میری بیوی بانجھ ہے۔ سو تو خاص اپنے پاس سے مجھے ایسا وارث عطا کر جو میرا کام اُٹھائے اور میرا جانشین ہو۔ آلِ یعقوب کا صحیح وارث ہو۔ اور اسے اپنی رضا پر چلنے والا بنا دے۔"

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ بنی اسرائیل کی حرکتوں سے بیزار ہو چکے تھے۔ اپنے دورِ نبوت میں قوم یہود کی طرف سے انھیں کوئی خاص تعاون نہیں مل پایا۔ بڑھاپے کی عمر میں قدرتی طور پر آپ نے یہ محسوس کیا کہ میرے بعد اصلاح کا کام چلانے والا پوری قوم میں ایک آدمی بھی نہیں۔ اور خود اپنے قریبی رشتہ داروں کے متعلق بھی آپ یہ جانتے تھے کہ ان کے رنگ ڈھنگ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ٹھیک نہیں ہیں اس لئے بڑھاپے میں اپنے رب سے دعا کی کہ مجھے ایک بیٹا عنایت فرما جو میرے بعد دعوتِ یعقوبی کو تیری رضا کے حصول کے لئے چلا سکے۔ حضرت کی دعا مقبول ہوئی اور آپ کو یحییٰ علیہ السلام جیسا بیٹا عنایت کیا گیا۔ حضرت زکریا کی دعوت کو یحییٰ علیہ السلام نے عوامی طرز پر پھر سے جاری فرما کر یہودی قوم میں ایک نئی روح پھونک دی وقت کے یہودی بادشاہ کی ایک رقاصہ حضرت یحییٰ پر اس لئے بگڑ گئی کہ قوم کی بداخلاقی کے خلاف آپ نے آواز اٹھائی۔ بھرے دربار میں یہ بدچلن عورت اپنی بیٹی کا رقص بادشاہ کے حضور کرانے میں کامیاب ہو گئی۔ یہودی فرمانروا ہیرود جب اس رقص پر بہت خوش ہو کر انعام دینے لگا تو اس رقاصہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا کٹا ہوا سر تھالی میں رکھوا کر اسی وقت اس کو دیئے جانے کا مطالبہ کیا۔ بدکار یہودی بادشاہ نے فوراً حضرت یحییٰ کا سر کاٹ کر تھالی میں رکھا اور اس بدچلن عورت کی مانگ پوری کر دی۔ ادھر پوری یہودی قوم اور خود وہ لوگ جو حضرت یحییٰ کے ساتھ تھے، خاموشی سے تماشہ دیکھتے رہے۔ اور ثابت کر دیا کہ دینِ یعقوبی کی تجدید کے لئے آنے والے کسی نبی کا تعاون بے جان یہودی مُردوں کے بس کی بات نہیں۔ اس زمانے کے علمائے یہود کو حضرت یحییٰ نے ان کی ریاکاریوں پر ایسی کھری کھری باتیں کہہ سنائی تھیں کہ یہ بھی حضرت یحییٰؑ کے قتل پر بہت خوش ہوئے کہ چلو راہ کا ایک کانٹا دور ہوا۔ یاد رہے کہ حضرت یحییٰؑ حضرت مسیحؑ کے ہم عصر ہیں۔ قتلِ مسیحؑ کے اقبالی مجرم تو یہود جگ میں مشہور ہیں مگر یحییٰؑ کا قتل بھی یہودی فرمانروا نے کیا اور تمام یہود خاموش رہ کر یہ ثابت کر چکے کہ حضرت یحییٰ کا ان میں زندہ رہنا نہ رہنا برابر ہے۔ یاد رہے یہ وہی ایام ہیں جب اس قوم نے دینِ اسلام کے مقابلے میں مجموعی حیثیت سے ارتداد کو اختیار

کیا تھا۔ اس مضمون میں ہم لکھ چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ مسیحؑ اور حضرت یحییٰ دونوں ہم عصر نبی ہیں۔ قتلِ یحییٰ کے بعد آخری موقع مسیحؑ کی دعوت کو قبول کرنے کا تھا۔ مگر جب یہ بھی نہ ہوا تو خدائی فیصلے کے مطابق یہودی قوم کا اجتماعی قتلِ عام کرا دیا گیا، جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل آیت ۷، اور ۸ کی تشریح میں ہم بتا چکے ہیں۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

خوش حالی میں ناشکری

يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ○ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِىْ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِىْ فَقَدْ هَوٰى ○ وَاِنِّىْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ○ (۲۰- طٰهٰ ۸۰- ۸۱- ۸۲)

"اے اولادِ اسرائیل! چھڑایا ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے اور تمہاری حاضری کا وعدہ رکھا کوہِ طور کی داہنی جانب اور اتارا تم پر من وسلویٰ۔ ستھری چیزیں کھاؤ جو ہم نے تم کو عطا کیں اور شرارت نہ کرو۔ پھر تو اترے گا تم پر میرا غضب اور جس پر میرا غضب اترا وہ گر گر رہے گا۔ اور میری بڑی بخشش ہے اس پر جو توبہ کرے۔ اور ایمان لائے اور کرے بھلے کام پھر راہ ہدایت پر قائم بھی رہے۔"

بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں برابر چالیس برس تک آسمانی کھانا ملتا رہا۔ اس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔ خدا کے اس انعام میں شرارت کرنے پر اللہ کا غضب اس قوم پر ٹوٹ پڑا۔ تمام تر بنی اسرائیل ہی پر کچھ نعمت کا شکر واجب

نہیں بلکہ ہر ایک کے لئے واجب ہے۔ خوش حالی میں جو قومیں اللہ کی ناشکری کرتی ہیں اللہ تعالیٰ انھیں اسی دنیا میں پھٹے حال کنگال بنا کر رکھ دیتا ہے۔ ہماری اپنی قومی زندگی میں بھی ہمارے دستر خواں صدیوں تک خوب سجے سجائے رہتے تھے لیکن خدا کی ناشکری اور اس کے احکامات کی مخالفت کر کے آج ہم بھی دنیا کی ان قوموں کی صف میں کاسۂ گدائی لے کر کھڑے ہیں جن کی روٹی روزی اس دنیا میں تنگ ہو چکی ہے۔ رزق کی کشادگی میں خدا کا شکر لازم پکڑنا چاہیئے ورنہ گرے اور لوٹے بغیر چارہ نہیں۔ اب بھی توبہ کرو، ایمان کی تجدید کرو۔ نیکی اور بھلائی کے کام انجام دو اور جاہے جس حال میں رہو ہدایت کی راہ مت چھوڑو۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

اللہ کی راہ بتانے والے

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا
صٰلِحِيْنَ ○ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا
وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ
وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ○

(۲۱۔ الانبیاء ۷۲-۷۳)

"اور ہم نے اسحٰق عطا فرمایا اور یعقوبؑ انعام میں دیا۔ اور سب کو نیک کردار بنایا۔ اور ہم نے ان سب کو پیشوا بنا دیا۔ جو راہ بتاتے تھے ہمارے حکم سے اور ہم نے ان کی طرف وحی بھیج کر تاکید کر دی بھلے کام انجام دینے کی نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی، اور تھے وہ ہماری بندگی کرنے والے۔"

دعائے ابراہیمؑ اولاد کے لئے تھی۔ مگر پوتے بھی (یعقوب علیہ السلام) عنایت کئے گئے۔ اسی لئے ان کو نافلۃ فرمایا۔ اولادِ ابراہیمؑ کے لوگوں کو امامت اور پیشوائی دینے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ کے حکم کی راہ بتاتے تھے۔

نماز کی اقامت، زکوٰۃ کی ادائیگی اور بندگیٔ رب کے ساتھ ساتھ تمام بھلے کام انجام دیتے رہنے کا نام ہی ملت ابراہیم ہے۔ مشرکینِ اہلِ کتاب جب بگڑے ہیں تو

انبیاء وصلحاء کو بشریت سے خارج قرار دے کر ان کو خدا کا شریک بنایا ہے۔ ضمناً ان کے اس باطل عقیدے کی بھی تردید ہوگئی اور بتایا کہ ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ ایک دوسرے کے بیٹے تھے یعنی کوئی باپ تھا کوئی بیٹا۔ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ اور نہ صرف اسی پر بات ختم ہوئی بلکہ انبیاء کے ماں باپ بھائی، بیوی، کنبہ قبیلہ برادری حتیٰ کہ خود حضور کے چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ کی بیٹیوں کا تذکرہ قرآن مجید کی سورۂ احزاب کی آیت ۵۰ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

بنی اسرائیل نے اپنے انبیاء میں بعض کو خاص طور پر حضرت عزیر علیہ السلام کو مرتبۂ رسالت سے اونچا اٹھا کر خدا کا ہم پلّہ بنانے کی کوشش کی تھی۔ مسلمان بھی اس معاملے میں پیچھے نہیں رہے۔ ہمارا ایک طبقہ تو بشریت انبیاء کا عقیدہ تو درکنار زبان پر لانا تک کفر قرار دیتا ہے۔ بے چارے یہود کو اپنے اس باطل عقیدے کی تبلیغ تک نہیں کرنی پڑی اور امتِ محمدیہؐ میں ان کی بات ہمارے کچھ نادانوں نے رائج کر دی ورنہ قرآن میں نبیوں اور رسولوں کو اولادِ آدم ہی بتایا گیا ہے۔ غیر بنی آدم کو یہ رتبہ نہیں دیا گیا۔ ("رَسُوْلٌ مِّنْكُمْ" "رسول تم میں سے")

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

معراج میں حضرت موسیٰ ؑ سے ملاقات

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ فَلَا تَکُنْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ○ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ وَکَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ ○ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ○

(۳۲- السجدہ ۲۳-۲۴-۲۵)

"اس کے قبل موسیٰ کو ہم کتاب دے چکے ہیں۔ سو تمہیں اُن کی ملاقات میں شک نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کتاب کو ہم نے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنا دیا تھا۔ اور جب تک وہ اس پر جمے رہے۔ اور ہماری آیات پر یقین کرتے رہے تو ہم نے ایسے پیشوا ان میں کھڑے کئے جو راہ بتاتے تھے ہمارے حکم سے۔ اور اب یہ پھوٹ چکے ہیں تو ان کے آپسی اختلاف کا فیصلہ بالیقین تمہارا رب دن قیامت کے فرمائے گا۔"

سید المرسلین ؐ صاحبِ کتاب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر یہ بات ہمارے علم میں لائی گئی کہ موسیٰ ؑ کو کتاب دینے والے بھی ہم تھے۔ اور ان کی ملاقات

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے معراج میں ہوئی اس میں کسی کو شک نہ کرنا چاہیئے۔ بنی اسرائیل کو توریت صرف تعویذ بنا کر پہننے کے لئے نہیں دی گئی تھی بلکہ اللہ کی راہ پر چلنے چلانے کے لئے یہ کتاب ان کے سپرد کی گئی تھی۔ اللہ کی آیات پر جب تک یقین تھا تو ان میں ایسے زبردست اور عظیم رہنما پیدا ہوئے جو قوم کو ایک طرف خدائی احکامات پر جمائے رکھتے اور دوسری طرف اپنی قوم کو دنیا کی ترقی اور عروج کی آخری منزلوں تک پہنچا کر رہے۔ مگر جب احکاماتِ الٰہیہ میں اس قوم نے اختلاف اور پھوٹ کی راہ اختیار کی اور فی سبیل اللہ فساد مچا کر آپسی مار ماری کرنے لگے تو صالح قیادت اور سچی رہنمائی سے محروم ہو کر ابلیس کے ہتھے چڑھ گئے۔ اب اختلاف کا فیصلہ قیامت کے دن ہو گا کہ حق کیا تھا اور لوگوں نے آپس میں ضد اور مخالفت سے کیوں اور کس لئے راہِ ہدایت کو چھوڑ دیا۔ ہمارے یہاں احادیث کی کتب میں حضور ؐ کے شبانہ سفر معراج کی تفصیلات کے متعلق روایات میں حضرت موسیٰ ؑ اور حضور ؐ کی ملاقات کا تذکرہ تفصیل سے کیا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ ؑ کو بنی اسرائیل کی قیادت کا طویل تجربہ رہا اور دینی احکامات میں ان کی نافرمانی سے آپ خوب واقف رہے۔ اسی لئے حضرت موسیٰ ؑ نے حضور ؐ سے نمازوں کی تعداد جو اوّل پچاس وقت کی بتائی گئی ہے کم کرانے پر برابر زور دیا۔ حتیٰ کہ حضور ؐ کو حضرت موسیٰ ؑ کے مشورے کا لحاظ کرتے ہوئے اور امت کی سہولت کے پیشِ نظر بار بار آستانۂ عرشِ عظیم پر حاضری دینی پڑی۔ اور تعداد صرف پانچ وقت کی رہ گئی۔ تب بھی حضرت موسیٰ ؑ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کی امت پانچ وقت کی نماز ادا نہ کر سکے گی، کچھ اور کم کرا لیجئے۔ حضور ؐ کا جواب روایات میں یوں بتایا گیا کہ اب مجھے بار بار حضرت حق جل مجدہٗ کے حضور جانے میں حجاب ہوتا ہے اس لئے چاہے جو بھی ہو اپنی امت سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

پانچ وقت کی نماز کی پابندی کرا کے رہوں گا۔

مسلمانانِ عالم کو ایک طرف تو حضرتِ موسیٰؑ کا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ پچاس سے پانچ تک لانے میں آپ ایک ذریعہ بن گئے۔ اور دوسری طرف حضرتِ سرورِ کائنات کے قول کی لاج رکھنی چاہیئے کہ جب پانچ وقت کی نماز کا فیصلہ خداوندی آپ قبول فرما چکے ہیں تو ہمیں ہر طرح سے حضورؐ کی امت میں رہنے کے لئے پنجوقتہ نماز ادا کرنا ہی چاہیئے۔

جنگِ احزاب

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ط وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ○ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ○ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ○

(۳۳- الاحزاب ۹-۱۰-۱۱)

"اے ایمان والو! یاد کرو۔ اللہ کی اس نعمت کو جو اس نے تم پر کی ہے۔ جب تم پر لشکر کے لشکر چڑھ آئے تو ہم نے ایک سخت آندھی اور طوفان بھیجا اور ایسی فوجیں روانہ کیں جو تم نہیں دیکھ پائے اور تم جو کچھ کر رہے تھے اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا تھا۔ جب یہ لشکر تم پر اوپر سے اور نیچے سے دوڑے چلے آ رہے تھے اور جب آنکھیں پتھرا گئیں۔ کلیجے منہ کو آنے لگے اور تمہیں اللہ کے بارے میں طرح طرح کے خیال آنے لگے تو اس وقت ایمان والوں کی خوب خوب آزمائش کر لی گئی اور سخت حالات میں انہیں ہلا کر دیکھ لیا گیا۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہودی قبیلہ بنی نضیر کے لوگ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے میں ناکام رہے تھے اور اس بغاوت کے جرم میں مدینہ منورہ سے نکال باہر کئے گئے تھے، تمام حجاز میں گھوم پھر کر مشرکین عرب خاص طور پر قریش مکہ اور بنو قریظہ جو مدینہ کے آس پاس آباد تھے اور دوسرے جنگی یہودی قبائل کی متحدہ طاقت جو تقریباً بارہ ہزار کے لگ بھگ تھی جمع کر کے پورے ساز وسامان و لشکری تیاری کے ساتھ مدینہ منورہ پر شوال ۵ سنہ ہجری میں ٹوٹ پڑے۔ اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس متحدہ طاقت کا مقابلہ کرنے کے لئے مدینہ طیبہ میں حملہ آوروں کے داخلے کے رُخ پر خندق کھود کر فن حرب میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ جو دشمن طاقتوں کو خندق کے اس پار روک رکھنے میں کامیاب ثابت ہوئی۔ اور قریب ایک ماہ تک خندق کے دونوں طرف سے تیروں کی بارش ہوتی رہی۔ ادھر متحد طاقتوں کا سامان رسد گھوڑوں اور اونٹوں کا چارہ نیز لشکری جتھوں کی خوراک وغیرہ ایک ماہ کے بعد ختم ہو کر اس فوجی طاقت کے بھوکوں مرنے کا سبب بنی جو دور دراز علاقوں سے مدینے پر چڑھائی کرنے کے لئے آئوٹے تھے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لئے پُر زور آندھی بھیج دی جس کی وجہ سے دشمنوں کے گھوڑے چھوٹ بھاگے، فوجی کیمپ تہس نہس ہو گئے۔ تمام چولہے چوکے بجھ گئے۔ جب لشکر پر خوراک کی قلت اور آندھی کی یہ دو طرفہ تباہی آپہنچی تو اس متحدہ محاذ کی ہمت جواب دے گئی اور تمام کے تمام نامراد بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس جنگ کو جنگِ احزاب بھی کہا جاتا ہے اور دوسرا نام جنگِ خندق بھی مشہور ہے۔

بارہ ہزار کا یہ لشکر سامنے اور پیچھے سے بنی قریظہ حملہ آور ہوئے۔ اندرا

باہر کے دشمنوں کی اس یلغار سے اہل ایمان کی خوب جانچ ہو گئی اور سخت حالات میں ہلا ہلا کر دیکھ لیا گیا کہ سیلابِ بلا کو دیکھ کر ان کا ایمان متزلزل نہیں ہوا، اس جنگ میں تمام یہودی قبائل جو حضورؐ سے معاہدہ رکھتے تھے، بغاوت پر آمادہ ہو گئے اور مدینہ طیبہ کی اسلامی ریاست کے خاتمے کے لئے اپنی ساری طاقت متحدہ محاذ کے حق میں ڈال دی۔ اس طرح یہود نے ثابت کر دیا کہ وقت آنے پر وہ کسی معاہدے کی پابندی نہیں کریں گے بلکہ موقع ملنے پر اسلام کی مرکزی طاقت کو توڑنے کے لئے ہر طرح کی کمینہ حرکت کرتے رہیں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ احزاب میں متحدہ محاذ کے پسپا ہو کر واپس لوٹنے کے بعد اعلان فرمایا کہ اب ہم پر کوئی چڑھائی کرنے نہیں آئے گا بلکہ ہم خود دشمنوں کے مقابلے میں بجائے مدافعت کے اقدام کی لڑائی لڑیں گے۔ آگے چل کر یہ پیشین گوئی سو فیصدی صحیح ثابت ہوئی۔ اس موقع پر سرکارؐ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ حجاز سے یہود کو نکال باہر کیا جائے۔ چنانچہ ایسے باغیوں اور طاغیوں کے وجود سے اس علاقہ کو ہمیشہ کے لئے پاک کر دیا گیا۔ آج کی یہودی حکومت یہ خواب دیکھ رہی ہے کہ مدینے کے حدودِ سلطنت میں بسنے والے اس وقت کے بنی نضیر اور بنی قریظہ اور دوسرے قبائل کی زمینیں حاصل کرنے کے لئے مدینہ منورہ پر چڑھائی کر کے وہ علاقے پھر سے واپس لے گی۔ اسرائیلی پارلیمنٹ کے صدر دروازے پر ان علاقوں کے نقشے ٹانگ کر اپنے گھر میں آج تو یہودی یہ خواب دیکھ رہے ہیں۔ مسلمانوں کو یہود کے بالمقابل ایمان باللہ کے ساتھ اپنی تمام تر طاقت سمیٹ کر ایک بار اقدام کی لڑائی لڑنے کی ضرورت ہے۔ اس لڑائی میں فدایانِ محمد کو اس جذبے کے ساتھ ساتھ یہود کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ جیسے

toobaa-elibrary.blogspot.com

جنگِ احزاب کے وقت صحابہ نے مقابلہ کیا تھا۔ ان کی زبانوں پر اپنی بڑائی کے ترانے نہیں تھے۔ بلکہ خندق کھودتے وقت پتھریلی زمین پر کدال مارتے اور کہتے جاتے تھے:۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا　　عَلَی الْجِهَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

ہم وہ ہیں جو محمدؐ سے بیعت کر چکے ہیں جہاد میں جان کھپا دینے کی۔ جب تک باقی رہیں گے لڑتے جائیں گے اور سرکار رسالت مآب کی جانب سے ان جانبازوں کو یہ جواب ملتا کہ:۔

اَللّٰهُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَةْ　　فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ

اے اللہ عیش تو بس آخرت کا عیش ہے۔ پس تو مغفرت فرمادے انصار اور مہاجرین کی۔

بنو قریظہ

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِغَیْظِهِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِیًّا عَزِیْزًا ۝ وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْهِمْ وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا ۝ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِیَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ۝

(۳۳۔ الاحزاب ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷)

"اور اللہ نے کافروں کے منہ پھیر دیئے۔ وہ صرف غصے میں بھرے لوٹ گئے اور کچھ بھی کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ اور ایمان والوں کی طرف سے لڑنے کے لئے اللہ کافی ہو گیا۔ اللہ بڑی قوت والا اور غالب ہے (یہود) اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے حملہ آوروں کا ساتھ دیا تھا' اللہ انہیں ان کے قلعوں سے اتار لایا۔ اور ان کے دلوں کو دہشت اور رعب سے ایسا بھر دیا کہ آج ان کے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو تو دوسرا گروہ تمہاری قید میں ہے۔ اور اللہ نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

تم کو ان کی زمین اور مکانات و اموال کا وارث بنا دیا۔ اور وہ علاقہ تم کو عطا کر دیا جس پر تم کو اقدام نہیں کرنا پڑا تھا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

یہود بنی قریظہ نواح مدینہ کی مشرقی جانب آباد تھے۔ وہاں ان کے مضبوط قلعے اور مستحکم عمارات کی کثرت تھی۔ مالدار بھی تھے۔ حضور سے صلح بھی رکھتے تھے اور مدینہ طیبہ کی اسلامی ریاست سے وفاداری کا معاہدہ کئے ہوئے تھے۔ جنگ احزاب کے موقع پر بارہ ہزار کے لشکر کو مدینہ پر چڑھائی پر آیا دیکھ کر ان کی نیت خراب ہوئی۔ مسلمانوں نے حملہ آوروں کے رُخ پر خندق کھود لی تھی۔ اور پیچھے اپنے بال بچوں کو رکھ کر خود لڑائی میں دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے۔ بنو قریظہ کو عہد کے مطابق تو اہلِ ایمان کا ساتھ دینا چاہیئے تھا، لیکن یہ لوگ غیر جانبدار رہ کر تماشہ دیکھ رہے تھے۔ ذرا کچھ مشرکین کا پلہ بھاری دکھائی دیا تب بنو قریظہ کمینے پن کی حد سے نیچے آگرے۔ مسلمان عورتوں اور بچوں کو ایامِ جنگ میں جہاں محفوظ رکھا گیا تھا۔ اسی علاقے پر بنی قریظہ کے "بہادروں" کی نگاہ پڑی۔ مسلمان عورتوں اور بچوں پر بزدلانہ حملہ کرنے کی اسکیم بنائی گئی تاکہ ادھر سے مسلمان اپنے بال بچوں کی چیخ پکار سن کر ان کی مدد کو خندق کے محاذ سے آجائیں اور ادھر متحدہ محاذ کا بارہ ہزاری لشکر خندق پار ہو کر مدینہ پر قبضہ کر لے لیکن اس موقع پر بناتِ اسلام کی قیادت حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی اور بڑی دلیری سے ایک یہودی لیڈر پر جو گڑھیوں پر حملہ کرنے میں پیش پیش تھا۔ اوپر سے پتھر پھینک کر اسے ہلاک کر دیا۔ اور نہ صرف اس پر بس کیا بلکہ اندھیری رات میں جائے پناہ سے نیچے آ کر اس یہودی مردے کا سر

کاٹ لیا۔ اور پھر اپنے مقام پر واپس تشریف لے آئیں۔ اور اسی ملعون کے سر کو یہودی آبادی میں جو مسلم خواتین کی قیامگاہوں سے متصل تھی پھینک دیا۔ جب یہود نے اپنے ایک سپہ سالار کی یہ درگت دیکھی تو ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور سمجھنے لگے کہ مسلمانوں نے خواتین کی حفاظت کا اچھا خاصہ انتظام کر رکھا ہے۔ ادھر محاصرے کو ایک ماہ کے قریب ہونے آیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو امتحان میں کامیاب پاکر محض اپنی تائید و نصرتِ غیبی سے آندھی بھیج کر احزاب کو تتر بتر کر دیا۔ حضور نے جنگی محاصرے کے اٹھ جانے کے بعد ہتھیار کھولے ہی تھے اور غسل کی تیاری فرما رہے تھے کہ جبریلؑ تشریف لائے اور فرمانِ رب یہ بتایا کہ بنو قریظہ کے بدعہد یہود پر اسی وقت چڑھائی کر دی جائے۔ اہلِ ایمان نے ان کے علاقوں پر فوراً گھیرا ڈال دیا۔ اوّل تو بنو قریظہ ہمت نہیں ہارے۔ اس لئے کہ جنگِ احزاب میں پورے حجاز کا علاقہ متاثر تھا مگر ان پر کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکی تھی۔ ادھر مسلمان ایک ماہ کے گھیرے سے یوں بھی جز بز تھے۔ مگر خدا کے حکم کے آگے سر جھکا دیا۔ اور فوراً سینہ سپر ہو کر یہود بنی قریظہ کا محاصرہ کر لیا۔ چوبیس پچیس دن تک یہود نے دم لیا۔ آخر ان کی سانس پھول گئی اور محاصرے کی تاب نہ لاکر سرکار نبویؐ میں صلح کے پیام بھیجنے پر آمادہ ہوئے۔ قلعہ سے باہر آکر حضرت سعد بن معاذ کو اپنا پنچ مقرر کیا اور ان کی عدالت میں بنو قریظہ کی سماعت ہوئی۔ جرمِ بغاوت اتنا صاف تھا کہ حضرت سعد بن معاذ کو فیصلہ کرتے دیر نہ لگی۔ دشمنوں کی یلغار اور جنگ کے وقت اس نمک حرام ٹولی نے مقامی مسلمانوں کی بیوی بچوں پر حملہ کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر ان کا اس وقت بس چل جاتا تو مسلمان بہو بیٹیوں کی عصمت عزت کے ساتھ پوری اسلامی برادری کی سیاسی و ملی طاقت کا خاتمہ ہو جاتا۔ اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

جرم بغاوت پر حضرت سعد بن معاذ نے یہ سزا سنادی کہ بنی قریظہ کے تمام قابلِ جنگ جوان قتل کئے جائیں اور باقی سب عورت مرد سیاسی قیدی و غلام بنائے جائیں اور ان کے تمام اموال کا وارث ان مسلمانوں کو بنا دیا جائے۔ جن کے بیوی بچوں پر عین جنگ کے پُر خطر ایام میں ان سورماؤں نے حملہ کیا تھا تاکہ دشمنوں کو مدینہ فتح کرنے میں آسانی ہو جائے اور یہ فیصلہ توریت کے عین مطابق تھا۔ چنانچہ کتاب استثناء باب ۲۰ آیت ۱۰ تا ۱۵ ملاحظہ ہو:۔

> جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا۵۔ اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لئے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باجگذار بن کر تیری خدمت کریں۵۔ اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو اس کا محاصرہ کرنا۵۔ اور جب خداوند اسے تیرے قبضے میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا۵۔ لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپایوں اور اس شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لئے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو کھانا۵۔

توریت کے اس حوالہ میں خط کشیدہ عبارت کے پڑھنے کے بعد اب اس بات میں کسی طرح کا شبہ باقی نہ رہا کہ حضرت سعد بن معاذ کا فیصلہ بنی قریظہ کے حق میں احکامات توریت کے عین مطابق تھا۔

موسیٰ ع کو ستانے والے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا ○

(۳۳۔ الاحزاب ۶۹)

"اے ایمان والو! تم ان جیسے نہ ہو جانا، جنہوں نے ستایا موسیٰ ع کو اور الزام لگایا پھر بے عیب دکھایا اللہ نے موسیٰ کو اور موسیٰ ع کی خدا کے یہاں بڑی قدر و منزلت ہے۔"

حضرت موسیٰ ع پر یہود نے الزام لگایا کہ حضرت ہارون کو جنگل میں لے جا کر قتل کر دیا تاکہ ریاست میں ان کی شرکت نہ رہے۔ قارون نامی وقت کے ایک سرمایہ دار نے ایک عورت کو مال کی بڑی مقدار دے کر اس پر آمادہ کیا کہ بھری محفل میں حضرت موسیٰ ع کی دست درازی کا جھوٹا واقعہ بیان کرے۔ پہلے واقعہ سے متعلق بتایا جاتا ہے کہ آسمان پر حضرت ہارون کا جنازہ نظر آیا۔ اور آپ کی یہ آواز بنی اسرائیل نے سنی کہ مجھے موسیٰ ع نے قتل نہیں کیا بلکہ خود اپنی موت آنے کی وجہ سے دنیا سے رخصت ہوا ہوں۔

دوسرے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے اس بدکار عورت کی زبان سے یہ کہلوا دیا کہ مال دے کر مجھے آپ پر جھوٹا بہتان لگانے کے لئے لایا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ ع جیسے

toobaa-elibrary.blogspot.com

(A GREAT LAWGIVER) کی یہود نے ایسی ناقدری کی جس کی مثال تاریخ انسانی میں شاید ہی ملے لیکن دنیا کے تینوں کتابی مذاہب اب بھی حضرت موسیٰؑ کو پیغمبر برحق مانتے ہیں۔ سَلَامٌ عَلٰی مُوسٰی وَھَارُون "

دورِ موسیٰ میں جو یہودی نہیں بلکہ بنی اسرائیل یعنی مسلمان تھے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ مسلمان قوم کی لیڈری بھی کوئی آسان کام نہیں۔ خود حضور سرور کائناتؐ ایک موقع پر جب مال تقسیم فرما رہے تھے تو مجمع میں ایک آواز اٹھ گئی کہ انصاف سے تقسیم کیجئے۔ بھلا اس دھرتی پر خدا کا نبی اگر انصاف نہ کرے تو پھر انصاف و عدل کی توقع اور کس سے کی جا سکتی ہے۔ حضور کو اس بات کا اتنا صدمہ پہنچا کہ ارشاد فرمایا، اس آدمی کی نسل سے خارجی پیدا ہوں گے جو اپنے پیشواؤں پر طعن کریں گے، مسلمان کو چاہیئے ہر طرح اپنے سپہ سالار، قائد، لیڈر، معلم، امام اور امیر وغیرہ کا ادب خوب لازم پکڑے۔ جانچ پڑتال پہلے خوب اچھی طرح کر لی جائے۔ مگر جب کسی کی قیادت تسلیم کر لی جائے تو اتباع امر لازم ہے اور کسی کی اتباع رضا و رغبت کے ساتھ اسی وقت کی جا سکتی ہے جب اس شخصیت پر ہمیں کامل اعتماد ہو۔

شریعت اور منہاج

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۚ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۚ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ ۝

(۴۲۔ الشوریٰ ۱۳)

"راہ ڈال دی تمہارے لئے دین میں وہی جو کہ سنایا تھا نوحؑ کو اور جو وحی کی ہم نے آپؐ کی طرف اور ہم نے ابراہیمؑ و موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو جو وصیت کر دی تھی کہ قائم رکھو دین کو اور پھوٹ نہ ڈالو اس میں۔ شرک کرنے والوں پر تمہاری یہ دعوت سخت ناگوار ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنا کر لیتا ہے اور اپنی طرف آنے کا راستہ صرف اسی کو دکھاتا ہے، جو اللہ کی طرف رجوع کرے۔"

خدائے تعالیٰ کی پسندیدہ شریعت یا اس کا دین ہر زمانے میں ایک ہی رہا، البتہ منہاج یعنی راہِ عمل زمانے کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کے ذریعے اس ڈھب پر ڈال دی کہ لوگوں کو دین پر عمل کرنا سہل ہو جائے۔ اس عاجز کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

خیال میں دین و شریعت ایک ہیں چاہے زمانہ جو بھی ہو البتہ منہاج الگ الگ ہو سکتے ہیں۔ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا۔ "ہم نے تم میں سے ہر امت کے لئے ایک شریعت اور ایک منہاج (راہ) مقرر کر دی۔"

زمانہ جس نہج کا تقاضہ کرتا ہو دین و شریعت پر امتوں کو چلانے کے لئے اسی نہج سے سہولتیں دی گئیں مثلاً پہلی شریعتوں میں روزے کے متعلق ایک نہج تھا۔ یعنی ایک خاص طریقہ۔ جس میں ایامِ صوم کی راتوں میں آدمی کا اپنی بیوی سے صحبت کرنا ممنوع تھا لیکن دورِ محمدیؐ میں روزوں کی راتوں میں بیوی سے ہم بستر ہونے کی چھوٹ دیدی گئی۔ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ۔

اس فرق کی اصل وجہ خدا کے دین کا فرق ہرگز نہیں بلکہ زمانہ کی تبدیلی رہی مثلاً آج کے اس ماحول میں رات دن سینما کے گانے بجانے ننگے ناچ فحش اخبارات، ریڈیو، آدھی ننگی عورتوں کی بازاروں میں بھیڑ بھاڑ۔ یہ سب ہوتے ہوئے اگر اس دور میں روزہ رکھنے والوں پر رات میں اپنی بیویوں سے ملنے کی ویسی ہی پابندی لگادی جاتی جیسے پہلے کسی اور نبی کے زمانے میں رہی ہو تو یہ بات انصاف کی نہیں کہی جا سکتی تھی۔ اور یہ سہولت بنی آدم کی تہذیب و تمدن کے ارتقا اور تنزل کا لحاظ کرتے ہوئے دی گئی۔ ساتھ ہی ساتھ شریعتِ محمدیہ کے سب سے آخر میں آنے کی وجہ سے اس شریعت میں کافی سہل الحصول طریقۂ زندگی بتائے گئے جو اس دور میں دعوتِ اسلامی کی عالمگیر بنیادوں کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں جس بنیاد پر بنی نوع انسانی کی تعمیرِ حیات نوح علیہ السلام، ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے زمانے میں قائم تھی۔ اسی سنگِ بنیاد پر دعوتِ محمدیؐ قائم ہے۔

فضیلت کی وجہ

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ○
مِن فِرْعَوْنَ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ○
وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ○

(۴۴ دخان ۳۰-۳۱-۳۲)

"اور ہم نے بنی اسرائیل کو فرعون سے دی جانے والی ذلت کی مار سے بچا لیا۔ حد سے گذر جانے والوں میں فرعون بڑے اونچے درجے کا آدمی تھا۔ اور بنی اسرائیل کی حالت کو جانتے ہوئے بھی ہم نے ان کو دنیا کی دوسری قوموں کے مقابل فضیلت عطا کی۔"

فرعون کی غلامی میں جکڑی ہوئی قوم کو خدا نے قیادت موسوی میں اٹھا کر کھڑا کر دیا اور دنیا کے جابروں اور ظالموں میں ایک اونچے درجے کے ظالم و جابر فرعون کو غرقِ آب کیا۔ اب جو بنی اسرائیل کو نجات ملی تو ان کی خوبیاں اور کمزوریاں جو کچھ تھیں خدا کے علم میں تھیں اس وقت دنیا میں جتنی قومیں آباد تھیں ان میں سب سے زیادہ موزوں تر قوم یہی تھی جسے پیغامِ الٰہی کا حامل بنایا گیا۔ یہ خداوندی فیصلہ اندھا دھند نہیں تھا۔ بلکہ جان بوجھ کر اس قوم کو دنیا کی ہدایت و رہنمائی کے لئے

toobaa-elibrary.blogspot.com

چن لیا گیا تھا۔ لاکھ بُرے ہو کر بھی اس وقت دنیا کی قیادت کے لئے دوسروں کے مقابل یہی لوگ مناسب تھے پھر سلسلۂ انبیاء اور وحی کے لحاظ سے اوروں کے مقابلے میں ان کے مزاج کو زیادہ مناسبت تھی۔ توحید و نبوت اور آخرت کے بنیادی خیالات بنی اسرائیل کے سوا کسی اور قوم کے پاس نہیں تھے۔

واضح شریعت اور اختلاف

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِیْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

(۴۵۔ الجاثیہ ۱۶۔۱۷)

"بنی اسرائیل کو کتاب حکمت و نبوت کے عطا کرنے والے ہم تھے۔ پاکیزہ رزق سے ہم نے ان کو نوازا اور دنیا بھر کے لوگوں کے مقابل انھیں فضیلت عطا کی اور انھیں ہم نے صاف صاف احکامات دیئے۔ پھر جب ان میں آپس میں پھوٹ ہوئی تو ناواقفیت کی وجہ سے نہیں بلکہ علم آجانے کے بعد یہ لوگ اختلاف میں مبتلا ہوئے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں نے آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہی بلاشبہ تمہارا رب ان کے درمیان قیامت کے دن ان تمام باتوں کا فیصلہ فرمادے گا جس میں وہ اختلاف کرتے رہے۔"

کتاب کا علم، دین کا فہم اور دانشمندی، ساتھ ہی سلسلۂ نبوت کا جاری رہنا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اورطیب وپاکیزہ رزق کی فراوانی، انعاماتِ ربّانی کے اس تسلسل نے بنی اسرائیل کو اقوام عالم پر فضیلت وعروج کی آخری منزلوں تک پہنچادیا۔ لیکن جب صاف اور واضح شریعتِ اسلامی کو فضول بحث وتکرار اور آپسی حسد سے کچھ کا کچھ بنادیا گیا اور سیکڑوں ٹولیاں آپس میں بنیں۔ تب اس قوم کی ایسی درگت بنی کہ دوسروں کو راہِ ہدایت تو کیا خاک بتاسکتے خود آپس میں ہی اختلاف کرکے دین میں متفرق ہوکر ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا ہوگئے۔

ہماری پچھلی سو پچاس سال کی آپسی مناظرہ بازی اور مذہبی اختلاف بھی کچھ اسی نوعیت کا رہا کہ ہمارا پڑھا لکھا طبقہ دین اور اہل دین کے متعلق حسنِ ظن کو قائم نہ رکھ سکا اور آپسی پھوٹ سے جو فرقے وجود میں آئے وہ اب تک ایک دوسرے کے سر پھاڑنے پر آمادہ ہیں۔

اختلافات جہاں تبادلہ خیالات سے دُور نہ ہوسکیں تو پھر خدا کی عدالت کے اجلاس تک انہیں ملتوی رکھنے میں ہی ملت کا بھلا ہے۔

بنی نضیر کی جلاوطنی

هُوَ الَّذِیْۤ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا ۗ وَ قَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَ اَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ○ وَ لَوْ لَاۤ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِی الدُّنْیَا ؕ وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَ مَنْ یُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ○ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّیْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰۤى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِیُخْزِیَ الْفٰسِقِیْنَ ○

(۵۹۔ الحشر ۲۔۳۔۴۔۵)

"وہی ہے جس نے منکرینِ اہلِ کتاب (یہود) کو ان کے گھروں سے پہلی بار اکٹھا کرکے نکال دیا۔ تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ کبھی اس طرح بھاگ سکتے ہیں اور خود ان کا بھی خیال تھا کہ ان کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

قلعے اور حویلیاں خدا کی گرفت سے انہیں بچالیں گے۔ سو اللہ کا عذاب ان پر ایسی جگہ سے آپہنچا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ تب وہ خود اپنے ہاتھوں اپنے گھروں کو اُجاڑ رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی۔ تو اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو۔ اور اگر اللہ نے ان کی تقدیر میں جلاوطنی نہ لکھی ہوتی تو دنیا میں انھیں اور بھی عذاب ہوتا۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، اور جو کوئی اللہ کی مخالفت کرے تو سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بھی بڑا سخت ہے۔ اور کھجوروں کے جو درخت تم نے کاٹ دیئے، یا انھیں ان کی جڑوں پر رہنے دیا یہ سب اللہ کے حکم کے عین مطابق ہوا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو خوب رسوا کرے۔"

مدینہ سے قریب دو میل کے فاصلے پر آباد یہودی زمینداروں کا ایک زبردست قبیلہ بنو نضیر نے (جو مدینہ کی اسلامی ریاست کے ساتھ عہد و پیمان رکھتا تھا) ربیع الاوّل ۴ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے یہاں مدعو کیا۔ اور ایک حویلی کے سائے میں حضورؐ کو بڑے ادب و احترام سے بٹھایا۔ آپ جب اس قبیلہ کے مجمع کو خطاب فرما رہے تھے اس وقت یہود بنی نضیر کی پہلے سے طے شدہ سازش کے تحت ایک بڑا پتھر حویلی پر سے حضورؐ کے جسم مبارک پر ڈالا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت جبرئیل علیہ السلام کو بھیج کر حضورؐ کو اس مقام سے تھوڑا ہٹ جانے کی ہدایت فرمائی۔

پتھر اوپر سے برابر گرا۔ اور عین اس مقام پر جہاں حضور انور تشریف فرما تھے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے بروقت حفاظت فرمائی۔ کسی ریاست کے سربراہ کو اپنے یہاں دعوت دے کر ایسی کمینہ حرکت آج تک کسی قوم نے شاید ہی کی ہو۔ اس غداری پر حضورؐ نے بنی نضیر کو دس دن کا نوٹس جاری فرمایا کہ علاقہ خالی کر کے چلتے بنیں ورنہ ہر ایک کو قتل کر دیا جائے گا۔ لیکن بنی نضیر نے ایک طرف اپنی طاقت کے گھمنڈ میں اور دوسری طرف منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبَیّ کے اُکسانے پر اس نوٹس کا جواب یہ دیا کہ ہم مدینہ خالی نہیں کریں گے۔ آپ سے جو کچھ ہو سکے کر ڈالیے۔ حضورؐ نے دس دن کی میعاد ختم ہونے پر فوراً بنی نضیر کا محاصرہ کر لیا۔ مستحکم حویلیوں میں بنی نضیر محصور ہو کر بیٹھے رہے اور کوئی ان کی مدد کو نہ آسکا۔ ادھر مسلمانوں نے یہود کو مقابلے کے لئے للکارا مگر وہ سامنے نہ آئے چار و ناچار مسلمانوں نے ان کے باغات اجاڑنے شروع کئے اور کھجور کے پیڑ کاٹ دیئے تاکہ مال کی حفاظت کی غرض سے یہ لوگ مقابلے کے لئے باہر آئیں۔ یہود چلّانے لگے کہ ہم تو کافر ہیں کیا یہ درخت بھی کافر ہیں جو تم کاٹ رہے ہو۔ خدا نے اس واقعہ میں کھجوروں کے پیڑ اور باغات کے اجاڑنے کو درست قرار دیا تاکہ اہلِ ایمان کو اس جنگی کارروائی میں کوئی شک و شبہ نہ رہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضورؐ کے ساتھی رضؓ اسلامی آداب جنگ میں تقویٰ اور انصاف کا بہت خیال رکھتے تھے، قصہ مختصر یہ ہے کہ پھر بنی نضیر صلح کی بات چیت کو آمادہ ہوئے اور فریقین میں یہ طے پایا کہ بنی نضیر اپنے علاقے سے جلاوطن ہو جائیں گے۔ ساتھ میں جو کچھ سامان لے جا سکیں لے جائیں گے۔ چمڑی جائے مگر دمڑی نہ جائے والی کہاوت یہود پر صادق آتی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

انھوں نے اپنے مکانوں کے کواڑ کھڑکیاں تختے وغیرہ تک نکال لیے۔ اور مسلمانوں نے اس کام میں ان کی مدد بھی کی تاکہ یہ قبیلہ یہاں سے جلد روانہ ہو جائے۔

خس کم جہاں پاک کے مصداق مدینہ طیبہ کی پاکیزہ دھرتی کو یہود بنی نضیر کے وجود سے دھو دیا گیا۔ اب یہ قبیلہ مضافات مدینہ سے جلاوطن ہو کر خیبر میں آباد ہوا۔ اور اسی کمینہ گروہ نے پورے حجاز میں گھوم پھر کر لاکھوں کی دولت خرچ کی اور زبردست پروپیگنڈہ کر کے مشرکینِ حجاز اور دوسرے تمام یہودی قبائل کی متحدہ طاقت "جو بارہ ہزار کے قریب" جمع ہو گئی۔ تب اس لشکر نے شوال ۵ھ میں مدینہ پر چڑھائی کر دی۔ اور تقریباً ایک ماہ کے محاصرے کے بعد ناکام ہو کر ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گئے۔ یہ لڑائی جنگِ احزاب کے نام سے مشہور ہے۔ سورۂ احزاب کی آیت ۱۰ و ۱۱ میں اس کا تذکرہ اسی کتاب میں ہم کر چکے ہیں اسے دوبارہ دیکھ لیا جائے۔ بنی نضیر کی طاقت کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ اس طاقت ور اور سرمایہ دار جنگی قبیلہ کو کبھی مدینہ طیبہ سے نکالا جا سکتا ہے۔ مگر خدا نے اپنی لطیف تدبیر سے بہت کم محنت پر مسلمانوں کے ہاتھ ان کی تمام حویلیاں باغات اور قلعے سپرد کر دیئے۔ گو تمام مکانات کی کھڑکیاں دروازے یہود اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ آج کی یہودی حکومت کو یہ دن اچھی طرح یاد ہیں اسی لئے مدینہ کے علاقے پر قبضہ کرنا اور پھر سے یہود کو اس علاقے میں آباد کرنے کا خواب دن دہاڑے یہ ملعون دیکھ رہے ہیں۔ جو کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوں گے۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ

آج کے مسلمانوں کے لئے ابراہیمؑ کا نمونہ

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ الَّذِیْنَ
مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمُ
الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ
اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَاۤ اَمْلِكُ
لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَیْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَیْكَ اَنَبْنَا
وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ
كَفَرُوْا وَ اغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

(۶۰ - الممتحنہ ۴ - ۵)

"بے شک تمہارے لئے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں ایک عمدہ نمونہ ہے۔ جب ان لوگوں نے اپنی قوم والوں سے صاف صاف کہہ دیا کہ تم سے اور جس کی تم اللہ کے سوا بندگی کرتے ہو ہم ان سب سے برأت کا اعلان کرتے ہیں۔ ہم تمہارے منکر ہیں ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا۔ جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ گے تب تک یہی صورتِ حال

toobaa-elibrary.blogspot.com

رہے گی۔ البتہ ابراہیم نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ میں تمہارے لئے ضرور استغفار کروں گا۔ اور مجھے اللہ کے آگے کسی بات کا اختیار تو ہے نہیں۔ اے ہمارے رب! ہم نے تجھے اپنا وکیل مان لیا۔ تیری طرف ہم رجوع ہوئے اور تیرے پاس ہم کو لوٹ کر آنا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں منکروں کا تختۂ مشق نہ بنائیو ہماری مغفرت فرما۔ بیشک تو ہی زبردست اور حکمت والا ہے۔"

سیدنا حضرت ابراہیمؑ یہود و نصاریٰ کے ساتھ ساتھ تمام مسلمانوں کے دینی و روحانی پیشوا ہیں۔ آپ کی حیاتِ طیبہ اور توکل علی اللہ کا ایک بہترین خاکہ ان آیات میں رب اکبر نے ارشاد فرمایا ہے۔ ہر مسلمان کو اسے بار بار پڑھنا چاہیئے۔ یہودی اور نصرانی تو مدت ہوئی ملتِ ابراہیمؑ سے اپنا رشتہ ناطہ عملی طور پر توڑ چکے ہیں مگر ہم پر تا قیامت یہ لازم ہے کہ اللہ کے خلیل کے اُسوۂ حسنہ کو سامنے رکھ کر اپنی اجتماعی اور انفرادی زندگی میں اِسے مشعلِ راہ بنائیں۔ ایک مومنِ قانت کی زندگی کا مقصد ہی یہ ہونا چاہیئے کہ جب تک بندگانِ خدا اللہ واحد پر ایمان نہ لائیں اور شرک کو ترک نہ کردیں تب تک برابر جدوجہد جاری رکھے حتیٰ کہ روئے زمین پر مالکِ زمین کی بندگی ہونے لگے۔ اور تمام جعلی معبودوں کی پرستش سے بنی آدم کو چھٹکارا حاصل ہو جائے۔ رئیس الموحدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوتی زندگی میں ان کے باپ کی طرف سے بڑی زبردست رکاوٹ کھڑی کردی گئی تھی۔ لیکن آپ نے اپنے والد کی مطلق پروا نہ کرتے ہوئے دعوتِ الی اللہ کو برابر جاری رکھا۔ اللہ کے نبی کے ماں باپ بھی ہوا کرتے ہیں اور باپ کی محبت ایک بشری تقاضا ہے۔ نبیوں کو بھی اس تقاضۂ بشری کے تحت والدین اور اولاد سے محبت ہوا کرتی ہے

مگر یہ محبت تعمیلِ ارشادِ ربّانی کے مقابلے میں جب سدِ راہ ہو جاتی ہے تو کاٹ دی جاتی ہے۔ حضرتِ ابراہیمؑ کے اُسوۂ حسنہ سے یہ حقیقت ثابت ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی اپنے والدین کے لئے اور دوسروں کے لئے استغفار تو کر سکتے ہیں، مگر یہ اختیار نہیں رکھتے کہ ہر ایک کو بخشوا کر چھوڑیں۔ انبیاء اور صلحاء، اولیاء اور اتقیاء کے لئے جہلا کا یہ عقیدہ ہوا کرتا ہے کہ وہ جو چاہیں خدا کی سرکار میں منوا کر چھوڑتے ہیں۔ برخلاف اس کے حقیقت تو یہ ہے کہ منکرین و مکذبین چاہے انبیاء کے رشتہ ناطے والے ہی کیوں نہ ہوں بخشے نہیں جاتے، پھر غیروں کا تو اس کوچہ کو گذر ہی کیونکر ہو سکتا ہے۔ نسلی اور قومی دشمنی داعیانِ اسلام کو کسی سے نہیں رہی۔ مخاصمت تو صرف عقیدۂ توحید کے ترک کرنے پر ہی سامنے لائی گئی۔ ورنہ شفقت اور خیر خواہی تو ہر ایک کے ساتھ رہی۔

تائیدِ غیبی کی راہ

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْآ أَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ أَنْصَارِيْٓ إِلَى اللّٰهِ ۗ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَأَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ۝

(۶۱ - الصّف ۱۴)

"اے ایمان والو! مددگار ہو جاؤ اللہ کے دین کے جیسا کہ عیسیٰ ابن مریمؑ نے حواریوں سے فرمایا تھا۔ اللہ کی راہ میں میرا کون ساتھی بننا چاہتا ہے تو حواری بولے ہم ہیں اللہ کے دین کے مددگار پھر بنی اسرائیل میں سے ایک ٹولی تو عیسیٰ بن مریم پر ایمان لے آئی اور ایک منکر رہی تب ہم نے ایمان والوں کا ساتھ ان کے دشمنوں کے مقابلے میں دیا پھر یہی لوگ غالب ہو کر رہے۔"

اللہ کی غیبی مدد کے حقدار ہونا چاہتے ہو تو اللہ کے دین کے مددگار بنو۔ انصار اللہ بنے بغیر خدا کی نصرت ہرگز نہیں آئے گی۔ بنی اسرائیل کے ایک طبقہ نے جب حضرت عیسیٰؑ کی دعوت کو قبول کیا تو رد کرنے والے گروہ کے مقابلے میں اللہ اس

طبقہ کا مددگار ہو گیا اور فتح و نصرت بالآخر انصار اللہ کے حق میں ہو گئی۔ حضرتِ مسیحؑ کو اپنی زندگی میں قتال اور جہاد کا موقع نہیں آیا۔ پھر بھی آپ کی تائید اور نصرت کرنے والے انصار اللہ مانے گئے۔ انصار اللہ بننے کے لئے قتال و جہاد کا موقع اگر نہ آسکے تب بھی عام حالاتِ زندگی میں خدا کے دین کے مددگار ہونے سے ہمیں انصار اللہ کا درجہ آج بھی مل سکتا ہے۔ صدائے توحید اور اعمالِ صالحہ کی دعوت ہر زمانہ کے بدکردار لوگوں کے لئے ایک تازیانہ سے کم نہیں۔ اہلِ ایمان جب یہ کوڑا مخالف طاقتوں پر برسا دیتے ہیں۔ تب آپ سے آپ وہ حالات پیدا ہو کر رہتے ہیں جہاں قتال فی سبیل اللہ کے سوا اہلِ ایمان کے لئے کوئی راستہ نہیں رہ جاتا ترتیب سے اس طرح کے حالات اگر پیدا ہوں تو نصرتِ الٰہی اپنا وزن اہلِ ایمان کے حق میں ڈال دینے کے لئے بندھی ہوئی ہے۔

كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

آخری بات اور آخری علاج

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ رَسُولٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۙ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۝ (۹۸ - البینہ ۱-۲-۳-۴-۵)

"اہلِ کتاب میں خود جو لوگ انکاری ہو گئے اور مشرکین اپنی حرکتوں سے کبھی باز آنے والے نہیں تھے۔ جب تک ان کے پاس ایک واضح اور روشن دلیل نہ آجاتی یعنی اللہ کا ایک (آخری) رسول جو ان کو پاکیزہ صحیفہ پڑھ کر سنادے جس میں مضبوط کتابیں سمو دی گئی ہوں۔ مگر جو اہل کتاب تھے وہ دلیل آنے کے بعد ہی تو پھوٹ میں مبتلا ہوئے حالانکہ ان کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت وہ اس طرح کریں کہ دین کو صرف اسی کے لئے خالص رکھیں اور یکسو ہو جائیں، نماز کی پابندی کریں۔ زکوٰۃ ادا کریں بس یہی مضبوط اور سیدھا دین ہے۔"

بعثتِ محمدی کے وقت تمام اہلِ کتاب سرتاسر شرک میں غرق تھے۔ اور دیجے کے لحاظ سے کافروں کے برابر ہو کر بگڑ چکے تھے۔ اور ہر ایک اپنی غلطی پر نادم ہونے کی بجائے مغرور تھا اور مرض کو عین تندرستی سمجھنے میں ہر طبقہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر دلیلوں کے ڈھیر لگائے جا رہا تھا۔ کسی عادل بادشاہ یا پیر اور ولی، فلاسفر یا حکیم کے بس کی بات نہ تھی کہ ان کو سدھار دیتا۔ بس ان کے مرض کو درست کر دینے کی ایک راہ باقی تھی کہ خدا کا ایک مقدس پیغمبر ایسا آئے جو پاکیزہ صحیفہ پڑھ کر ان کو سنادے اور ان کے دل کو دھو ڈالے۔ پھر اس صحیفۂ ربانی میں پہلی کتب آسمانی اور تمام انبیاء کرام کی تعلیم بھی موجود ہو۔ اور یہ مقدس پیغمبرؐ اس پاکیزہ صحیفہ قرآن مجید کو لیکر تشریف لائے۔ اب کسی بدنصیب کا روگ آپؐ کے آنے کے بعد بھی دور نہ ہو تو اس کے چنگے ہونے کی کوئی امید نہیں۔ یہود و نصاریٰ اور دوسرے غیر معروف اہلِ کتاب تو پرانے مریض ہیں ان کی بیماری جب اس صحیفۂ مطہرہ سے درست ہو سکتی تھی تو ہم مسلمان تو بحمد اللہ ان کی طرح لاعلاج مریض تو ہرگز نہیں ہماری بیماری تو بس وقتی اور موسمی تبدیلی کے بخار جیسی ہے۔ اگر ہماری توجہ اس طرف ہو تو انشاء اللہ ہمارے تمام امراض جاتے رہیں گے۔ ضرورت ہے خدا کے مقدس صحیفے کی تلاوت کرنے کی۔

اہلِ کتاب کی تمام پچھلی اکائیوں کی پھوٹ اور اختلاف کی وجہ صرف ایک ہی تھی کہ دلیل آجانے کے بعد جو سبب اجتماع تھی اپنی روش پر نظر ثانی کرنے کے لئے وہ تیار نہ ہوئے۔ کیا ہم بھی اپنے طریقۂ زندگی کو خدا کے کلام کے مطابق بنا دینے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔؟

سبب اجتماع کو سبب تفریق بنا لینے والے اپنی اجتماعیت کو دیر تک برقرار

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہیں رکھ سکتے۔ اور خوب سن لو کہ جن لوگوں نے اس مضبوط کتاب کو تھام لیا۔ خدا نے ان کے ہاتھوں نہ صرف ملکوں ملکوں میں ایمان اور اسلام کی تحریک رواں دواں کردی بلکہ ان ہی کو روئے زمین پر اقتدار بھی عطا کیا۔ خدا کا کلام آج بھی ایسا ہی با اثر ہے جیسا پہلے تھا۔ اپنی اور دنیا کی کایا پلٹ دینا چاہتے ہو تو ایک بار خدا کی کتاب کا بغور مطالعہ کرو۔ کسی مستند عالم کا ترجمہ ہی ایک بار پڑھ کر دیکھ لو کہ تمہاری زندگی میں کچھ تو سُدھار آنے کی امید کی جا سکے۔ اور اپنے دین کی واضح دلیل ہم کو معلوم ہو تاکہ قلبی و ذہنی یکسوئی اس طرح کی حاصل ہو جائے کہ سب طرف سے ٹوٹ کر صرف ایک اللہ کے ہو سکیں۔ اللہ کی عبادت کرنے کے لئے قلب و ذہن کی یکسوئی چاہیئے۔ پس دین کو ایک اللہ کے لئے خالص کرو۔ صلوٰۃ قائم کردو۔ زکوٰۃ کو ادا کرتے رہو۔ مضبوط اور مکمل سیدھا اور صاف دین صرف یہی دین ہے۔

آدمی کی زندگی میں پچاسوں اُگٹ پھیر آتے ہیں۔ کہیں چین نہیں، سکون نہیں۔ برساتی نالوں میں جب باڑھ آتی ہے تو کچھ ہی وقت کے لئے پھر ویرانی اور خشکی مگر میدانی دریا گو اتنے جوش و خروش سے نہیں بہا کرتے بلکہ دھیمی رفتار سے چلتے ہیں۔ موسم چاہے گرم بھی ہو تو برف کے پہاڑوں کو پگھلا کر اپنا بہاؤ جاری رکھیں گے۔

پس یہی مثال آدمی کے عقیدے اور عمل کی ہے۔ خدا پر ایمان، قرآن پر ایمان، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان، نماز کی اقامت، زکوٰۃ کی ادائیگی۔ یہ سب باتیں ہماری زندگی کو میدانی دریا بنا دینے والی ہیں۔ جس کے سوتے سوکھا نہیں کرتے۔ یہود تے تمامتر ایک ایسی امت پر ہاتھ ڈال کر وقتی کامیابی حاصل کی ہے جو مدت ہوئی رسول اللہؐ اور صحیفۂ مطہرہ سے انجان بنی ہوئی تھی۔ اللہ کے آخری

رسول سید عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ مگر ہمارے بھی رسول ہیں۔ اسی لئے آپ کو رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔ یعنی رسول تم میں سے تمہارا اپنا رسول فرمایا گیا۔

سبحان اللہ، سبحان اللہ، کیا شانِ محمدیؐ ہے۔ جب خدا کے حضور کھڑے ہوں تو ہمارے رسول ہیں اور جب اپنی امت سے مخاطب ہوں تو اللہ کے رسول ہیں۔ خالق اور مخلوق دونوں کے پیغامبر ان کا پیغام مخلوق تک پہنچا دیں۔ اور مخلوق کے معاملات اور پریشانیاں، کمزوریاں رب کی بارگاہ میں پیش فرما کر اس کا ایسا صاف ستھرا حل لے آویں کہ ہماری تمامتر دشواریاں آسانیوں میں تبدیل ہو جائیں۔ توبہ کرو، اپنے دلوں کو دھو ڈالو۔ صحیفۂ مطہرہ کا صحیح استعمال کرو۔ خدا تمہارے ساتھ ہے۔

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا

اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کتابِ ہذا کے متعلق چند ناقدین اور رسالوں کی آراء

محترم المقام عالیجناب ابوالحسن علی میاں صاحب مدظلہ العالی مصنف کو ایک ذاتی خط میں اس طرح رقم طراز ہیں :-

"..... میں آپ کو دوبارہ اس مفید۔ خوش ترتیب اور دیدہ زیب کتاب کے لئے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ سے زیادہ مقبول بنائے ...... خدا کرے اس کا آفسیٹ ایڈیشن اور زیادہ مقبول ہو۔ آپ کبھی یہاں آئیں اور چند دن ساتھ رہنا ہو تو بڑی خوشی ہوگی۔

عالی جناب حضرت مولانا محمد نعیم صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند نے اپنے ایک خط میں یوں فرمایا۔

"محترم الحاج جناب ایوب صاحب کی دعوت پر "سیرت مبارکہ" کے اجلاس کے لئے" کامٹی ناگپور" حاضری ہوئی۔ اس سلسلہ میں عالیجناب محترم عبدالکریم پاریکھ صاحب سے نیاز حاصل ہوا۔ اور ان کی نورانی صورت اور نور میں ڈوبی ہوئی فصیح و بلیغ معلومات افزا تقریر سننے کا اتفاق ہوا اور پورے مجمع کے ساتھ بندہ بھی محظوظ و متاثر ہوا۔

اختتام جلسہ پر موصوف نے اپنی دو تالیفات مرحمت فرمائیں۔ بندہ نے بہ نیت استفادہ ان کا مطالعہ کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآنی ذوق رکھنے والے اہلِ علم کے لئے یہ ایک علمی شاہکار ہے۔ قومِ یہود کی صیہونیت کو قرآنی آئینے میں موصوف نے بے نقاب کیا ہے۔ اس سے جہاں ایک طرف یہ تاثر ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم نے بلا وجہ اپنے چوتھائی حصہ کو صرف نہیں کیا وہیں یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اس مسخ شدہ قوم کی سیہ کاریوں اور مکاریوں کو سمجھنے کے لئے مسلمانوں کو کسی بھی خوش نما فریب میں نہیں آنا چاہیئے اور انھیں صرف اللہ پر بھروسہ کر کے صبر و قناعت کا غلط مفہوم ان الجھنوں سے بچانے کے لئے کافی ہے اور نہ ہی روس، امریکہ اور یوروپ کے بنے ہوئے جالوں میں پھنسنا چاہیئے بلکہ اس عظیم اژدہے کے زہر کے لئے اللہ کی نصرت و مدد پر حقیقی یقین اور بے پناہ عملی جدوجہد اور مسلسل قربانیوں اور عظیم اتحاد و اتفاق کو استعمال کرنا ہے۔

...... مولف سلمہٗ کی موثر شخصیت کے ساتھ ان کے جذبۂ اخلاص اور پراثر قلم سے بندہ متاثر ہوا ہے۔ مجھے امید ہے تمام قارئین و ناظرین میرے ہمنوا ہوں گے۔....."

ہفت روزہ نشیمن بنگلور نے اس کتاب کا تذکرہ یوں کیا ہے :-

"..... ایڈیٹر صاحب نے کتاب تبصرہ کے لئے دی تھی لیکن اس کو پڑھنے کے بعد خیال آیا کہ مخصوص کالم ہی اس کتاب کے لئے موزوں ہے۔ کیونکہ ایسی باتیں اس کتاب میں بیان ہوئی ہیں اور اتنے جامع اور بہترین انداز میں ہماری موجودہ تصویر کھینچی گئی ہے کہ اس کی تعریف ہو ہی نہیں سکتی۔ میں تو یہاں تک کہنے کے لئے تیار ہوں کہ یہ کتاب ہر مسلمان بھائی کو پڑھنی چاہیئے۔

اس کتاب میں یہودی قوم کی پوری داستان قرآن کی روشنی میں بیان کی گئی ہے ...... کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مصنف نے مسلمانوں پر بھی ان کی غلطیاں ظاہر کی ہیں اور صاف الفاظ میں کہا ہے کہ اللہ سے جو بھی قوم بغاوت کرتی ہے، شریعت کے احکامات کو توڑتی ہے اور رسولوں کی تعلیمات کو بھلا دیتی ہے اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ کتاب بے حد اچھی ہے۔"

الجمیعۃ دہلی کے ۲۷ر ستمبر ۸۰ء کے شمارے کی سطریں :-

"...... یہ کتاب قرآن کریم کی روشنی میں قومِ یہود کی مفصل تاریخ پیش کرتی ہے۔

...... مصنف نے واقعی یہ بڑا کام کیا ہے کہ قرآن کریم کی روشنی میں قومِ یہود کی تاریخی نفسیات، اس کے عزائم اور جرائم اور اس کے طبعی میلانات کا ایک مفصل خاکہ پیش کر دیا ہے۔

...... قومِ یہود مسلمانوں کے حق میں جس درجہ احسان فراموش رہی ہے وہ اس کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

تاریخ کا ایک بڑا المیہ ہے ...... اس کے ذریعہ مسلمانوں پر واضح ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم نے یہود کے بارے میں وہ سب کچھ بتا دیا تھا جو آج ظہور میں آ رہا ہے۔"

الحاج منادی صاحب مرحوم رسالہ مسلم گجرات سورت (گجراتی میں) اس کتاب پر اس طرح تبصرہ فرمایا:-

"عنوان:- قوم یہود (زمانۂ قدیم سے زمانۂ آخر) تک قرآن کی روشنی میں ایک انوکھی اردو کتاب کی اشاعت۔

اس اردو کتاب نے دینی تاریخ، جغرافیائی اور سیاسی ادب میں ایک انوکھا ضروری اور بروقت اضافہ کیا ہے۔ اس نوعیت کی یہ پہلی اور انوکھی کتاب ہے۔ درحقیقت قرآن حکیم ہی پر تمام تر منحصر یہ ایسا یہود نامہ ہے جو زمانۂ قدیم سے عصر جدید تک کی حیرت انگیز اور عبرتناک کھلی حقیقتوں سے بھرا پڑا ہے۔ پوری باریکی سے حقیقت کو آشکارا کرتے ہوئے مدتوں کی یہودی نافرمانیوں کی افسوس ناک داستان ہے۔ اس کتاب میں عبرت کے لئے مسلمانوں پر یہ آشکارا کیا گیا ہے کہ کس طرح خداوند تعالیٰ کے احکامات کی مغرورانہ نافرمانی کرتے ہوئے ہٹ دھرمی کے راستے زمانۂ قدیم میں اسلام ہی میں سے یہودیت کا جنم کیا گیا اور اسے کسی طرح پروان چڑھایا گیا۔

الحاج سیٹھ عبدالکریم پاریکھ صاحب قرآن کے عاشق اور طالب علم، مبلغ اور استاد کی شخصیت میں وسطی ہند، مہاراشٹر اور گجرات میں مشہور ہیں۔ عصر حاضر کے مولوی ملا یا دستہ داری عالم نہ ہوتے ہوئے ایک مشہور میمن تاجر ہیں۔ ایسا کوئی شخص جو خدمتِ قرآن کو اپنی زندگی کا مقصد بنائے اور کتنے ہی بزرگوں کی سنّت کو زندہ کرے تو پاریکھ صاحب بھی ایک ایسی ہی شخصیت ہیں یہ ان کی قرآنی خدمات اور اس کتاب سے عیاں ہے۔"

بحوالہ میمن ویلفیر۔ بمبئی

۱۵ ستمبر ۱۹۷۰ء

---

toobaa-elibrary.blogspot.com